

پای خیم



سلسلہ اسلامیہ ارالاشاعت ملی

پیام خیاں

سیرت حکیم عمر خیام

از
مسٹر ظفر قریشی بی۔ اے۔ و ہلوی

شرح رباعیات

از
علامہ اکبر سعید احمد صابری ہلوی ایم بی ایس ایڈیٹر رسالہ سعید

بافذ حقوق اشاعت دائمی

جناب پیرزا وہ حسن انیس صاحب بقائی ہلوی نے

محبوب المطابع برقی پریس ملی میں طبع کرایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

آج مغرب کی تہذیب ترقی اور علوم فہون کے متعلق اس کے عجیب غریب اکتشافات
اس میں شک نہیں کہ ختہ دور مائدہ شرق کی آنکھوں میں چکا چونہ پیدا کرنے کے لئے کافی
ہیں بلکہ شرق ہمیشہ ہی شرق نہ تھا جو آج ہے یہ بھی سچی باتیں سونے والے اور یہی
بارہ جہالت کے متوالے مدت جا مدت تک ادب آموز عالم رہ چکے ہیں اور آج مغرب کے ہر فلک
کشیدہ قصر علوم جن بنیادوں پر کھڑا ہے وہ بھی انہی مشرقی مہاروں کے ہاتھوں کی
رکھی ہوئی ہیں جن کے پاس آج گنیا ہی نہ پرکار اور نہ نقشر ہے نہ کتاب اور جو دہ را در
خاک بسر حیران پریشان مائے مائے پھر ہے ہیں

تصوف، فلسفہ اور اخلاق کا درخت فی الاصل مشرقی نژاد ہی اور گواہ مغرب
نے اس کا بیج مشرق سے لیجا کر ہزار وقت و خرابی اسے اپنے پاں لگا لیا ہوا وہ اس
میں طرح طرح کے مادی اور دنیاوی علوم کے قلم اور پیوند لگا کر اس کے پھل کا ذائقہ مل
دیا ہو لیکن اس حقیقت سے کسی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ درخت خالصتہ
مشرقی ہے۔ اور اسے اگر کوئی زمین پورے طور پر اس آتی ہے تو وہ ارض مشرق ہی ہے
داؤد، سلیمان، ابراہیم، اسماعیل، یعقوب، یوسف، عیسیٰ و موسیٰ،
گور و کرشن، کنفیوشس، زرتشت، اور اس کے بعد خاتم النبیین محمد رسول اللہ
سید کے سیاسی خاک سے پیدا ہوئے کہ جو ماضی مشرق کے نام سے مشہور ہے اور
کوئی نہیں جانتا کہ دنیا میں تصوف و اخلاق کی جو روشنی جہاں کہیں بھی نظر آتی ہے
وہ رشد و ایت کی انہی شمعوں سے نکل کر نکلی ہوئی ہے۔ انہی برگزیدہ ہستیوں کی تعلیم
نے اقصائے الم میں صد ہا اور ہزار ایسے انسان پیدا کئے کہ جنہوں نے اپنی پوری
پوری فکر و فکر میں صرف کر دیں اور اس سمت میں غوطہ لگا لے کر اس کے

سے بڑے بڑے آبدار اور شاہوار موتی نکالے اور دنیا کے سامنے انہیں بکھیر دیا۔ انہی
ماہر فن خواصوں میں سے سرزمین ایران کا وہ فلسفی شاعر بھی تھا جسے دنیا نے مدتوں مہر
گنتامی میں ڈالے رکھا اور جس کے بکھیرے ہوئے موتیوں کی قدر ہم نے اب جانی ہے
کہ جب جوہر بیان مغرب نے ان کا ہار بنا کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

ایک عرصہ دراز سے میرے دل میں یہ خواہش جاں گزیں تھی کہ جس طرح اہل مغرب
نے عمر خیام کی قدر کی ہے اس کی ربا عیات کے پیسوں مختلف اڈیشن شرح کی
گٹکاریوں اور گونڈگوں تفسیروں کے ساتھ شائع کئے ہیں اسی طرح اگر ممکن ہو تو میں بھی
اس نادانہ مجموعہ ربا عیات کو نہایت خوشنما اور خوبصورت طریقہ پر چھاپ کر
اسی صورت میں اس ایرانی فلاسفر کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کر دوں۔
میری راہ میں دو دشواریاں حائل تھیں اول تو عدیم الفرستی کے باعث عمر خیام کے
مفصل اور قابل اعتبار حالات کو مختلف کتابوں سے انکار کے یکجا کرنا مشکل تھا۔
اور دوسرے ربا عیات کی عام فہم اور سلیس زبان میں تفصیل لکھنی اس سے بھی زیادہ محنت
طلب کام نظر آتا تھا۔

مدتیں گزر گئیں پھر بھی یہ ارادہ علی صورت نہ اختیار کر سکا لیکن مشیت ایزدی
میرے اس نیاک ارادے کی تکمیل کی فکر میں تھی۔ اس نے میرا تعارف ایسی دوستیوں
سے کرا دیا کہ جن کی مساعی جمیلہ سے میری دونوں دشواریاں آسان ہو گئیں۔ علامہ
محترم جناب ڈاکٹر سعید احمد صاحب سعید بریلوی مادر ہند کے ان سپوتوں میں سے
ہیں کہ جن پر ملک و قوم جس قدر فخر کرے، بجا ہے۔ ایک لائق اور حاذق طبیب
ہونے کے علاوہ آپ ایک منتحرم عالم، ایک جلیل القدر شاعر، اور ایک سب سے بڑے ادیب
بھی ہیں اور آپ کے ذوق ادب ہی کا یہ کرشمہ ہے کہ طبیب کی مہر و دینوں کے باوجود
آپ مدتوں سے برابر مختلف طریقوں پر زبان و ادب کی خدمت گزاری میں
مہر دت ہیں۔ زبان کی سلاست اور بیان کی شگفتگی اردو ادبی آپ کے طرز تحریر کی
ایسی خصوصیات ہیں جو ہر جگہ دیکھنے کو نہیں ملتیں اور ان چیزوں کے ساتھ سب خیالات
کی بندی شامل ہو جاتی ہے تو مضمون میں جان سی پڑ جاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی انہی خصوصیتوں نے مجھے مجبور کیا کہ میں ان سے درخواست کروں

کہ وہ مشرق کے نامور حکیم اور صوفی مشرب شاعر خیاام کی رباعیات کی تفسیر سالہ پیشوا کے لئے تحریر فرمادیا کریں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس طرح اُن کی اس عنایت کا شکریہ ادا کروں کہ اُنہوں نے میری درخواست کو منظور فرما کر مجھے موقع دیدیا کہ ہفتوں کی دہائی ہوئی آرزو کو پورا کروں۔ پیشوا میں ہر مہینے ڈاکٹر صاحب کی تفسیر رباعیات کے دو صفحے بالالتزام چھپتے رہتے ہیں اور باب علم و ذوق کے اُن صد ہا خطوط نے کہ جو اس تفسیر کی تعریف میں میرے پاس آئے مجھے یقین دلادیا کہ میری نگاہ انتخابی غلطی نہیں کی تھی اور اس کام کے لئے میں نے فی الحقیقت ایک موزوں ترین ہستی کا انتخاب کیا تھا۔

خیام کی سوانح عمری مرتب کرانے کے لئے میں نے دہلی کے ایک بہت ہی قابل نوجوان گرجواہٹ کو چھانٹا جن کے نام نامی سے دنیائے ادب بہت اچھی طرح آشنا ہے۔ مسٹر ظفر قریشی کے مضامین اور انگریزی سے ترجمہ کئے ہوئے افسانے آج کل قریب قریب ہر ادبی رسالے کی زینت اور اوراق کا کام دیا کرتے ہیں اور ان رسائل کے پڑھنے والے آپ کی خداداد قابلیت سے اچھی واقف ہیں۔ آپ ایک ہونہار نوجوان ہیں اور آپ کے ذوق سلیم اور ادبی انہماک کو دیکھ کر آپ کے دشمنان مستقبل کی چین گونی بھاری کی جاسکتی ہے۔ میں مسٹر قریشی کا بھی بچے دل سے تمنا ہوں کہ اُنہوں نے بہت کچھ ہی محنت سے خیام کے صحیح حالات زندگی مختلف کتابوں اور سوانح عمریوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر یکجا کئے ہیں اور اس طرح اس نسخہ کو ایک مستند اور قابل قدر کتاب بنا دیا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اردو زبان میں اس وقت تک خیام کی رباعیات کا کوئی نسخہ اتنی اچھی تفسیر اور اس قدر صحیح حالات زندگی کے ساتھ شائع نہیں ہوا ہے اور خیام کے ایک وئے امتقد کے لئے یہ نگر کچھ کم نہیں ہے کہ سب سے پہلے اسی کو یہ موقع ملا ہے کہ ایک ایسی نادار اور جو کتاب شائع کرے۔

اس نسخہ کی کتابت و طباعت پر جو کچھ صرف ہوا ہے وہ فی الحقیقت میری بیشیت سے زیادہ اور میری استعداد سے بالاتر ہے۔ لیکن میرا جوش عقیدت مند بھی مجبور کر رہا تھا کہ خواہ کچھ سچی ہو اس بکتارے زمانہ حکیم کی یادگار اردو میں قائم کرتے وقت بخل اور کفایت شعاری سے کام نہ لیا جائے۔

آخر میں علامہ ڈاکٹر سعید بریلوی، اور مسٹر ظفر قریشی بی اے دہلوی کا اس
 عنایت کے لئے کمر شکر یہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر
 اس کتاب کو مکمل کر کے دائمی حق اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

عزیز حسن بقالی

مالک اڈیٹر سالہ پیشوا دہلی
 یکم رجب المرجب ۱۳۵۱ھ بمطابق یکم نومبر ۱۹۳۲ء

۴۸۶

حکیم عمر خیام اور اس کا عصر

فہرست مطالب

نمبر	عنوان	صفحہ	شمارہ	عنوان	صفحہ
۱	آغاز	۳	۱۹	(ج) (ذہانت و لطافت)	۲۷
۲	تاریخی حالات کا خلاصہ	۹	۲۰	(د) (فلسفہ)	۲۷
۳	حکیم عمر خیام کا خاندان	۱۲	۲۱	(س) (حضرت امام غزالی سے متاثرہ)	۲۸
۴	ایک بے بنیاد روایت	۱۳	۲۲	(ت) (اردو نثری زبان سے استفادہ)	۲۹
۵	حکیم عمر خیام کی تاریخ پیدائش و وفات	۳۶	۲۳	حکیم عمر خیام بحیثیت یاضی و ثبت	۳۰
۶	حکیم عمر خیام کی سیر و سیاحت	۱۶		اور مہتمم	
۷	ایران کا قدیم جغرافیہ	۱۷	۲۴	حکیم عمر خیام اور اصلاح تعلیم	۳۲
۸	سلطنت	۱۷	۲۵	تفصیلی بحث خیام اور بیک مک شامی کی	۳۳
۹	حکیم عمر خیام کا سکن و مولدیشاپور	۱۸	۲۶	گری گورین اول	۳۴
۱۰	عمر خیام کی طبیعت	۱۸	۲۷	حکیم عمر خیام کی قدر و منزلت	۳۶
۱۱	کلینڈر کی درستگی	۱۹	۲۸	حکیم عمر خیام کی روزمرہ زندگی	۳۶
۱۲	تقویم پارسی کی اصلاح کا واقعہ	۱۹	۲۹	حکیم عمر خیام کی وفات کا واقعہ	۳۷
۱۳	حکیم عمر خیام کی تصنیفات	۱۹	۳۰	حکیم عمر خیام کی نجات کا فیصلہ	۳۸
۱۴	حکیم عمر خیام کا کردار	۲۱	۳۱	حکیم عمر خیام پر کفر کا فتویٰ	۳۸
۱۵	حکیم عمر خیام مذہبی نقطہ نظر سے	۲۳	۳۲	حکیم عمر خیام کا عہد	۳۹
۱۶	حکیم عمر خیام کا فضل و کمال	۲۶	۳۳	ایمانیوں کی اعانت	۴۱
۱۷	(ا) (چند واقعات)	۲۷	۳۴	حکیم عمر خیام اور لورپ	۴۵
۱۸	(ب) (تفسیر فہمی)	۲۷			

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم عمر خیام اور ہمارے عصر

آغاز

حکیم عمر خیام کی رباعیات سے مشرق و مغرب میں جو عام دلچسپی اور محبت پیدا ہو گئی ہے اس میں دیرپور اضافہ ہو رہا ہے۔ علوم پرست یورپ میں تو سینکڑوں اڈیشن اس کی رباعیات کے تراجم کے نکل چکے ہیں اور آئے دن مصور و غیر مصور ڈی لکس، اڈیشن پریئر نکل رہے ہیں۔ ہندوستان میں بھی اس وقت تک متعدد اڈیشن اس کی رباعیات کے نکل چکے ہیں لیکن اس قدر صحیح اور عمدہ منظم و مرتب نسخہ شائع نہیں ہوا جیسا کہ محترمی جناب سید عزیز حسن صاحب بقائی کی علم دوستی سے مشرق کے نامور فلاسفر حکیم عمر خیام کی رباعیات کا یہ مصور، مترجم و مفسر اڈیشن اردو میں پہلی بار اس قدر شان کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ خیام اور اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر اردو میں کوئی بہت زیادہ جامع تبصرہ کتابی صورت میں اس قسم کا نظروں سے نہیں گذرا کہ جسے ایک نشست میں پڑھ کر جلد واقفیتیں پیدا کی جاسکیں اور جو بہت سی مختصر ہو اس لئے سخت ضرورت محسوس کی گئی کہ رباعیات خیام کے اس مصور و مفسر اڈیشن کے ساتھ عمر خیام کی زندگی اس کے زمانہ اور رباعیات اور اس کے فلسفہ حیات پر ایک مچل مگر نہایت سیر حاصل نظر ڈالی جائے۔

مشرق میں حکیم عمر خیام کی زندگی کے متعلق معلومات اس قدر بکھری ہوئی ہیں کہ ان کا یکجا کرنا اور کسی مبسوط کردہ میں منسلک کرنا نہایت دشوار اور بہت ہی محنت مناد کا کام ہے۔ انگریزی میں البتہ عمر خیام کی حیات اور اس کے

عصر کے متعلق متعدد نسوجات نظر سے گزرتے ہیں۔ بہر نوع ذیل کا تبصرہ صد ہا انگریزی اور فارسی وارد و تصنیفات، اور متفرق مضامین و مقالات وغیرہ کی مسلسل چھان بین کے بعد ایک مبسوط و مربوط عہدیت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کے مطالعہ سے اردو ادب طبقہ کے ذہن میں وہ تمام امور و کیفیات آجاتی ہیں جن کا جاننا ایک شریف علم دوست انسان کے لئے نہایت ضروری ہے۔

حکیم عمر خیام کی حیات کو اس جگہ بیان کرتے ہوئے جن امور پر خاص طور سے روشنی ڈالی گئی ہے اُن کی تفصیل تو آگے نظر آئیگی۔ لیکن جزو ذیل ہاں بیان کر دیا جاتی ہے۔ (۱) خیام کی پیدائش سے قبل ایران کی سیاسی حالت (۲) خیام اور اس کا تہاندان (۳) پیدائش اور صغریٰ۔ خیام کی زندگی کے اہم مراحل تعلیم۔ سفر۔ روزانہ زندگی۔ خانگی معاملات، وطن وغیرہ (۴) خیام کی تصنیفات (۵) خیام کا کردار (۶) خیام اور اس کا عصر۔ (۷) خیام بحیثیت ایک فلسفی کے۔ (۸) خیام بحیثیت منجم و ریاضی دان کے (۹) عمر خیام انسان ہونے کی حیثیت سے (۱۰) معلم اخلاق ہونے کی حیثیت سے (۱۱) سیاست فہم ہونے کی حیثیت سے (۱۲) بحیثیت ایک صوفی کے (۱۳) قوم پرست و وطن پرست کی حیثیت سے (۱۴) حکیم عمر خیام کی زندگی کا مغرب پر اثر۔ یورپین مصنفین اور شعرا نے خیام کے متعلق کیا تاثرات قبول کئے (۱۵) خیام کا آرٹ اور اس پر ایک میر جاحل نظر وغیرہ۔

حکیم خیام کی زندگی اس کے عصر اور معاشرتی و سیاسی اور تمدنی حالت کا کوئی ممکن پہلو ایسا نہیں ہے جسے نشہ چھوڑا گیا ہو۔ امید ہے کہ رہا حیات خیام کی قابل قدر شرح اور حکیم عمر خیام کی حیات اور اس کے عصر کا یہ پیش قیمت مصور اور شاعرانہ اردو میں اسی طرح مقبول و ہر دل عزیز ہوگا جس طرح یورپ میں رہا حیات کے انگریزی مترجم ٹھنڈ جیئر لڈ اور اس کے بہترین مصور برن جونز کے ترجمہ اور نقوش کو ہر دل عزیز اور شہرت و دام حاصل ہوئی۔

کتاب پیام خدام



تاریخی حالات کا خلاصہ

خیام کے سیرت نگار کے لئے ضروری ہے کہ وہ حکیم عمر خیام کی پیدائش اور اس کے بعد کے تاریخی اور سیاسی حالات لکھے تاکہ خیام کی سوانح عمری پڑھنے والے ان حالات سے واقف ہوں جن میں مشرق کا یہ نامور فلاسفر پیدا ہوا اور اپنی علمی زندگی کے درت گزارے۔ اس لئے مختصراً واقعات لکھے جاتے ہیں جو سبیل میں گیارہویں صدی عیسوی میں وسط ایشیا کی سلطنتوں میں ایک سیاسی ہیبت برپا تھا۔ سلطان محمود غزنوی کا تسلط اعم میں انتقال ہو گیا تھا اور ان کا زکا مسعود تخت پر جلوہ افروز ہو چکا تھا۔ تخت نشینی کے چار ہی سال بعد سلجوقی ترکوں کے ایک خاندان نے دو بھائیوں طغرل و شاہر کی سرکردگی میں اس شہزادہ یا بادشاہ کے خلاف علم بغوت بلند کر دیا۔ اس واقعہ کے بیس سال بعد کی تاریخ سلجوقی افواج کی ترک تازیوں اور مسلسل جنگوں کی ایک تاریخ کے سوا کچھ نہیں سیکھیں گے۔ شہر مرد شاہر کے قبضہ میں آ گیا اور ایک ہی سال میں خراسان کے دارالحکومت نیشاپور پر بہادر طغرل قابض ہو گیا۔

جوان سخت طغرل نے تین سال بعد آن شیرداں نامی ایک ہریرانی سردار کو زیر کر کے اپنا لوہا منوالیا۔ شہزادہ میں یہ نامور فاتح لشکر چار لیکر بغداد کے دروازوں پر طوفان کی طرح پہنچا اور آٹا فائیاں میں شہر پر قابض ہو گیا۔ خلیفہ کوئی دس ہشتم فلسطین اور ایشیائے کوچک کا سلطان بنا دیا گیا۔ محمود غزنوی کے پس ماند کمان کے ساتھ اس نے اچھا سلوک کیا اور ایک معاہدہ کر لیا جس کی رو سے اسے بلخ، خراسان، ہرات، وریستان مل گیا۔

بادشاہ نے خلافت و بادشاہت کا اعلان کر دیا اور سابق بادشاہ کی لڑکی سے نکاح بھی کر لیا۔

شاہر کا تسلط اعم میں انتقال ہو گیا اور مشہور جنرل الپ ارسان زرقی ہماک کا گورنر مقرر کیا گیا اور تسلط اعم میں بالآخر وہ طغرل کی جگہ دست متحد

راجہ فلیڈ لکھتے ہیں کہ

”دشہریوں نے اس تہذیب اختیار کر لی تھی کہ وہ غسل اور پاکی کے لئے پانی کا استعمال سیکھ گئے تھے۔“

یہ سچی تہذیب تمدن کی ابتدا جو یورپ میں ابھی پیدا ہو رہی تھی مگر یہاں تک حقیقی تمدن کا تعلق ہے اس کے معتقد ڈاکٹر راجہ فلیڈ لکھتے ہیں کہ

”اسلامی مشرقی ممالک کے علاوہ کسی جگہ بھی تہذیب کے نام سے لوگ آشنا نہ تھے۔“

حکیم عمر خیام کا خاندان

یہ تھانہ بہرہ میں مشرق کا یہ مایہ ناز ریاضی دان شہرہ آفاق فلسفی
شاعر اور شہسوار و بہتیت واس پیدا ہوا۔

یہاں ہم عمر خیام کے کچھ خاندانی حالات بیان کرے بہت جلد اس کی
اس زندگی کی طرشت رجوع کرتے ہیں۔

عمر خیام کا پورا نام "غیاث الدین ابوالفتح عمر بن ابراہیم انزلی، نیشاپوری
ست روزہ کے استہال کے لئے اس طویل نام کو "عمر خیام" کے مختصر و نامانی نام
پس تبدیل کر لیا۔ اور وہ اسی نام سے مشرق و مغرب میں مشہور ہوئے۔

قیاس کتا ہے کہ خیام کا باپ (یا زہ خود بھی) بیشک کے اعتبار سے غیر
یعنی خیمہ ساز اور خیمہ فروش کرتے تھے۔ اسی وجہ سے یہ کنیت مشہور ہوئی لفظ
خیام خود عمر خیام سے ہی رہا غیرات میں بطور تخلص استعمال کیا ہی اسی لئے
ہم اسے "عمر خیام" ہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کہیں خیام یا خیامی کے نام
پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ محض ایک کنیت ہے۔ اور یہ کہ وہ پیشہ
کے اعتبار سے خیمہ ساز نہ تھا۔ بلکہ اس کا باپ اور خاندان

ایک خوشحال اور اچھی پوزیشن کا تھا۔ اور یہ بات ترین قیاس نہیں معلوم
ہوتی کہ ایک غریب خیمہ ساز کا رکنا نہایت عمدہ بہت نفعی گزارے نہایت
اصلی تعلیم حاصل کرے اس کے ساتھ ہی اور سچلیس رینق اچھی پوزیشن کے
بڑے لوگ ہوں سے فلسفہ طبیعیات اور اعلیٰ ریاضی و بہتیت میں مقدر
پر طولی حاصل ہو اور اپنے عہد میں نجوم، فلکیات اور شہرہ فلسفہ میں مقدر

ہر تہ انگیز شہرت حاصل کر لی ہو۔ اگر وہ ایک معمولی گھر سے کا آئے ہوتا
تو اسے ایسی، علم تعلیم حاصل کرنے کے مواقع میسر نہیں آسکتے۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الحقیقت خود خیمہ ساز نہ تھا نہ اس کا باپ ہی ہوگا
بلکہ وہ ایک خوشحال اور اچھا کھاتا پیتا خاندان معلوم ہوتا ہے ممکن ہے

اس کے اجداد میں کبھی یہ کام ہوا ہوا اور اس کی وجہ سے یہ کنیت مشہور ہو گئی ہو
مثلاً سینکڑوں انگریزوں کے خاندانی نام ”بیکر“، (مان ٹریشس) ہوتے ہیں
اس سے یہ مطلب نکالنا کہ یہ سب نام بائی ہیں قطعی قلعہ ہو گا۔ صرف خاندان
کے نام سے ہم فوراً یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ اس کا اب بھی اس پیشہ سے
تعلق ہی۔ ناموں کے متعلق اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب واقعات
مشہور ہیں۔ جو بحث سے غیر متعلق ہیں۔ اس لئے سرسری اشارہ کے بعد ہم
حکیم عمر خیام کی زندگی کے اور اہم واقعہ کی جانب اس کتاب کے پڑھنے
والوں کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔

ایک بے بنیاد روایت

بقول مولانا شبلی شمس جو واقعات جس قدر زیادہ مشہور ہوتے ہیں ان کی
صحیح اور تاریخی و منطقی وجود سے اتنا ہی زیادہ تحقیق طلب ہو جاتا ہے
کیونکہ سینکڑوں واقعات محض زیب داستان کے لئے مصنیف کر لئے
جاتے ہیں اور وہ عوام میں نہایت آسانی کے ساتھ شہرت پکڑ جاتے ہیں۔
مثلاً ایک بالکل بے بنیاد اور قطعی غیر منطقی واقعہ یہ مشہور ہے
کہ حکیم عمر خیام۔ نظام الملک طوسی (وزیر اعظم ملک شاہ) اور سن بن بیاہ
فرقہ باطنیہ کا مشہور پیر امیر آرگنائزربیک وقت ایک ہی مکتب میں پڑھے
تھے اور آپس میں بہت ہی دوست تھے۔ انہوں نے عہد طفلی میں یہ وعدہ
کیا تھا کہ ان میں سے جو شخص بادشاہ کا وزیر ہو جائے گا وہ دوسرے
دوستوں کا ضرور خیال رکھیں گا اور ان کے لئے بہترین سے بہترین عہدے
محفوظ کر دیگا۔ چنانچہ جب نظام الملک طوسی وزیر بن گیا تو اس نے
سن بن بیاہ کو جو اس کا بچپن کا دوست تھا بادشاہ کے حضور میں
پیش کیا اور اس کے لئے وزارت حربیہ کا عہدہ حاصل کر لیا۔ عمر خیام
چونکہ باقاعدہ دربارداری سے گریز کرتا تھا اس لئے اسے شاہی ہیتوں
کا عہدہ جلیلہ دیکر اس کے لئے ایک نہایت عالیشان رصد گاہ شاہی
معمار فہر پر تیار کرا کے اسے نہایت خطیر رقوم فلکیات اور ریاضتی

کی دسیرج کے لئے خزانہ عامرہ سے دلوں تاراج وغیرہ وغیرہ
نظام الملک طوسی اور عمر خیام کا عہد طفلی میں ایک کتب میں یزیدنا قرین تیار
نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ نظام الملک طوسی الپ ارسلان کے عہد میں وزیر ہو چکا تھا
اور ملک شاہ کے زمانہ میں بھی وزیر رہا اور خیام سلسلہ بادشاہوں میں پیدا ہوا
اور سلسلہ ۲۳ء میں انتقال کر گیا۔ نظام الملک طوسی خیام کی وفات سے تیس سال
قبل قتل کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خیام سے کہیں زیادہ بڑا تھا اور خیام کے
ساتھ مکتب میں کسی طرح ہم سبق نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ ممکن ہے کہ عمر خیام وزیر اعظم نظام الملک سے واقف ہو گیا ہو۔ نیشاپور کی
یونیورسٹی میں ریاضی و ہیئت کا زبردست استاد و امام تھا اور نظام الملک جو
تعلیم و تعلم کا بڑا دلدادہ تھا ایسے زبردست عالم و اہل فن سے ضرور ملا کرتا ہو گا
لیکن اس سے یہ نتیجہ کسی صورت سے نہیں نکالا جاسکتا کہ وہ نیشاپور کی یونیورسٹی
میں حکیم عمر خیام کے ساتھ ہم سبق ہو گا۔ ورنہ پھر یہ ماننا پڑے گا کہ ان کی عمریں
بہت جھول ہو گئی تھیں، اور ایسے واقعات پیدا ہو گئے تھے کہ جن کو سوائے معجزہ
کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

عمر خیام کا حسن بن صباح کے ساتھ ہم کاتب ہونا بالکل قرین قیاس معلوم ہوتا
مگر اس کی تصدیق صحیح تاریخی شواہد سے نہیں ہوتا۔ البتہ یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ
جس سے ہمارا اطمینان نہیں ہوتا۔

ہو سکتا ہے کہ حسن بن صباح کی زندگی کے تمام پراسرار واقعات عمر خیام کے
عہد میں گزے ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی زندگی کے تیس سال فرقہ باطنیہ کی
سرگرمیوں کے زمانہ میں غور و گزشتے ہوں۔ مگر یہ ناممکن ہے کہ حسن بن صباح، نظام الملک
طوسی اور حکیم عمر خیام ہم سبق اور ہم عمر بھی ہوں۔

حسن بن صباح ایک پراسرار شخصیت تھی جس نے کوہ الموت پر اپنی ہیئت
طیار کر رکھی تھی اس کے فرقہ کا نام باطنیہ تھا اور یہ لوگ مذہبی بوشیزانوں میں
حد درجہ پڑے ہوئے تھے، تمام مذہبی و سیاسی شانہ جنگیاریاں سیاسی قتل و قتل من
اسی فرقہ کے منہج کیف قرار دیا کرتے تھے اور انہیں لوگوں نے صیبی جنگوں

کو ترقی دینے میں سر توڑ کوششیں کیں۔ ان لوگوں نے کچھ عرصہ تک اصفہان پر
اپنی دہشت انگیزی قائم رکھی۔ ان ہی لوگوں نے نظام الملک کو قتل کر کے اپنی
راہ سے کانٹا صاف کر دیا۔ لیکن ہر علم خیاام سے استفادہ کرنے اور اسے اپنے
فرقہ میں لانے کے لئے حسن بن صباح اسی لئے نیشاپور کی یونیورسٹیوں میں آیا جایا
کرتا ہو۔ لیکن اس سے زیادہ بس اور کچھ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

حکیم عمر خیام کی تاریخ پیدائش و وفات

عمر خیام کی تاریخ پیدائش کا یقین ممکن نہیں کوئی سن بیان نہیں کر سکتا۔ ہم تاریخ نویسوں کا اتفاق ہو لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ۵۰۱ھ سے ۵۰۲ھ کے کسی سال میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن خیام کی وفات کی تاریخ یقین کے ساتھ معلوم نہ ہو۔ عمر خیام کا پیشاں میں ششہاء میں انتہا ہوا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی عمر کم و بیش سو سال کی ہوئی۔ لیکن اس کے قوی آخر وقت تک نہایت اپنے رہا۔ یہ مشرق کا چست اور ستور حکیم اور باہمت عالم ہمیشہ ہمیشہ جوان رہا۔

لیکن ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس قدر معمر نہ تھا۔ دہائیوں کی روایت کو تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ ماننا پڑے گا کہ نظام الملک و خیام ہم عمر ہم صفت تھے۔ جدید تحقیق بتاتی ہے کہ وہ ۵۰۱ھ سے پہلے پیدا ہوا تھا لیکن اس تاریخ کے ماننے سے بھی اس کی عمر اسی سال کہلو جاتی ہے۔ جو کافی اچھی عمر ہے۔ عمر خیام زندگی میں بھی ایک درست فلسفی ایک قابل قدر مفکر ایک بے پناہ عالم ہستیاں نجوم و فلکیات تھا۔ چنانچہ تقویم کو درست کرنے کے لئے اس غم کے سب سے بڑے اور فاضل اجل ہستیاں داں کو بادشاہ نے بلایا تھا اور حکیم عمر خیام نے اس کا شکر کا زائچہ بھی تیار کیا تھا جس سے اس کی لیاقت علمی اور فن کا شہرہ ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت حکیم عمر خیام کا انتقال ہوا ہے تو ہر طرف ماتم کی ڈال رکھا گیا۔

حکیم عمر خیام کی سیروسیاحت

عمر خیام نے اپنی طویل عمری سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اس وقت تک جس قدر مسکن دنیا کا علم ہو چکا تھا۔ عمر خیام نے اس کا چبہ چبہ دیکھ ڈالا اور سیروسیاحت کے حق ادا کر دیا۔

ایک غیر موثق راوی کی بیان ہے کہ حکیم عمر خیام ہندوستان بھی آیا تھا۔ لیکن یہ روایت بھی شیخ سعدی کے ہندوستان آنے کی روایت کی طرح غیر مستند معلوم معلوم معلوم ہوتی ہے۔ گو خیام نے سفر ہر جگہ کیا لیکن اس وقت تک کوئی قابل قبول

دلیل ثبوت ہمارے سامنے ایسا نہیں آیا کہ جس کا خیام کے ہندوستان آنے کے دعوے کی نائید ہو سکے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حکیم عمر خیام نے جی بچی کیا تھا اور کئی سال تک مکہ گرمہ میں اقامت کی۔ سلاطین سلجوق کے دارالسلطنت مرو میں بھی مقیم رہا۔ وہ بلخ دہخارا بھی گیا۔ نیز اس کا بغداد جانا بھی ثابت ہوتا ہے۔

حکیم جغرافیہ

ہمیں اس سلسلہ میں یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ عمر خیام کا ملک ایران جس معنی میں ہم آج کل اس ملک کو سمجھتے ہیں نہ تھا بلکہ اس میں موجود ایران اور تمام وسط ایشیاء کے ممالک تھے۔ ایران کے در دراز مقامات پر عرصہ سے طوائف الملوک اور زمانہ جنگی کی سخت مسلط تھی۔ جگہ جگہ سردار اور قبائلی شہزادے حاکم بن بیٹھے تھے بغداد بے بس تھا۔ سلطنت ایران چونی اخصیقت زبان و تمدن کے لحاظ سے ایک مکمل سلطنت کہی جاسکتی تھی۔ غزنی ہرات افغانستان اور بلخ تک پھیلی ہوئی تھی جسے آج کل ترکستان کہا جاتا ہے۔ سطح مرقع اور کومستانی علاقے سیستان کے گرم میدان اور خراسان کا مشہور زر۔ نیز خراسان تھی وہ کائنات جس کو حکیم عمر خیام کا وطن کہا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد سے جغرافیہ یہاں گیا ہے۔

سلطنت

شمال کے کوہستانی مقامات پر سلطان محمود غزنوی کی حکمرانی تھی جو صحیح معنی میں سلطنت کی پھر میل طاقت کا مرکز تھا۔ نابھ کا بقیہ حصہ شام فلسطین اور ایشیاء کوچک ایک جدید بڑھتی ہوئی طاقت کے زیر نگین آ رہے تھے۔ حکیم عمر خیام نے ان علاقوں کی بھی سیاحت کی اور ایک دارالسلطنت سے دوسری دارالسلطنت میں پہنچا اور پھر ہر جگہ سے تمدن۔ زبان اور علوم و فنون کا گہری اور عالمانہ نفیر سے مطالعہ کیا ہر گاؤں اور موضع کے بالکالوں اور اہل حرفہ و علم سے بے بیز آگے نہیں بڑھتا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عمر خیام کا علم کس قدر پختہ۔ رائے کیسی صائب ہے اور اس کی تعلیمات و تاثرات و مشاہدات جس کی مرقع پر باقیات ہیں یکساں زبردست مجتہدانہ پیر و دار اپنے میں سے ہوسکے

ہے۔

حکیم عمر خیام کا مولدیں

عمر خیام کی پیدائش نیشاپور میں ہوئی۔ یہی اس کا وطن المولف تھا جس کو غیر فانی شہرت خیام کے عظیم شہسب ہوئی۔ اس کی زندگی کا بیشتر حصہ ہی نیشاپور کی گلیوں میں گزرا۔ ایک شہر کو ایک جزا زیار کہتا چاہیے۔ وہ شات و رونق کہاں صرف ۴۰ ہزار کی ایک معمولی انسانی آبادی پر ابھی تک یہ تجارت کا مرکز ہے لیکن گیارہویں صدی عیسوی میں یہ ایک بڑا بڑی ہوئی سلطنت کا پایہ تخت و مرکز تھا۔ دولت و شہرت، علوم و فنون اور رونق و شان کے بلوے و مظاہرے بے بجا نظر آتے تھے۔ نیشاپور اس زمانہ میں نہ صرف تجارت کا مرکز تھا بلکہ پیاری پیداوار برافسوں یا شخصوں رونق کی پیداوار کی وجہ سے بھی مشہور تھا۔ اسکا نچلے درجے کا تہذیب و تمدن دیکھ کر دگر کے سیدانوں کے خوبصورت سر پہ پوش پیادوں کے سقے و زور و تکرار چمکے گئے تھے۔ اور مناظر نہایت درجہ خوبصورت و دلنواز تھے۔ نیشاپور کے گھر گھر میں خوشحالی اور فراوانی تھی۔ باہموم گھر کا بنا ہوا کپڑا شالیں اور قمیص وغیرہ استعمال میں آتے تھے۔ تالیفیں گھروں میں ہر جگہ بے جاتے تھے۔ غرضیت پر تمام رخساریں مست و زیادہ خوبصورت شہرت۔ شہر میں ادبچی و بچی سماریں، عایشان محلات، سرکاری دفاتر، خود غریب مکی بکھرے گاہ اس کا ذاتی کالج اور سینکڑوں صاحب دولت بزرگواروں کے ایک عظیم الشان یونیورسٹی بھی تھی جس میں فلسفہ، طب، ریاضیات، طبیعیات وغیرہ کے شعبوں میں، علمی استعدادیں پیدا ہوتی تھیں۔

نظام الملک نے ایک بڑی زبردست رصد گاہ کی بنیادی کتبیں جس میں غریب، مہتمم ہو، ہیئت کا ریسرچ کرتا رہتا تھا۔

عمر خیام کی عظمت

عمر خیام جوں جوں اپنی زندگی کے مدارج طے کرتا رہا، شہرت، عزت، توقیر اور علمی و صفت ترقی کرتے چلے گئے۔ اس کے معاصرین نے بالآخر یہ محسوس کر لیا کہ عمر خیام کی، تنہا عزت و وقعت شہرت و ناموری اور ہر دلعزیزی محض اسکی

ذاتی قابلیت، خداداد ذہانت، علمیت اور فنی خوش نبیسی سے ہی عمر خیام نے فلسفہ کا بڑا عمیق مطالعہ کیا۔ منطق اور اصول فلسفہ کو خوب پڑھا۔ دنیات کا گہرا مطالعہ کیا، اور اس کے بعد وہ خالص سائنسی فکر و ریسرچ میں لگ گیا۔ نہایت سے چونکہ اسے دلی لگناؤ تھا۔ ریاضی اس کے دل کی کورتھی اس لئے آخر وقت تک وہ ان محبوب مشاغل سے جدا نہ ہو سکا اسکی انتہا کی علمی تحقیق و تدقیق اور ریاضی ہیئت کی اس لا جواب و ہمیش ریسرچ کی وجہ تھی کہ وہ اس زمانہ میں نامور ریاضی اور علمی اعزاز کے معراج پر پہنچ گیا۔

عمر خیام کا سب سے بڑا کام زمانہ یونانی کائنات کی درستی میں ہی ابھرا اور دیگر فنون میں بھی اس نے وہ تحقیق کی کہ اسے ان علوم کا بجا طور پر امام سمجھا جاتا ہے اور لاریب وہ اس کا مستحق بھی ہے۔

کلیئٹر کی درستی

سلطان ملک شاہ کو تقدیم جاریہ سے، طہیزان نہ تھا اسے کاروبار سلطنت میں بھی وقتیں پیش آتی تھیں۔ اس لئے اس نے اپنے عہد کے سب سے بڑے ہیئت دان کو اپنے پاس بلا لیا اور اس سے کلیئٹر کی درستی کے لئے درخواست کی چنانچہ خیام نے جو جملائی تقدیم تیار کی تھی وہ اس وقت دنیا کی بہترین تقدیم مانی گئی تھی اور اس وقت بھی اس کے اصول کو تقدیم ہیئت کے معجزہ کے درجہ میں رکھا جاتا ہے۔ عمر خیام کی ہیئت دانی کا لوہا اس کے مشہور حکمت جس ابن لطفی نے بھی مانا ہے چنانچہ اس نے اقرار کیا ہے کہ "وہ نے ایسا ریاضی ہیئت کا ماہر بنا نہیں کیا، (تفصیلات آگے لا خطہ کیجئے)

عمر خیام کی تصنیفات

عمر خیام کی تمام زندہ گی ہیئت، ریاضی اور شعر گوئی میں ختم ہو گئی معلوم ہوا ہے کہ عمر خیام نے دس کتابیں تصنیف کیں۔ سات میں تین کتابیں علوم طبیعیات سے متعلق ہیں۔ چار ریاضی کے شعبوں کے متعلق ہیں اور دو فلسفہ پر ہیں۔ اور ایک کتاب اشعار کی ایک نہایت ظریف و منزہ بیاض یا رسالہ کی شکل میں لکھی۔ ان تمام تحریروں میں سے عہد تین کتابیں ہمارے زمانہ تک پہنچی ہیں۔ ایک چیز تو اس کی دستی مسودہ ہے جو اقتبوس کے شکل و نقوش کی

تشریح پر اس نے تحریر کیا تھا۔ دوسری کتاب بکیر پر ہے۔

یہ عمر خیام ہی تھا جس نے ابجرامیہ ایک نہایت زبردست اجتہاد کیا

تھا یعنی "مساوی رقوم اربعہ" کا استعمال۔

تیسری تصنیف ان رباعیات کا مجموعہ ہے جس پر موجودہ علمیں اس کی

شہرت و ناموری کا فائدہ میں کل تعمیر ہوا ہے۔

اس عہد میں عمر خیام کی رباعیات کو وہ شہرت حاصل نہ ہو سکی جو اس کے

ریاضی کے مسائل اور نسبت دانی کو ہوئی۔ اس وقت لوگ عمر خیام کے نام کو رباعیات

کی وابستگی سے نہیں بلکہ ایک عالم فلسفی ایک تمثیل ہنریت داں اور صاحب

رباعی داں کی حیثیت سے جانتے تھے۔ امتداد زمانہ سے ماضی کی گراں

تصانیف اس کی لطیف عبق و کش اور شریح حیات رباعیات کی شہرت کے

نیچے دب گئی ہیں۔

عمر خیام کا کردار

حکیم عمر خیام ایک سائنس دان ہی نہ تھا بلکہ اس سے کہیں زیادہ وہ صاحبِ دل اور ادبِ دل زدق بھی تھا۔ شہریت سینہ میں لئے پھرتا تھا اور زندگی کے ہر شعبہ میں اس شہریت سے مزالینا تھا۔

عمر خیام کے کردار پر حکیم ابن سینا کا بڑا اثر ہے۔ حکیم اعظم ایک بردست فلسفی اور سائنس دان تھا۔ جس کی ریسرچ اور علمی کاوشوں کا آج بھی دنیا لوہا مان رہی ہے۔ حکیم عمر خیام کی زندگی پر اثر انداز ہونے والی اگر کوئی شے تھی تو وہ حکیم ابن سینا کی لائف تھی۔ حکیم ابن سینا حکیم عمر خیام کی عمر کے لگ بھگ بھی تھا۔ وہ ۱۰۳۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ گویا اپنی زندگی کا بیشتر حصہ خالص علمی کاموں اور فلسفہ و طب کی بال کی کھال نکالنے میں صرف کر دی۔ سیاسیات اور امور ملکی و دنیاوی ساز باز معاملات میں بھی بڑا دخل دیتا اور درک رکھتا تھا۔ حکیم ابن سینا سائنس اور سیاست کی جس چیز سے محبت کرتا تھا وہ شراب اور عورت تھی۔ شہریت کے تمام لوازمات چال ہونے اور ایک حساس طبیعت کا مالک ہونے کی وجہ سے اس کے اشعار بھی ایک نہایت دلقریب تر پ اپنے اندر بہیا رکھتے ہیں۔ جب خشک علمی مسائل کی تگ و دو سے تنگ آجاتا تھا تو شعر و شہریت میں ڈوب جاتا تھا۔

حکیم ابن سینا کی زندگی اور حکیم عمر خیام کی زندگی ذکرِ دار کی موزونیت ہم آہنگی یا بھی رابطہ و نسیم کی کیفیات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کے اشعار جو عیار و خیالات ہیں ہم آہنگ نظر آتے ہیں بلکہ حکیم عمر خیام کی بعض رباعیات کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ حکیم ابن سینا کی ہیں اور بعد میں سودا کی نقل در نقل ہوتے ہوئے وہ اصل متن میں جگہ پانچویں ہیں۔ مگر دونوں کے نظریے کی مماثلت در موزونیت یک نیت جذبات و نسیات داد خواہ ہیں۔

حکیم ابن سینا اور حکیم عمر خیام دونوں بڑے بڑے عقل پرست اور آزاد خیال مفکر تھے کسی رسمی مذہب و مسلک سے وابستہ نہ تھے۔ بیوقوفی مشرب، شہریت کا ب

منکر سازش اس لئے جنہیں دنیا کے تمام مذاہب سے الفت اپنی کئی نفرت اپنی گئی۔
حکیم ابن سینا کو انسان کی اخلاقی سطح و پابندی نہ عادات منسزہ کا بڑا خیال رہتا
تھا اور ان کا بڑا پابند تھا کہ اس اصول اخلاق کو خود علم خیاام اپنی نہایت اچھی طرح مانتا
تھا اور ان پر عمل تھا۔

الف لیلہ کے اولین مترجم ڈاکٹر برٹن ایک جگہ تحریر کرتے ہیں کہ حکیم ابن سینا
اور حکیم عمر خیام کی رباعیات کی ایک خصوصیت ہوان کے کردار پر ایک دلچسپ روشنی
ڈالتی ہے یہ ہے کہ عام مردانہ دہشتہ ان کے خلاف ان کی رباعیات میں بہت دالفت
کا خطاب اور ان کی بیانی صورت ہے جیسا کہ تمام دنیا کی شاعری میں ہے۔ ایرانی
اور پرستی اور خطاب کا انداز و لٹریچر کی حیثیت سے ایک روایت اور یہ بن گئی
مگر اس نے رفتہ رفتہ ایک مستقل قومی بیدار دہشتہ کی افسوسناک شکل اختیار کر لی
شاعری کا قویوں کی حیات و نفسیات پر ماری، اثر مترتب ہوتا ہے وہ اس انداز
خطاب سے بالآخر ایرات میں پیدا کر دیا۔ اس کی تاویل حمایت میں خود ایک ہی
انداز استدلال اختیار کیا جائے گا کہ یہ ہے کہ اس عجیب غریب شاعری کا وجود
بالکل نرالا ہے جس کا خطاب کسی بے ریش دہشتہ کے سے ہو، اور عورت سے نہ ہو۔

حکیم عمر خیام کا کردار اور اس کی رباعیات اس مرد پرستی اور مرد خطاب کی
واقعی پاک ہیں وہ اس دہشتہ پر خا میں ملحدہ راہ و نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
خیام کی رباعیات کے یورپین اپیل میں اس نے بڑی مدد دی۔ اگر مرد خطاب کی
ہوتی تو یورپ اس قدر جلد اسے پسند نہ کر سکتا۔

حکیم عمر خیام کے کردار کا ایک نہایت اہم و قابل ملاحظہ پہلو جو اس کی رباعیات
سے متشرب ہے یہ ہے کہ وہ ریاکار نہیں ہے اس لئے وہ جنہوں نے خرقہ پوشوں اور
نزدیک کے مفرد غنہ کشیکہ داروں کے خلاف جس بیباکی اور زندانہ پرستی کے ساتھ
کہہ چکا ہے وہ اس کی دالہانہ صوفی مشربی اور مجتہدانہ شان یر دال ہی ریاکاری
اور مرستی و رندی کے جو اہر، جا بجا اس کی رباعیات میں جکتے ہوئے نظر آتے ہیں
اسے ریاکارانہ زندگی خرقہ پوشوں، دہشتہ کے نزدیک پرستوں سے بوزندوں اور
شرابیوں کے خلاف لب کشائی کرتے ہیں۔ سمیت نفرت پر اور وہ اپنی پر جوش

رباعیات میں ان ریاکاروں کی خوب خبر لیتا ہے ۔

ایک فرانسیسی پروفیسر کیا خوب بات کہتا ہے کہ ریاکاری دجل و فریب اور خود ستانی وغیرہ کے خلاف اس کا یہ پندار غالباً ریاضی دان ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہوگا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ ریاضی کے سوا دنیا میں کوئی علم نہیں ہے جس میں ریاکاری و دجل و فریب نہ ہو ۔ ریاضی کے برابر کوئی سچا بے لاگ اور معین و ثابت فلسفہ و سائنس نہیں ہے ۔ جو شخص ریاضی کی منطق و نفسیات کا حامل ہو وہ دنیا کی ہر شے میں ریاکاری اور دجل و فریب سے الگ رہے گا ۔ چنانچہ حکیم عمر خیام میں دنیا کی ہر چیز کو ریاضی کے معین اصول کی طرح سب پر کھنے کی جو عادت پڑ گئی تھی اس سے اس کا ترصیب الین اور آڈریل نہایت عفات اور میناک ہو گیا ۔ چنانچہ اس نے ہر شے کی ریاکارانہ نوعیتوں کو بے نقاب کر دیا ۔ جو اس کی رباعیات میں ہر جگہ نمایاں ہے ۔

عمر خیام مذہبی نقطہ نظر سے

مورخ اسلام جناب مولانا عبد الرزاق صاحب کاتبی شہرہ آفاق مصنف
 (البرکۃ) اس باب میں نہایت حدیث اے دیتے ہیں۔ ملخصہ ہونے پر ملک ہوسے
 حصہ دوم ذکر خیام صفحہ ۳۸۳ :-

”خیام کی رہائشات سے اس کے عقائد پر استدلال کرنا محسوس ہے
 کیونکہ شاعری کے پردہ میں معلوم نہیں مشاعر کیا کہے جاتا ہے خیام
 کو بعض محسد و زندیق کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک وہ طلبہ صوفیہ
 کرام میں داخل ہے اور رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب سے دیکھا جاتا ہے
 بہر حال کفر و ستم کے فیصلہ کرنے میں ذاتی حالات کی بھی
 تفتیش کرنا ضروری ہے اور محض ظاہری الفاظ کی بناء پر قطعی حکم دینا
 وضع الشی فی غیر محلہ کا مصداق ہے۔“

عموماً متصوفین اور ستمدار ایران ایسے مضامین لکھ جاتے ہیں
 جتنا کوراز و نیاز کی باتیں کہتے چاہیے مگر علمائے شریعت بھی خیام
 کی بناء پر کثرت و تشل کا فرمان صادر کرتے ہیں۔ ہماری رائے میں
 اگر ان شاعرانہ خیالات پر حکیم مثنویؒ کو اسکا دہ درندہ سے
 منسوب کیا جاتا ہے تو حافظ شیرازیؒ مولانا رومیؒ مولانا عطارؒ
 وغیرہ جیسے نامور صوفی بھی اسی دائرہ میں آجاتے ہیں اور اگر
 محض ساقی و شراب کی عراجی سے یہ فرد جرم لگائی گئی ہے
 تو حقیقت میں یہ کوئی جرم نہیں کیونکہ مشرقی شاعری کا تیسر
 شراب ہے ہوا ہے۔ تصوف کے خشاک مندین سو رنگ کی زبان
 کچھڑی سے بھی زیادہ ناگوار ہوتے ہیں۔ لیکن یہ صرف شراب
 کی برکت ہے کہ یہ خشاک نور سے لہرے تر و تازہ ہو سکر
 پر ڈالتے ہو جاتے ہیں اور اب بجا ہر ان کو باب باب کہ

کھاتے ہیں۔

شراب اور اس کی کیفیات اور جذبات پر عام شعر نے طبع آزمائی کی ہیں اور چونکہ عمر خیام بھی شاعر ہے لہذا اس کی رباعیات بھی شراب کی چاشنی سے خالی نہیں ہو سکتی ہیں۔

اول ذیل کی رباعیاں پڑھو پھر عمر خیام اور اس کی شراب نوشی پر نظر ڈالو کہ وہ کس قسم کا رند شرابی ہے۔

می میخورم و مخالفان از چپ و راست گونید مخور بادا کہ دین اعداست
چون دستم کہ می عدد کنی هست و الله میخورم خور عدو را کہ رو است

فصل گل و طرب جو بیار و بکشت یا یک دہلڑی لبتے حور و سرشت
پیش آرقدح بازہ نوشان جمیع آسودہ ز مسجند و نایع ز کشت

مے گرچہ حرام است وے تاکہ خورد انگاہ چہ مقدار و دیگر پاکہ خورد
ہر گاہ کہ میں سر مشر کا شدر راست بگو پس نے خورد مردم دانا کہ خورد

اصل میں حکیم عمر خیام صوفی ترمیب ہے۔ سوحد ہے۔ رسالت کی تصدیق کرتا ہے۔
حشر و شکر کا قائل ہے عذاب و ثواب کو جانتا ہے۔ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے
خدا کے معافی کا طالب ہے اور اس کو عالم الغیب جانتا ہے۔ اس کا مقام خدا و قدر
کا قائل ہے اور یہی اصول ترمیب کے اعتقاد کے رئیس ہیں اور انہی پر کفر و اسلام کا
فیصلہ ہے۔ اور جب وہ اس سب کا قائل ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی
کہ اس کو راندہ، سلیمت خارج سمجھا جاسکے!

حکیم عمر خیام کا فضل و کمال

صاحب نظام الملک طوسی کی رائے بالکل صواب ہے کہ فضل و کمال اور حکمت و فلسفہ کے ادراک دشواری میں حکیم ابو علی سینا اور ان کے ہم پلہ اگر کوئی شخص گذرا ہی تو وہ حکیم عمر خیام ہی شیخ ابو علی سینا کو ایشیا و یورپ میں حکمت و فلسفہ کا بہترین استاد تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے سمجھا جاسکتا ہے کہ حکیم خیام کا پایہ علم و فلسفہ میں کس قدر بلند تصور کیا جاتا ہے۔

حکیم عمر خیام کی زندگی جامع کمالات تھی۔ زمانہ صدیوں کے انقلاب کے باوجود ایسی شکل پیدا کرتے سے قاصر ہے۔ حکیم عمر خیام کو علوم عقلیہ و نقلیہ میں بڑا درجہ تھا۔ فقہ۔ تفسیر۔ قرأت۔ ادب۔ تاریخ۔ خاص کر نجوم اور ہیئت و فلکیات میں آپ کو امام و قوت تسلیم کیا جاتا تھا۔ اور اس وقت بھی صاحب عقل و دانش اس رائے سے متفق نظر آتے ہیں۔

حکیم عمر خیام کی غیر معمولی ذہانت و طبیعت کی لطافت و زوq تابی کی دو چار مثالیں اور فضل و حکمت کے ایک مشہور منبر ری واقعہ کے اظہار سے ہم بتانا چاہتے ہیں کہ حکیم عمر خیام کس قدر بڑا ادیب قابل فکر، بذیہ سخن فلسفی اور حکمت آموز ذہین و فطین انسان تھا۔

قرأت

حکیم عمر خیام کی ذہانت و عالی دماغی جو ہر کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگی۔ ایک دفعہ شہاب لا سلام عبید الرزاق وزیر سلطان سنجر کے ہاں ایک صحبت علیہ تھی۔ حضرت ابوالحسن غزالیؒ جو اس وقت قرأت کے امام تھے وہ بھی موجود تھے اتفاق سے خیام بھی آگئے۔ وزیر عبید الرزاق نے حکیم عمر خیام کو دیکھتے ہی ایک نہایت لطیف فقرہ کہا:۔ (الخیر صقیطنا)

(یعنی واقعہ کا راگیا، سبب پیدا اسی کے یا نہ تے یہ ہو گیا۔)

موضوع بحث حکیم عمر خیام کے سامنے بھی پیش کیا گیا۔ قرأتِ سیدہ اور شواذ پر حکیم نے جس قدر عالمانہ واقفیت کا رازانہ تقریر کی محفلِ رنگ و گئی۔ حکیم عمر خیام سے دنیا فلسفی، ہنریت دان، شاعر، ادیب، مفکر اور حکیم کی حیثیت سے واقف تھی لیکن قرأتِ پراس قدر مجتہدانہ آگاہی کا پہلو جب پہلی بار پارسین فن کی ایک محفل میں ظاہر ہوا تو علامہ غزالی بھی پھر اُسے کہنے لگے کہ حکماء تو کس گنتی میں ہیں؟ قرآن کو بھی بہ علمی معلومات اور فن کا رازانہ آگاہی حاصل نہیں۔ (شہرِ زوری ماخوذ از شعر انجم شبلی)

تفسیر

علامہ شبلی مندرجہ بالا مقام میں تفسیرِ ذاتی پر بھی ایک شائعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مراد کے حمام میں حکیم عمر خیام اور قاضی عبدالرشید کی ملاقات ہو گئی۔ قاضی صاحب نے مسودتین کے معنی اور تکرار لفظی کی وجہ دریافت کی۔ حکیم خیام نے اس کے جواب میں جو وہ لالہ رہیا ختمہ درجستہ تقریر کی ہزاروں دوران تقریر میں مفسرین کے اقوال و دلائل و شواہد جس تفصیل اور وسعت کے ساتھ بیان کئے ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ مفسر کی حیثیت بھی حکیم کی نگاہ کس قدر بلند ہو چکی تھی۔

ذرا سیٹ فطانت

روایت ہے کہ ایک دفعہ اصفہان میں ایک کتاب حکیم عمر خیام کی نظم سے گزری کتاب نہایت نایاب تھی اور اُس کے پلندہ پایہ مضامین سے حکیم عمر خیام مستفید ہونا چاہتے تھے۔ دستیابی کی کوئی شکل نہ تھی۔ سات مرتبہ پے در پے اس کا مطالعہ کیا۔ جب نیشاپور واپس آئے تو تمام کتاب اہل سے آخر تک زیادتی لکھوا دی۔ اصل کتاب سے جب مقابلہ کیا گیا تو فرق نہایت معمولی تھا!

فلسفہ

بسیا کہ اوپر بیان کیا گیا حکیم عمر خیام کو فلاسفہ اسلام میں ایک بلند جگہ دی گئی ہے۔ شیخ ابو علی سینا اور ابو نصر فارابی کی برابر انہیں جگہ دینے کے لئے لوگ تیار ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ان کی حکمت آموز ریاضیات اور جامع علوم و کمال زندگی کو دیکھنے سے ہم اُن کی ہمہ دانی اور فلسفہ دانی کے قائل ہو جاتے ہیں مگر حکیم خیام کو فلسفہ کی زہم سے خاص شہرت و ناموری حاصل نہ ہوئی تھی۔ البتہ جہاں تک

اس میں درک کئے اور موثر معلومات و بلند پایہ درجہ حاصل ہونے کا تعلق ہر اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ حکمت و فلسفہ میں بھی امام تھا۔

شہر زوری تاریخ العلماء میں لکھتے ہیں :-

كَانَ تَلُوَ ابْنِي عَلِيٍّ فِي اجْزَاءِ علومِ الحكمة .

ترجمہ : علوم و حکمت میں شیخ الزمیں کے قدم بقدم تھے۔

حضرت امام غزالیؒ سے مناظرہ

حکیم عمر خیام کی آزاد خیالی، آزاد نگاری اور علماء و فقہاء کے رزق سے جدا رہش اور مجتہدانہ شان کا حال بیات ہو چکا ہے حکیم مدوح کی آزاد منشی کی یہ اثر ہو کہ خدائے مہی اور مشکینی گروہ حکیم کی فلسفیت اور نجوم پرستی و بد شربی سے بیزار ہو گیا۔ اور ان کے غلات، مذہبی طبقہ میں ایک عام مخالفت پیدا ہو گئی حکیم خیامؒ کے پیغمبروں میں علامہ امام غزالیؒ عدالت میں میرے سر تاج تھے۔ ایک دن آپؒ خاطر جواب دے کہ: "نئے حکیم عمر خیام سے مناظرہ کرنے کے لئے تشریف لے آئے۔ آپ نے آئے ہی، ایک نہایت فکر انگیز سوال کیا کہ۔

”جب آسمان کے تمام اجزاء مشتایہ اور متحدہ حقیقت ہیں تو پھر اس کی کیا

وجہ ہے کہ بعض اجزاء قطبین قرار پائے۔“

حکیم عمر خیام نے سوالوں منکر اپنی عادت کے مطابق (کیونکہ حکیم کو فلسفہ کے مسائل پر لب کشائی کرے میں از حد بکلفت ہوا کرتا تھا) کچھ دیر تامل کر کے جواب دیا کہ :-

”میں اس مسئلہ کو نہایت تفصیل سے اپنی کتاب ”جوانش النفاث“

میں لکھ چکا ہوں۔“

مگر یہ جواب یک سوال کے لئے کافی نہ تھا۔ لہذا خیام نے ابتدا کی مر طلب بیان کر کے اس مسئلہ

سے ابتدا کی کہ حرکت عقوبہ سے ہے۔ اور تقریر کو جس قدر دست دی کہ نماز ظہر کی اذان

ہو گئی اور سبب ہنوز نامتناہی لیکن حضرت امام صاحب یہ کہہ کر کہنا سے بول گئے کہ

جَاءَ الشَّقَّ وَنَزَّ هَوَى الْبَاطِلِ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ مَرْمُوقًا

پسح کی آمد سے جہوت فرار ہو گیا۔ پسح آنے سے جہوت فرار ہو جاتا ہے (

”نظام الملک موسیٰ جلد دوم صفحہ ۹۶ ص ۹۶“

تخصیص بان یونانی

حکیم عمر خیام کو علمی بائیں سیکھنے کا بھی ملکہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اُسے یونانی زبان بہت اچھی آتی تھی اور جس نے حکمت یونان تراجم کی مدرسے پڑھی ہیں ان پر حکیم کو متب یعنی بہت غروریت رہتی ہے کیونکہ اس طرح حکیم کو اول درجہ کی معلومات براہ راست ملی تھیں۔

حکیم عمر خیام بحیثیت منجم و ہنر مند

اپنے وقت میں حکیم ہمدرد کو سب سے زیادہ جس چیز نے عزت و شہرت دی وہ اس کی ہنریت و ریاضی دانی تھی اور واقعہ بھی یہی کہ نجوم اور ہنریت کا وہ اس وقت کی بے مثل استاد سمجھا جاتا ہے اور گو اس علم میں جدید تحقیقات و انکشافات سے نئی نئی راہیں نکل آئی ہیں اور منجمین قدیم کے بہت سے نظریے رد ہو چکے ہیں مگر عمر خیام کی تحقیقات اور اس کے پیش کردہ اصول و ہنریت کو اب بھی بہت بڑا درجہ دیا جاتا ہے اور ایک بے بہی اس سے استفادہ کرتے ہیں۔

حکیم عمر خیام کو اس باب میں جس قدر درک اور شہرت حاصل تھی اس کا حال علامہ جلال الدین قفطی کی زبان سے سینے فرماتے ہیں کہ
 وَكَانَ عَلِيٌّ الْقَصِيرُ فِي عِلْمِ النُّجُومِ وَالْحِكْمَةِ بِهِ يَضْرِبُ الْمَثَلُ فِي هَذَا كَالْأَنْعَامِ
 (ترجمہ) ر عمر خیام علوم نجوم اور فلسفہ میں اپنا جواب نہیں کہتا تھا اور ان علوم میں ضرب المثل تھا۔

دولت شاہ سمرقندی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں :-

”حکیم عمر خیام نیشاپوری بسیار فاضل بودہ و در نجوم و احکام سرآمد و در نگاہ خواہر بودہ۔“

حضرت نظامی عروضی سمرقندی جو خود بہت نہایت بلند فکر شاعر اور حکیم تھے اور عمر خیام کے شاگرد تھے لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے ملک شہ سلطان الوقت کے دربار خلافت سے طلبی کا حکم آیا۔ اس نے منجمین سے ساعت دریافت کی تھی لیکن کوئی دفعہ باعہار دریافت کرنے کے باوجود حسب منشاء ساعت نہ نکل سکی۔ دربار خلافت سے اس کے نکالنے کے لئے بار بار اصرار صادر ہوئے مگر کوئی حکمت اس کے نکالنے کی نہ نکلی اس کا چرچا سلطنت میں عام ہوا۔ لکھتے ہیں کہ غزنی کا ایک خال گر جو بالکل گنہگار و بے حال آدمی تھا اور معمولی فسال کوئی اور بیزگنہاؤں کے زریعہ میں پیش پیدا کرتا تھا ایک رباری غلام کی وساطت سے خلیفہ کی خدمت میں بار بار یہ ہوا اور ساعت

بتا دینے کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ اگر میں ساعت نہ بتا سکوں تو میری گردن اڑادی جائے۔ چنانچہ اس غزنوی فال گو نے ساعت نکالی اور ملک شاہ کو دیدی ملک شاہ نے اسی ساعت سفر کیا اور حبیب کا میاں آپس آیا تو ہنہین کو بلا کر سخت باز پرس کی کہ ان کی بتائی ہوئی اور ایک معمولی فال گو کی بتائی ہوئی ساعت میں کیوں اشتباہ و افتراق پڑا اور وہ صحیح ساعت بتانے سے کیوں قاصر رہی وغیرہ۔ ہنہین نے دست برد عرض کیا کہ یوں تو آپ ہر طرح، لکٹ فختار ہیں لیکن بیمار اب بھی یہی خیال ہے کہ ہم نے جو تاریخ و ساعت نکالی تھی وہ قطعی درست تھی اور غزنوی فال گو کی نکالی ہوئی ساعت بالکل غلط تھی اور بددیانتی سے نکالی گئی تھی۔ اس ساعت سے کوئی منجم اتفاق نہیں کرتا۔ اگر رائے عالی ہو تو تمام کیفیت لکھ کر خواجہ امام عمر خیام سے بھی دریافت فرمالیا جائے۔ چنانچہ ملک شاہ نے اس بات کا یقین کر لیا اور تحقیقات کرائی گئی تو یہ بات صحیح نکلی۔ غزنوی کو منقول سرادی گئی اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت حکیم عمر خیام کو اس فن کا یکتا ہے روزگار سمجھا جاتا تھا یا نہیں۔ (چہار مقالہ نظامی ذکر منجم)

ایک مرتبہ بادشاہ نے شکار کو جانے کا قصد فرمایا۔ سرحدی کا موسم تھا برف باری کا خدشہ تھا۔ بادشاہ نے امام عبداللہ بن محمد کے پاس مرد آدمی بھیجا کہ خیام سے بذریعہ نجوم کوئی ایسا دن متعین کرائیں جس میں برف و بارش کا خطرہ نہ ہو حکیم عمر خیام نے تاریخ نکالی اور خود دربار میں حاضر ہو کر تاریخ مقرر کر دی۔ بادشاہ اس مقررہ تاریخ کو میرد شکار کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ حکیم عمر خیام کو بھی جلو میں لے لیا اتفاق کی بات کہ تھوڑی ہی دور چلے ہوں گے کہ ابر اٹھا اور سخت بارش اور ساتھ ہی ساتھ برف باری ہونے لگی۔ سب لوگ عمر خیام کے غلط انداز سے اور اس کی قابلیت پر حیرت گیر ہوئے اور حکیم کی منشی ڈرائی گئی۔ بادشاہ نے واپس لوٹ آ کر حکیم کو بلا کر حکیم عمر خیام نے باصرار کہا کہ توقف نہ کر ملاحظہ کیجئے۔ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ چنانچہ سب نے دیکھا کہ بارش جس طرح بکریاں سی تھی اسی طرح فوری طور پر بند ہو گئی۔ برف ختم ہو گئی اور پانچ لوم تک زمین پر ایک قطرہ تک بھی نہیں گرا۔ اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ احکام نجوم بتانے میں حکیم کا

اندازہ وقت استنباط کمال درجہ پہنچ گئی تھی۔

حکیم خیام اور اصلاح تقویم

حکیم عمر خیام کی ہیئت دانی اور اس کی زندگی کا ایک مددگار واقعہ اصلاح تقویم ہے۔ ایران میں اس سے قبل یزدگیری شمسی سنہ منہج تھا جس کے بارے میں مہینوں کے نام جو چار موسموں پر تقسیم کئے جاتے تھے یہ ہیں:-

- | | | | |
|---|-----|--------|---------|
| { | (۱) | فروردی | فروردین |
| | (۲) | اردی | بہشت |
| | (۳) | خرداد | |

- | | | |
|---|-----|--------|
| { | (۴) | تیر |
| | (۵) | امرداد |
| | (۶) | شہریور |

- | | | |
|---|-----|------|
| { | (۷) | مہر |
| | (۸) | آبان |
| | (۹) | آذر |

- | | | |
|---|------|----------------------|
| { | (۱۰) | دے |
| | ۱۱ | بہمن |
| | ۱۲ | اسفندیار، اسفندوارند |

یہ سنہ فارسی قدیم زمانہ سے مروج تھا لیکن اس میں کئی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں یعنی سال اپنی فصلوں سے ہٹنے لگا تھا اور لوگوں کی شکایات بہت بڑھ گئی تھیں تقویم کی اصلاح کی ہر بادشاہ نے ضرورت محسوس کی مگر ہاکشاہ سیجوق کے عہد و کسی نے اس شرفِ علمی قدیم نہیں دیا یا شاید اس زمانہ میں ملک شاہ نے تمام سلطنت کے بہترین منجم و ہیئت دانوں کو ایک کمیشن



دا څه مذهبې او دینونه - یا این سېټې - څه څه او څه
شود کس مذهبې و مذهبې نورو - نو په پټېا مېنځورک او مېنځ

سب سے آخر سہ میں انگریزی جہت گیری کی اصلاح کی تھی۔ شاہین روس کی کمیٹی و لگا
بادشاہ کی مدد سے اپنی تقویم کو جاری کیا جو باسٹھنٹھائے روس اور یونان اب
بھی تمام یورپ میں جاری ہے۔ اس سے قبل جو تقویم جاری تھی اس کو روم کے
قیصر جولیس سیزرنے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے چھیالیس برس پہلے منسوخ
کر کے اپنی تقویم جاری کرانی تھی جس کا انگریزی میں تمام جو لین کیلنڈر ہے۔
بعض ملکا کی رائے ہے کہ خیام کے سنہ جدالی سے استفادہ کر کے گری گوری
سے اپنا قاعدہ بنایا ہے۔ رول مینی قاعدہ - قارمولان۔

عمر خیام کی قدر و منزلت

حکیم عمر خیام ترمذی سنیہ فارسی اور تحصیل شدہ کا وہ بے بدشاہ نے بڑی قدر افزائی کی۔ جاگیر دار بنائے جانے کے علاوہ ملک شام کے درمیوں کا درجہ دیا۔ سب سے اس کے لئے بھی حکیم عمر خیام کی عزت افزائی اور دیاری اعزاز کو برقرار کیا۔ ایک دربار شاہ شمس الملوک تباہات بیمار اپنی نیم کے ساتھ اسی قسم کا یہ تاؤ کرتا تھا اور یہ وہ اعزاز تھا کہ چین پر خوار و یہ خیال بن تیسویں جب علامہ اور خاتمال اہل بزرگ بھی رشک کرتا تھا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اہل فن کے علاوہ بادشاہوں اور محبتوں میں سے کیسا مرتبہ و درجہ حاصل تھا۔

حکیم خیام کی روزمرہ زندگی

اس قبل القدر حکیم و دانشور کی زندگی کا تفصیل سے بہت کم صحیح حالات پہنچے ہیں۔ جو موم ہو سکے ہیں ان سے اس حقیقت کو کیسے اختلاف ہوتا ہے کہ عمر خیام نے بھر دی زندگی بسر کی کسی سے شادی نہیں کی اہل دیار کے جھگڑوں سے قطعاً علیحدہ ہو کر خاموش رہنے شغف و سرسبز جانے کرتا تھا۔ اہل زندگی میں بھٹکنا غصت کہاں شعیب ہو سکتی تھی۔

روزمرہ کی زندگی نہایت خاموشی کے ساتھ گزرتی تھی۔ بچہ بچہ ہم جانا احباب کی صحبت کے علاوہ کسی سے ملنا جتنا کہ مریدوں کے کام آتا تھا اور اس سے ملنا جتنا تھا مگر اس زمانہ کے عام باریوں سے ایک اہل جدا پرانا طریقہ میں نے بادشاہوں سے ملنے کو بھی نہیں دیا۔ یہ وہ شخصہ الجیرا کے سوال تل کرشن یا کو اکب بنور کی رشتوں کے زائچہ اور جہدوں و طبیعت کی رفتار وغیرہ دریافت کر کے یہ گزارتا تھا۔ رشتہ کو ایک ثابت بن جہدینار پر کوفتے بکرستہ شمار ہی کرتا تھا۔ نہ لڑتے تھے نہ بڑے تھے۔ چاہتے تھے کہ انہیں باقاعدہ نمینہ کرتا تھا۔ نہ بڑے ہر کہانہ اور خیال رہ نہ تھے۔ ہوشی اور عقل و غش کا رشتہ کرتا تھا۔ نہ بڑے ہر کہانہ اور خیال رہ نہ تھے۔ ہوشی اور عقل و

شاعری کے چرچے میں گذارتا تھا۔ شب کو سڑے چارپائچ گھنٹے سے زیا تو نہیں
سوتا تھا۔

عادات نہایت خوش پسند تھیں بہت خلوص و حلم کے ساتھ ملتا تھا۔ گو ملتا کم
تھا مگر جس سے ملاقات ہو جاتی تھی اس سے دوستی قائم رکھتا تھا۔ عوام سے گہرا
تعلق رکھتا تھا۔ ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے لئے بعض اوقات ایسی ایسی
جگہوں پر جاتا تھا۔ یہاں اس جیسے آدمی کیا معنی کسی مسند ز شہری کے پہنچنے
اور دیکھنے جانے کا بھی امکان نہ ہوتا تھا، لیکن حیات انسانی کے گہرے مطالعہ اندر
عمیق مشاہدہ کے لئے اسے سب جگہ جاتا پڑتا تھا اور اس میں بڑا خطرہ محسوس کرتا تھا
پہنا پنچہ ہی وجہ ہو کر اس کی ربا عیات زندہ گی کے ایک ایک نکتہ پر حاوی اور محالاً
حیات پر ایک مکمل و غیر فانی بحث سے ہوئے نظر آتی ہیں۔

حکیم عمر خیام کی وفات کا واقعہ

حکیم عمر خیام کی زندگی جس قدر غیر معمولی رنگ بنے ہوئے ہے اسی طرح واقعہ وفات
بھی حیرت انگیز ہے جس سے اس کی زندگی اور کیر کڑ پر ایک نہایت فکر انگیز روشنی
پڑتی ہے۔ تاریخ انکلا د سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن حکیم عمر خیام شیخ الرمیس بوی علی
سینا کی مکتبہ نشفا، پڑھ رہے تھے جب مسئلہ وحدت و کثرت،، سامنے آیا کتاب
بند کر کے ریکری اور طمانی غلام جس کو وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا اسی
دست پر کھڑکھڑا کر بیٹھا، وضو کیا، نماز پڑھی، وصیت بھی کی اور شام تک کچھ
نہ کھیا، عشاک نماز پڑھ کر سجدہ میں گیا اور نہایت دالمانہ ذوق کے ساتھ
نہراؤ پکارا اللہم نعلکم ائحی عمر فیک مدیخ اہ کانی فان غری فی فان
محر فی ائحی و سیک ائحی اندایا میں قدر امکان رکھتا تھا، اس کے مطابق
تجھ کو بھی زلیں اسی وسیلہ سے مجھے بخش دے) اور یہی کہتے کہتے روح جسم
بکلی اور منزل مقصود پر پہنچ گئی۔

اس واقعہ سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ حکیم عمر خیام کو خدا کے وجود
بارحق توحید سے محبت اور دایمانہ عقیدت، عبودیت کا احساس کس درجہ
بان و نہایت تھا اور اس پر بیدینی کا اور زندہ کا جواز لازم لگایا جاتا ہے

وہ اس کی زندگی کے واقعات سے کس قدر غلط ثابت ہوتا ہے
حکیم عمر خیام کی وفات پر غوام و خواص نے ماتم کیا۔ شعرا نے مرثیے لکھے۔
اور اس بے نظیر دماغ کو گورستان بسیرہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔
گورستان بسیرہ میں جس زمانہ میں حکیم خیام دفن ہوا اس وقت یہ قبرستان
حقیقت میں چمنستان تھا۔ خیام کی قبر پر نگار اب چھ بابا ہست اور دونوں
وقت پھولوں کی چادریں چڑھتی تھیں۔

حکیم کی نجات کا فیصلہ

کہتے ہیں کہ خیام کی وفات کے بعد اس کی والدہ نے اسے نابینا یوں پر دیا کہ
عدائے تیرے ساتھ اس جہان میں کیا سلوک کیا خیام نے بواب زیاتہ بٹے خدا
نے اس رباعی کے صلہ میں بخش دیا۔

اے سوختہ سوختہ سوختہ اے آتش بزرگ و توافر بختی

تا کے گوئی کہ بر عمر رحمت کن

نہ را تو کنی بزم آہ و بختی

حکیم عمر خیام پر کفر کا فتویٰ

حکیم آزاد منش، شکر، مسکات و نہادانہ اور تصوف پسند فلسفی و شاعر تھا اور بسبب
کی تمام شرعی پابندیوں سے علیحدہ رہتا تھا۔ اور ہر کو ایک شامی یا پرستی مانہ
یونانی فلسفہ کے درس نے، اس وقت کے علماء و فقہاء و امامہ و دیانت میں ایک سخت
برہمنی اس کے خلاف پیدا کر دی۔ تاج الملک ابن زائدین قزوینی نے ۱۶۴۰ء پر فرمایا
ہے کہ اس پر کفر کا فتویٰ بالآخر لگایا گیا۔ اور اسے قتل کرنے کی تجویز چاہتے ہوئے
خیام لچارہ وشن کو خیر باد کہہ کر مکہ بھیجا گیا۔ اور مکہ میں اسے شہر میں رہنے کے
بے پیر کیا۔ آہ اور لوگوں کے خوب کرشمے پر اس نے دست لگا کر سر میں آگیا۔ مگر
پھر اس کی حامد جماعت نے اسے چین سے نہ بھیجے۔

عمر خیام کے پیر کفر کی مضبوطی کا اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی علیحدگیوں گناہوں
اور زہد و پاکا بگہ جگہ اشتراقت کرنا چاہتا تھا اور اپنی تمام کمزوریوں اور گناہوں
پر محبوب ہی اندھا اس کے ہونی کا نہ استہکار ہی۔ خورشید شورش کی جہوتی منع
سازی ریاکاری و سماہری نہ ہوا تھا۔ اس کا چہرہ اس کے دامن پاک

چاک کر دیا تھا۔ اس لئے ملک میں ہل ہل مچ گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے ایک جماعت اپنے
 نہ کام حاسدوں کی پیدا کر لی جس نے اُسے ہر ملک اور دیاری موقع پر سب بھٹم سے
 مجروح کرنے کی کوشش کی کہ اس کی کوہ قدوسی اور فداکارانہ بے نیازی اور اقبال پر
 چمکتے ہاتھ سب کو نیچا دکھانے میں کامیاب ہوا اور اس کی علمیت و شہرت ناموری
 اور اعزاز میں چند صرطنی لمحوں کے علاوہ کبھی فرق نہیں آنے پایا۔ جس وقت اس کا انتقال
 ہوا ہے تمام ملک ہلاستھنا و دریا تھا۔ علماء و فقہاء اور ماہرین علوم شریعت کی جماعت
 بھی ایسے عالم کے اٹھ جانے پر متالم تھی۔ بادشاہ سنجر اور امرا و نظام الملک شاگردوں
 کی ایک کثیر جماعت اور دیگر وابستگان و عوام چشم پر نم تھے۔ جس سے اس کی
 ہر دلعزیزی اور عام محبت کا پتہ چلتا ہے۔

حکیم عمر خیام کا عہد

حکیم عمر خیام کے عہد کے آخری تیس سالوں کے متعلق اس وقت اس کے گرد و پیش کی
 جو حالت تھی، اس پر ڈاکٹر انور ذہن فیلیڈر بی۔ نے۔ آکسن نہایت خوب تبصرہ
 کرتے ہوئے ایک جگہ اس صرح اپنا شذرہ ختم کرتے ہیں۔

گزشتہ پندرہویں سے اسلام علوم و فنون اور طاقت و شوکت
 پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اسلام کے ہاتھوں میں تمام دنیا کی کنجیاں تھیں
 اس کے غوش میں مشرق و مغرب کی حکمت کے چراغ تھے۔ یہودیوں
 و کھدانیوں کی پر وقار باجیر دت حکومتیں فنا ہو چکی تھیں۔ شاہ
 کی دولت و ثروت کا نام دلشان یا قی نہ تھا۔ یونان کی حکومت
 فرسورہ ہو چکی تھی۔ رومہ کی شان پرسترت منہدم ہو چکی تھی۔ بطینی
 و بصرہ و عجمہ و خاموش ہو چکا تھا۔ عیسائی پادریوں کی ریاکاریاں شست
 و زبام ہو کر خام بیہ اری کا خیال پیدا ہو چکی تھی۔ غرض تمدن عالم اندر
 تہذیب سابقہ کی جملہ روایات و فرائض اب زبید و فرائض کی
 وادی میں اسلام کے فن پرور آغوش میں آچکی تھیں جب کہ یورپ
 پر بڑبڑیت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور مغرب پر بردوں کا
 گنگہ بہتا تھا۔ تمدن و ادب سے زیادہ جشی و خالم پادری قوت

حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ عرب سرور جو اپنے شجرہ نسب پر مغرور تھے ان آدمیوں کے حسب نسب کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیتے تھے اور انہیں مٹی کی ایک چٹکی سے زیادہ وقعت نہیں دیتے تھے۔

ایرانیوں کی اعانت

جب اموی خاندان کا زوال ہوا۔ عباسیوں کا تمام اسلامی ایشیا میں اثر چھا گیا۔ گو اس میں شرک نہیں کہ عربی درباری زبان و وعدیوں تک رہی اور انتظام مملکت و سیاست اور علم و عمل کی زبان بھی عربی ہی رہی۔ یہی وہ زبان تھی جس نے یونانی فلسفہ کی بھی ہونی چنگاری کو راکھ کے ڈھیر میں سے نکال لیا اور پھر اس کو ایک مشکل ہدایت بنا کر دنیا کو جلوہ گر کر دیا۔ یہی وہ اہم کام ہے جس کی وجہ سے عربوں کی شہرت کا سکہ چار دانگ عالم میں چل گیا۔ لیکن یونانی فلسفہ کے تراجم و تالیفات کا لکھنے والا قلم اور سوچنے والا دماغ ایران ہی تھا۔ عرب مصنف "صاحب التحریری" کی طرح بہت نادر الوجود تھے۔ تاریخ لکھنے کا شوق بھی عربوں میں ایرانیوں ہی کے ذریعہ سے پیدا ہوا۔ دربار عباسیہ کے حکام تحصیل فنون کی طرف جس شغف کے ساتھ راغب ہوئے شاید ہی کہیں کوئی اس طرح راغب ہوا ہوگا۔

ایرانی ذہنیت و روح

قبل از اسلام ایرانیوں کے مذہبی قیاسات میں ایک لغزیز شرک و ایک خاص قسم کا دینیاتی ذوق مل جلا پایا جاتا تھا۔ وہ جب چاہتے تھے فطرتِ انسان و مکان کے رموز سلجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہمسایہ اقوام و ممالک کے فلسفہ اور خیالات و ذہنیت سے اچھی باتیں چنکر یہ اپنے معتقدات میں اضافہ کر لیا کرتے تھے۔ خراسان میں (جو بعد میں خیام کا مولد بھی بنا) ویدانت اور فلسفہِ بدھ کے پیرو صدیوں سے وہاں موجود تھے۔ ایرانیوں کے دیباغوں پر مایا کی کہانی نہ ختم ہونے والی صورتیں آؤ اگون کے چکر میں اور ایک ادلی وابدی حقیقت کا تصور اچھی طرح سے چھا گیا تھا۔

ادبِ مغربی اثرات بھی اپنا کام کر رہے تھے جدید قلاموں کی فلسفہ کے

کے اثرات نے آہستہ آہستہ ایرانی ذہنوں پر اثر انداز کی شروع کی اور وحدت وجود
دسترب مشہود کا میدات ہموار کر دیا۔ تدبیر آفرینی ایرانی ذہنیت کے ساتھ ایک
المیہ مزاج بھی پرورش پایا تھا جس نے بالآخر مانی اور مزدک مذہبی تحریکات کی
صورت میں مظاہرہ کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہب زرتشتی کی قدامت
ہندی میں۔ اوستا کی امید افزا کیفیات بھی مثال میں مگروہ زرتشتی کی مختصر
جوا ایرانی فطرت کو یکسر بدلنے سے قاصر ہیں۔

اسلام کے بعد خراسان میں تاسخ اور وحدت الوجود کے اثرات نے اپنا کام
شروع کر دیا۔ ابوی خندان کی بربادی اور عباسی خندان کے برسر اقتدار آنے
سے نہ صرف ایک نیا سیاسی ذہن پیدا ہو گیا۔ یکسر ایک مذہبی روحانی اور معنوی
انقلاب بھی پیدا ہو گیا۔ (بجائے ایک قائد وزعم کی جگہ تخت خلافت پر
ایک ایسا شہنشاہ متمکن نظر آنے لگا جو عام اسلامیان عالم کا سردار و
سلطان تصور کیا جاتا تھا اور جو خدا کا نائب بھی تھا اور جو تلوار کی مدد اور
شاہانہ اقتدار کے ساتھ خدائی احکام کی تائید و ترویج کرتا تھا۔ اسلام جس کے
سول برحق نے شہنشاہیت کا بہت ترڑا تھا اور پیشہ ور مذہب پرستوں
اور مذہبی پیشواؤں کی ہمت کا بستیہ مال کیا تھا۔ اس ہی اسلام میں باپ
کے بعد بیٹا اور بیٹے کے بعد پوتا تخت اور اقتدار حاصل کرنے لگا۔ لطف یہ ایرانی
دل دماغ کے لئے دھرت اور قدرت کا ملہ کے تصور ت کچھ بہت زیادہ طمانیت
کش ثابت نہیں ہوئے اور ان کی لوح ایران دہندو تعلیمات کے زیر اثر ابھی
لیک اور چیز کی متلاشی نظر آئی۔ اور شیعیت نے زور بکراتا شروع کیا۔ امام
خواہ پوشیدہ ہو یا نفروں کے سامنے ایرانیوں کے دل کو لکھنے والی ایک
محبوب پیر بن گئی اور حضرت علیؑ کی شخصیت کو بہت خاص حاصل ہوئی شروع
ہو گئی۔ اس لئے مذہب کے اصول ایران سے باہر اور کہیں نہیں پیدا ہو سکے
لیکن یہ مذہب خلافت کے جملہ ارکان پر اثر ہو رہا تھا اور خالص عربی
ذہنیات پر بھی قابل حوالہ نقش چھوڑ رہا تھا۔ خلیفہ مانوں کے عہد میں ایرانی
نبوت سے مشابہت پر گئی اس سے یونان کی دہم کن بول کا ترجمہ

کرایا اور خلفائے عباسیہ تعلیمات و معاملات غور و فکر میں نہایت جوش و
اجتہاد دی زور کے ساتھ شامل ہوئے لگے۔

ایرانی تصوف

ادھر تو یہ مختلف انخیال مذاہب و افکار و تحریکات پیدا ہو رہی تھیں
اور ادھر ایرانی تصوف نشو و نما پا رہا تھا۔ دسویں صدی میں منصور
علاج کو "اناکحت"، کہنے پر ۱۲۰۰ مایح سلسلہ غریب پھانسی کی سزا دی گئی
مابعد اسلام کے ایرانی تصوف کے تمام اصول و ضوابط تقریباً
کھلتے ہوئے چلے گئے۔ گیارہویں صدی میں اس کی حیرت انگیز ترقی ہوئی خدا
تاک پہنچنے کا راستہ "محبت" تھا اور مبتدی کے لئے ضروری تھا کہ
کہ وہ اس راستہ کے چاروں مرحلوں کو طے کرے۔ اصول یہ قرار پایا کہ
ازلی وابدی نور کو دیکھنے کے لئے محبت کامل اور سرمدی سرشار کا راستہ
متعین کیا گیا۔ عقل و مادیت کی رسانی دامن جلال تک نہیں ہو سکتی تھی
صرف انسانی محبت کے ذریعہ عشق حقیقی کا صحیح وجدان پیدا کیا جاسکتا
تھا۔ یہی وجدان ادراک نور ازلی کے لئے کافی تھا۔ انسانی خوبصورتی
خبر لئے تعالیٰ کے جمال کا آئینہ قرار پائی۔ صوفی کے نزدیک دنیا کی تمام اشیاء
ناکارہ عارضی اور بیچ قرار پائی اور دنیا کی کسی شے سے وابستگی کا ہو جانا اس نور
تاک پہنچنے کی راہ میں ایک سنگ گراں تصور کیا جاتا تھا۔

اہل ایران کی قومیت

جب غمخیزاں پیدا ہوا (سلسلہ کے قریب) سلطان محمود غزنوی کے ہتھیار
کو تقریباً دس سال ہوئے تھے۔ وسط ایشیا ایک مستحکم و متحد ایران ملک تھا
زبان۔ تمدن اور معاشرت خالص ایرانی اور اپنے پورے شباب پرکھتی ایران کی
کی قوم پرستی اور سلاطین شہرہ آفاق تھے۔

سلسلہ میں سلجوقی ترکوں نے سلطان محمود کے لڑکے اور جانشین
محمود کو تخت سے اتار دیا اور خود ایران کے تخت پر جلوہ گر ہو گئے نظام الملک
طوسی وزیر اعظم کے شور سے فارسی زبان کو عروج ہوا اور اسلای مذہب

تمدن میں اس نئی ان کو زیادہ سے زیادہ دقت حاصل ہونے لگی۔ ۵۵۔۵۶ء میں
 طغرل اصل معنوں میں فلسطین، عراق، شام، ایشیائے کوچک اور ایران متحدہ
 کا شہنشاہ ہو گیا۔ پچاس برس کی عمر ہو گئی کہ حکیم عمر خیام نے اپنے چار د نظریات
 خالص ایرانیہ کا پرچم لہرایا اور دیکھ لیا۔ گویا دشا، ایک ترکی النسل
 سلطان تھا مگر جہاں تک ایرانی قومیت تمدن و زبان کا تعلق اور حکومت
 سیاسیات ملک کا تقاضا تھا وہ سب ایرانی رنگ اختیار کر گیا تھا۔

عمر خیام اور یورپ

حکیم عمر خیام منجم اور فلسفی کی حیثیت سے یورپ میں صدیوں سے مشہور ہے لیکن شاعری کے اعتبار سے اس کی شہرت کا احساس پہلی بار سترہویں صدی میں ہوا اور اٹھارویں و انیسویں صدی میں تو اس کا شہرہ خوب چمک اٹھا۔ واقعہ یہ ہے کہ یورپ کے عمر خیام کو جس قدر چمکایا اور اسے جس قدر شہرت دی اس کے گن گائے اور اس کی قدر افزائی کی۔ اور اپنے شعرا سے زیادہ جسے ہر لعزیز کی اُسے حاصل ہوئی مشرق کے کسی شاعر یا مصنف کو بھی نصیب نہ ہو سکی۔

عمر خیام کی پرستش بہر دلعزیزی کے نتیجہ کے طور پر لندن میں "عمر خیام کلب" قائم ہوا جو ہر سال اپنی رہندہ اشائع کرتا ہے۔ تقریباً ہر جگہ عمر خیام کی کلب کہل گئی ہیں۔ عمر خیام کے نام پر چیزوں اور لوگوں کے نام رکھے جا رہے ہیں لوگ اس کی تصویریں اپنے کمروں اور مکانات میں آویزاں کرتے ہیں۔ لاکھ ہزار سینہ سے آویزاں رکھتے ہیں۔ اس کے نام پر جام صحت نوش کرتے ہیں۔ اس کی قبر پر سینکڑوں لوگ جا کر خاستہ خوانی کرتے ہیں۔ علی انجمنیں محض اس کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے قائم ہو چکی ہیں۔ غرض کہ علم و دست یورپ اس وقت مشرق کے سب سے بڑے فلاسفر حکیم عمر خیام کو افتاب ادب بنا رہا ہے۔

تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم عمر خیام کی رباعیات کا ترجمہ ۱۵۴۷ء سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ لیکن فٹز جیرلڈ کے ترجمے سے دوبارہ زندہ کر دیا فٹز جیرلڈ کا ترجمہ دنیا میں بہترین تسلیم کیا گیا ہے اور اسے ہی تمام یورپ پڑھتا ہے ۱۵۵۷ء میں لندن کی کسی اشاعت گاہ نے پہلی بار اس کی پیمتر رباعیات کا انگریزی ترجمہ بغیر مترجم کے نام کے شائع کیا۔ کہا جاتا ہے کہ کسی نے اس جوہر کی چمک کی طرف توجہ نہ کی اور کئی سال گزر گئے۔ دوسو پندرہویں سے ایک جلد بھی شاید نہ کی۔ آخر کار سیکنڈ ہینڈ (پروانی کتابوں) کے ڈھیر میں اسے رکھ دیا گیا اور ایک ایک کتابی کی قیمت بجا سے ہے (پانچ شلنگ) صرف اس کا ایک پینی)

رکھ دی گئی تب بھی عزت پانچ خریدار اس جوہر گر اندازہ کے دستِ تیاب ہوئے۔
یہ ہے عمر خیام کی رباعیات کی قندروانی کی ابتدا۔ ان پانچ لوگوں کے نام ہیں
ڈانٹے گبریل ریمینی - رائٹس، سر ریکرڈ برٹن - سون برن - پانچویں
آدی کا نام معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ ان پانچوں نے مل کر عمر خیام کو اپنا لٹریچر شروع
کیا۔ رسالوں میں مضمون لکھے اور اس کی شہرت ہونی شروع ہوئی۔

۱۸۵۶ء میں رباعیات کا ترجمہ دوبارہ شائع ہوا جس میں فنر جیرلڈ نے خاص
طور پر ترجمہ تصحیح کی تھی۔ اب یہ نسخہ انگلستان سے نکل کر امریکہ بھی پہنچا اور
عمر خیام کی شہرت کو بھی اب پروردار لگ گئے۔ ۱۸۵۷ء میں سری رندہ سکا
ایک اور ڈریشن شائع کیا گیا۔

۱۸۵۸ء میں چوتھا ڈریشن نکلا اور اب تو یہ حالت ہے کہ آئے دن سینکڑوں
ڈریشن مختلف عنوانوں اور انداز ترتیب سلیقہ طباعت کے ساتھ شائع ہوا ہے انگریز
کے علاوہ فرانسیسی، جرمنی، اسپینشی وغیرہ زبانوں میں بھی تراجم ہو گئے ہیں۔ رندہ
فنر جیرلڈ صاحب کا انگریزی ترجمہ تو عدد درجہ ستند و مشہور ہو گیا۔ جہاں
انگریزی زبان بولی جاتی ہے وہاں بائبل اور شکسپیر کے ساتھ فنر جیرلڈ کا
انگریزی ترجمہ رباعیات عمر خیام ضرور نظر آتا ہے۔ عمر خیام کی رباعیات
کو مصور بھی شائع کیا گیا ہے آئے دن سینکڑوں تصاویر اس کی رباعیات
کی نکلتی رہتی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ مشہور مصور عمر خیام کی رباعیات کے
ڈانٹے گبریل مصور ہیں۔ برن جنس اور یڈمنڈ ڈیڈک۔ یڈمنڈ ڈیڈک کی
تصاویر میں خامیاں پائی جاتی ہیں مگر برن جنس اس کا بہترین مصور ہے
ان دونوں مصوروں کی بنائی ہوئی رباعیات شائع ہو چکی ہیں جو نقش اور رنگ کا ایک
ایک قیامت بدماں شاہکار ہیں۔ عمر خیام کی رباعیات کو مصور شائع کرنے کا التزام
ہندوستان میں بھی ہو رہا ہے۔ بمبئی کا مشہور مہفتہ دار رسالہ اسٹریٹ ویکی ۱۹۲۵ء کے
مشہور آفاق سالنامہ میں اس کی چھ رباعیات کا سلیٹ شائع کر چکا ہے۔ اردو اخبارات
رسائل ہنگامی گجراتی برچوں میں بھی اس کی رباعیات کے انشے چھپ رہے ہیں۔
موجودہ نسخہ بشروح و حالات عمر خیام پر سب سے تازہ مع تصاویر

ملک میں ایک جارید فوق خیسام پسندی کا پیدا کرنے کے لئے پیش کیا جا رہا ہے
 امید ہے ادب دوست ہندوستان اس کی قدر کرے گا۔

مجموعہ

اعلان استفادہ بہ اظہار شکریہ

”عمر خیام اور اس کا عصر“ (انگریزی)

ڈاکٹر ادنیٰ اور دتہ فیلتہ

”نظام الملک طوسی“ (اردو)

(از مولانا عبدالرزاق صاحب پوری منصف البرکہ)

”نظامی عروضی و چہار مقالہ“ (فارسی)

”تاریخ ادبیات ایران“ (انگریزی)

(پروفیسر براؤن)

”انسائیکلو پیڈیا آف اسلام“ (انگریزی)

(ڈاکٹر عمر خیام)

لندن یونیورسٹی میں موسم بہار کے ٹرم کا انگریزی لکچر
از سر ایڈورڈ ڈینیسن داس

صاحب مدرس مدرسہ السنہ و علوم شرقیہ لندن

مضمون اردو از پروفیسر عابد علی ایم، اے لاہور

”تجائس آن خیام“

پادری ارلکٹ بلاؤز

لے میں اینڈ ”اومر خیام“

(مضمون انگریزی)

مائی لائف اینڈ خیام

(نیوین)

پہلے نمبر

حصہ دوم

شرح ریاضیات مختصراً

از

علامہ ڈاکٹر سید سعید احمد رضا بریلوی ایم بی ایس

باجد حقوق اشاعت الہی

پیر زادہ سید حسن انیس بقائی بریلوی

نے شائع کیا

السلام علیکم وعلیٰ آئالتہم وعلیٰ ریحانہم

بادۂ فلسفہ و حکمت کا متوالا خیاام اس دن دین بام و صراحی والا خیاام جس نے زندگی کے فلسفہ کو ہزاروں اور ما کہوں و اناؤں کی بہ نسبت بہتر سمجھا ہے اور جس کا ایک نعرہ مستانہ آج بھی ہزار ہا ذریعوں کو دیوانہ بنا دیتا ہے اپنی زندگی میں اپنے فلسفہ اور کلام کی داد گرچہ نہ پاسکا لیکن ذریعہ دہ کے فلسفہ پر جو زریں نقوش اس نے چھوڑے تھے وہ ایسے نہ تھے کہ کس پہ ہی اور انسانی کی حالت میں پڑے رہتے۔ زبان سے آخر ایسے قدر شتاس جو ہری پیدا کر دی دے جن کی نگاہ میں سس کی رباعیوں کا ایک ایک مصرعہ ربع مسکن کی دوست سے زیادہ قیمتی ہے اور کو اپنی زیست کے زمانہ میں خیاام لوگوں کا منظر نظر نہ بن سکا لیکن آج اس کی قبر کی خاک بڑے بڑے مہققین کے لیے طوطیاں چست ہے۔

دنیا میں ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے جن کی غیبی اور دماغی ضروری نہیں مہر چیز کا صرف تار یک ہی چودہ کہا یا کرتی ہے اور جنہیں اس دنیا کی کسی چیز میں نہ حظ حاصل ہوتا ہے نہ مسرت، لیکن پیام ان تار یک بینوں میں سے نہیں ہے۔ وہ زندگی کا، اور نہ صرف زندگی کا بلکہ دنیا کی ہر چیز کو پریشان پہلو دیکھنے کا ادراک ہے اور اس کے کان لوحہ ماتم میں بھی نغمہ ہائے مسرت کی دلکش صدا میں سن لیتے ہیں۔ خدا کے ایک سچے پرستار کی طرح وہ خدا کی پیدا کی ہوئی نعمتوں کو اپنے اوپر حرام کر رہا نہیں پتا و زمانہ کی کج رفتاری اور دور در دور کے تقدیرات سے متاثر ہو کر اسے رونا اور کسو پہانا نہیں آتا، وہ ایک شاد و خندان رہنے سے کرا یا تھا۔ اور اس کے فلسفہ میں رنج و غم ہے سخی اسانہاں، پر مسرت نہ تھی ہی میں وہ بسا اوقات عید و معبود کے مراتب کے ذوق اور امتیاز کا بھی شعرا نہ کر دیتا ہے

لیکن اس کا باعث یہ نہیں ہے کہ اس کے دل میں ذات باری کا احترام نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کے تعلقات کو اس قدر اچھی طرح سمجھا ہے اور اس کی پورا محبت پر اسے اس قدر بھروسہ ہے کہ ایک شریر اور لادے بچہ کی طرح وہ بسا اوقات اس کے ساتھ اس طرح کھیلتا ہے کہ ادب و احترام کا مطلقاً خیال ہی نہیں رہتا۔ وہ ایک خدا کو ایک ایسا وجود نہیں سمجھتا کہ جس کے ڈر کے ماتھے لوگ ہر وقت لرزہ بر اندام رہیں۔ بلکہ وہ اُسے ایک ایسا سرچشمہ محبت خیال کرتا ہے کہ جس میں نفرت و عقاب اور غضب و عذاب کا نشان ہی نہیں ہے۔

عالم کینت دستی میں محبت یزدی سے سرشار ہو کر وہ کہتا ہے۔

گویند و بہشت و حور عین خواہد بود
و انجائے ناب و انگبین خواہد بود
گر بامے و معشوق پرستم رو است
چوں راقبت کار این چنین خواہد بود (۱)

ہم سے کہا جاتا ہے کہ عقیلی میں بہشت بھی ہے کی اور حوری بھی ملیں گی، اور وہاں خاص شرب اور شہد بھی ہے گا تو پھر اگر ہم شب و روز سے و معشوق ہی سے کام رکھیں اور عیش پرستی کی راہ میں تو اس میں کیا حرج ہے۔ کیونکہ ہر حال یہ تو وہی کام ہے جو ہم نے دنیا میں ہی کرنا ہے۔

ایک یہ ہے کہ اسے کہ جس کی شفقت اور محبت پر کامل اعتماد ہے اس کا ایک متبرک و مبارک خواہہ ہو یا نہ ہو، اس بات کو بالکل بھول کر کہ بہشت اور حور عین یا مثلاً اور دیگر دنیاوی رہ کر اس کا یہی بھلا سنے کا سدھ ہے، یہ کہتا ہے کہ آخر جو طرز زندگی میرے لئے مقرر فرمادیا ہے اور جس مشغول میں مجھے آخر کار زندگی گزارنی ہے وہ میں ابھی سے کیوں نہ شروع کر دوں گو یا اس کام میں ابھی سے بڑے شوق و ذوق کے ساتھ مشغول ہوں تاکہ جو بہائے میں مقرر کر دیا گیا ہے، اور بھی زیادہ مالک کی خدمت و عزت کا باعث ہوگا۔ عیش پرستی اور بادہ خواری کے جواز کے لئے اس سے نہ بدخواہی و حسرت و لیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

اسی قسم کی سخاوت و جبانت ایک اور بابلی میں کی گئی ہے۔

من بندہ عالمیم رخصت سے تو کجاست
تار یک دلم نور صفائے تو کجاست
(۲۱)
مارا تو بہشت اگر بہ حاضرت شیشی
ایں مزد بود لطف و شطائے او کجاست

دیدہ دلیر اور شوخ چشم آواز محبوب کی محبت بڑھتی۔ سرک پہلے تو اس پر
اپنے دل کی آرزو ظاہر کرتا ہے کہ میں تیرا ایک کنہ گار نہ م تیری۔ نامندی اور خوشنودی
مزاج سے کیوں محروم ہوں اور میرے دل کے گہ میں اندھیرے۔ اور اب وہ تیرے
نور کی روشنی کدھ رہے اس میں کیوں نہیں آتی۔ بتا کہ تیرا نور اس طرح اپنے آگ
اور ایک پر یہ ظاہر کرے کہ میں تو حدیث تیری۔ نامندی کا جو یا ہوں اور میرے دل کو
نور سے تیرے جمال کے نور کی تمنا ہے۔ دو شہرت اور خوش بینی پر کرتا ہے اور اہم
کہ چھپا یہ تو بتا ہے کہ میں رات دن آپ کی بندگی اور فرمانبرداری کیا کروں اور اس کے
بے میں حضور مجھے بہشت عطا فرمائیں تو اس کا نام عطا۔ بخشش کیوں ہے یہ تو
کبھی ہوئی خرید و فروخت ہے۔ میں نے بندگی کی اور جنت پورنے اس کے عوض میں
ایک سنت دیدی۔ اس خوب صورت اور دلکش انداز میں خیاام نے یہ بات بھی ظاہر
کر دی کہ عبادت و ریاضت اگر صرف حور و بہشت کی طلب میں کی جائے تو وہ ایک
فصلول ہی چیز ہے۔ عبادت وہی ہے کہ جس میں کسی قسم کی کوئی ذاتی عزت شامل نہ ہو
بلکہ خدا کو صرف اس لیے پوجا جائے کہ وہ خدا ہے اور ہم اس لیے اس کی پرستش
کریں کہ ہم اس کے بندے ہیں۔

نظر ہر عام و صراحہ کی شوق زار خیاام نے بحقیقت موقوف الہی کی شرب کا نمونہ
سہ شاد تھا اور عالمیت میں اس نے اس دنیا کے ایک ایک ذرہ میں ایسے ایسے غیر متناہک
مناظر دیکھے ہیں جو ظاہر ہیں آنکھوں کو کسی طرح نظر نہیں آتے۔ کائنات اپنے زبانے
پر سب سے دفتر کے دفتر اس کے سامنے کہوں کر رکھتی ہے اور اس کی دور رس
نگاہیں ایک ایک سیجے کو حقیقت کی کتاب در ایک ایک قلمرو۔ ہر ذرت کے بہرہ و ناز و
روز سے درس ثابت لینے میں ہر صوفی و باقی نہیں۔ زمین و آسمان، یہی چیزیں ہیں
جن پر ہر انسان کی ہر وقت نگاہ پڑتی رہتی ہے۔ لیکن ایسی نمودش فی سب مسکیناں

کتنی ہی جوت سجا، بات قدرت کی ایک معمولی فرش اور ایک معمولی مسابان سے زیادہ
 قدر کرتی ہیں۔ اور اس سے زیادہ انہیں کوئی اہمیت نہ دیتی ہوں، لیکن خیاں کو
 قیام ازل کی بارگاہ سے ایک دقیقہ رس نگاہ اور ایک غور و فکر کا عادی و مانع ملا
 تھا اور وہ اس سطحی خیالات سے کسی طرح مطمئن نہ ہو سکتا تھا۔ اس نے آسمان کی
 حقیقت پر بھی غور کیا اور زمین کی گہرائیوں تک بھی نظر دوڑائی، اور بالآخر ستارہ
 وار تجویم کر چکا رہا تھا کہ :-

پیش آرسن و توہیل و نہائے بودست

گردنہ فلک برائے کاسے بودست

(۳۰)

ز نہار ایشاک قدم آہستہ بہی

کال مر و پب چشم نگاہ سے بودست

میں زمانہ بچہ سے اور تھ سے پہلے ہی موجود تھا۔ وراستی طرح رست و رین ہو
 کرتے تھے یہی نہیں، بلکہ یہ آسمان بھی کسی مخصوص کام کے لیے ہی طرح چکر لگاتا
 رہتا تھا۔ دیکھنا کہیں زمین پر زور سے قدم نہ رکھ دیتا تو نہ دیاں تو ایک ایک ذرہ
 خاک ایک ایک ٹکڑے، اور آٹھ بھی کسی محبوب خوش حمال کو :-

مظاہر قدرت کی خیر نیکیوں سے اور پشیمانی سے، کہاں سے عبرت کے سبق لیے ہیں
 سجدی کو درختوں کے پرے پرے سے، یہ معرفت کر دگا رے دفتر معلوم ہو کے نا درغایت
 کو نہ دقل میں وہ سب صورتیں نمایاں نظر آئیں جو خاک کے نیچے یہاں ہو چکی تھیں،
 لیکن خیاں کی نگاہ صرف تھوڑے سے پتوں تک یا تھوڑے سے جھوٹوں تک محدود
 نہ رہی بلکہ اس نے فرشِ خاکی کا ایک ایک ذرہ جھان مارا اور ہر ذرہ کے ساتھ یہ حق
 کر لیا کہ وہ دراصل کسی پردہ پوش کی آنکھ تھا۔ حسن و جمال اور فضل و کمالات کا یہ عطر تاک
 انجام کر با آخر اسے خاک ہو کر لوگوں کی کشمکشوں میں پامال ہوا، پڑا ہے یہ ایک ایسا
 عبرت ناک سبق ہے کہ اس کے بعد سرد غرور کا منیاں بھی کسی کے دہان نہیں آ سکتا۔
 خیاں کی مسدود اور شا کا مروج سے لبتا ہر بات کسی قدر بعید معلوم ہوتی
 ہے کہ وہ دنیا کی چیزوں پر اس نقطہ نگاہ سے نظر ڈالے، کہ یہ تو کسی حد تک مایوس کن
 اور نا اہم ہے۔ لیکن درست یہ ہے کہ خیاں نہ صرف قدرت ہی نہیں ہے کہ انسان

کو کبھی رنجیدہ اور غمگین نہ ہونا چاہیے اور رنج و مصیبت کو ایک ماریٹنی اور اتفاقی کیفیت سمجھ کر ال دینا چاہیے، بلکہ وہ ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ رنج کی قدرت خوشیاں بھی ماریٹنی ہیں اور تنگی و عسرت کی طرح خوشحالی و مسرت بھی بالکل بے استیثات چیز ہے اور ہرگز اس قابل نہیں کہ ان پر کوئی انسان ناگوار ہو، وہ ہمیں سستی و سرور کا سلسلہ اس سے نہیں دیتا ہے کہ ہم آپس سے باہر ہو جائیں اور اپنا اسے حسن پرستی و تہنیتی ذریعہ فیقت حاصل ہو جانے پر اتر آئیں۔ بلکہ اس کا فلسفہ تو یہ ہے کہ ہم نہ غور نہ غم نہ شرم نہ پرہیز اور نہ دولت و مسرت سے، مسرت و کامیابی ہمیں پشیمردہ و افردہ نہ کر سکے اور غلش و کامرانی ہمیں نخوت و پندار پر مائل نہ کرنے پائے۔ وہ موت و فنا کی تباہ خیز لہروں پر نظر بھی ڈالتا ہے اور ان سے اثرات بھی قبول کرتا ہے، لیکن یہ اثرات اسے ملوں و محزون نہیں بناتے بلکہ وہ ان سے یہ ملن لیتا ہے کہ حیب انجام یہ ہے تو پھر عیش و پر غرور کیا؟

حسن کے انجام سے اس کی اثر پذیری آپ ایک جگہ، اب دولت، حکومت کے خزانوں سے جو حکمت و موفقت کے پتے ہر بے بہا اس سے نکالے ہیں نہیں بھی ملاحظہ کریجئے۔ وہ کہتا ہے :-

آل قہہ کہ بہرام در و پیام گرفت
رو بہ بچم کرد و شیر بہرام گرفت
بہرام کہ گوری گریستہ
امروز نگر کہ گور بہرام گرفت

یعنی وہ شاہی محل کہ جس میں ایران جیسی زبردست سلطنت کا ذرا نروا بہرام عیش ادا کیا کرتا تھا اور شہر میں پیا کرتا تھا، اب نقاب زرد نہ اسے لومڑیوں اور شیروں کے حوالے کر دیا کہ وہ اس میں بچے دیں و آرام کریں، اور وہ بہرام جو گور خر کا شکار کرتے کی وجہ سے بہرام گور کے نام سے مشہور ہو گیا ہے، اب بچے اس کے کہ وہ گور خر کو بچے خود اسے گورانی قبر سے لڑتا رہ کر اب بچہ۔ ایک قصہ تو یہ ہے قدیمی کہ اس میں جنگی درند سے اپنے جھٹ بنائیں و ایک ایک ایک شہر نشان و شاہ کی یہ کیسی اور سچا دگی کہ وہ دگر زمین کے زرخیز ہوا ہے وہاں گور تک بے کی گنجائش

نہیں اب معمولی سبق نہیں ہے جیسے آسانی بھلا یا جاسکے۔۔۔ سی مضمون کو بہت سے شہرے لے مکھا ہے، اور حق یہ ہے کہ بڑی خوبی، درخوش، سلوپی سے لکھا ہے۔ لیکن آئینہ کریمہ فاعندہ بردا یا اولی الا بصا اس کی تشریح و تفسیر میں جہاں دوسرے شعرا کا کلام پیش کیا جاسکتا ہے وہاں خیاام کی اس چھوٹی سی رباعی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اگر نا انصافی نہ کی جائے تو اس موضوع کی تمام نظموں میں اسے چچی خامی ممتاز جگہ مل سکتی ہے۔

اس جبر و استبداد کے دور میں جب تنہا ایک شخص اپنے سر پر تاج رکھ لینے کے بعد اپنے تمام ملک کے باشندوں کی جان اور مال کا مالک بن جاتا تھا، اور جب بادشاہوں کا ایک اشارہ چشم صدمہ اگر دونوں کو بے سراور ہزار ہا جسموں کو بے جان کر دیا کرتا تھا لوگوں کو آزاد زندگی بسر کرنے کی تمکین کرنی کوئی آسان کام نہ تھا۔ لوگوں کی ذہنیتیں اس درجہ گہر چکی تھیں کہ سعدی جیسا واعظ قوم بھی لوگوں کو یہی مشورہ دینے پر مجبور ہوا کہ :-

اگر شہ روز را گوید شب است این باید گفت اینک ماہ و پروں

یعنی اگر بادشاہ دن کے وقت یہ کہے کہ یہ تو رات ہے تو لوگوں کو چاہیے کہ فوراً یہ کہنا شروع کر دیں کہ حضور والا وہ دیکھئے چاند ہے اور وہ آسے کھلے ہوئے ہیں۔ ایسے زمانہ میں کس کی بہت تھی کہ جو اپنے ہم قوموں کو آزادی جیسی نعمت کا ذکر کر کے اس کا شوق دلاتا، اور انہیں سمجھاتا کہ غلامی کے قورمے اور برائی سے آزادی کی چٹنی روٹی بہتر ہے۔ لیکن خیاام خدا کی نعمتوں کی سچی قدر کرنے والا خیاام نہ تاج و تخت سے مرعوب ہوا اور نہ دار و درسن کا غوث اسے حق گوئی سے باز رکھ سکا، اس نے کہا اور ببا تکب بلند کہا :-

ورد ہر ہر آنکہ نیم ناسنے دارو

وز ہر نشست آتسانے دارو

نے خادم کس بود نہ مخدوم کے

گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارو

یعنی اس دنیا میں جس کسی کے پاس کھانے کے لیے آدھی روٹی اور سہ چھپا

کے لئے کوئی ڈھانچہ نہ ہو اور وہ آسان فتنہ صیاب ہی ہو کہ تو اسے
کسی کی غلامی کرنی پڑے ورنہ خود اس کا لہی غلام ہو تو اس سے کہہ دو کہ تیری
زندگی بڑی کامیاب ہے۔ درجے دنیا کا سنی اور عقیقی سیش یہ ہے۔

دنیا کے بڑے بڑے فلاسفوں نے اس سب کو کہہ دیا ہے اور لوگوں
کو بتایا ہے کہ زندگی یہ ہے۔ آزاد کی دنیا کدو ہے۔ لیکن صیاب سے خود غلام
فلاسفہ دوران کے غصے پرست مریوں نے اس کو بدنام کیا ہے۔ اور بتایا ہے
کیا کہ یہ دنیا کی اپنی ذات کا تقاضا تھا۔ اور نہ دنیا کی اپنی ذات کا
خدا کی سب سے بڑی نعمت نیاں کن۔ اور کہ کسی حال میں غلامی میں گرنے
پر آمادہ نہ ہوئے۔ لیکن یہی لغت اور دنیا سے بہت بہت چیزیں نہ وہ
کسی طرح پسند نہ کرتے تھے دوسروں کے لئے تھے۔ اس دیشست اور ذہنی نہیں
ہو سکتے۔ وہ خود تو کسی کے غلام نہ بنے لیکن دوسروں کے غلام بننے سے انہیں
نہ کہہ سکی غلامی نہ رہا۔ مغرب سے غلامی نہ بنے۔ انہیں یہ تو سمجھا دیا کہ تمہارے
لئے خدا کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے۔ لیکن یہ بات ہی اس سے اس میں نہ تھی کہ
دنیا کے دوسرے باشندے اپنی تمہاری ہی طرح "انسانوں" اور جو چیز تمہارے لئے
بڑی ہے وہ دوسروں کے لئے بھی بڑی خراب ہے۔ اور تمہارے لئے خیر ہے۔ تمہارا
تنگ فکرت تھا اور اس سے بڑھ کر کہہ سکتا تھا۔ اور یہ بات یہ
بھی بتا دیا کہ دوسرے لوگوں کو یہ بات بھی تیری بڑی ہے۔ اس کے نزدیک یہ
مشتوں میں آواز نہ تھی وہ سب کمال ان کے لئے دہرے دہرے تھے۔
جی سہ، یونکہ غلامی، آشدہ، اور شکم مزدوری کے لوگ نہ تھے۔ اور سب کمال
وہ تھے گی دنیا ان لختوں سے پاک نہیں ہو سکتی۔

خیام نے پہر اسی منہ کو ایک نہایت دلکش اور خوشنما میر جسے میں پران کیا
ہے۔ وہ کہتا ہے کہ

یہاں جو یہ دور فرشتوں کے در
نہ کہو کہ لبت کے دم کی ہے سرد
نامہ کسے اگر چہ ابا پر بار

یا خدمت چوں خوئے چرا پاید کرد

یعنی اگر انسان کو دودن میں ایک روٹی کمانے کے لیے، اور ایک ٹوٹی ہوئی صراحی سے ایک ٹھنڈا پانی پینے کے واسطے مل جایا کرے تو پھر اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی کا محکوم بنے، اور کیوں وہ اپنے ہی جیسے انسانوں کی خدمت کرتا پھرے خیاام نے اس رباعی میں ایک بار ایک نکتہ یہ بھی سمجھا دیا ہے کہ جو لوگ ہماری ہی طرح انسان ہیں ان کی غلامی ہمارے لیے زیبا نہیں ہے بلکہ غلامی اس کی کرنی چاہیے جو تمام انسانوں سے بڑھ کر کوئی دوسری ہی چیز ہے اور جس نے ایک انسان ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے وہی اصلی حاکم ہے اور ہمارے لیے صرف اسی کی محکومی جائز ہو سکتی ہے۔ کلام مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **ان احکم املا** اللہ یعنی خدا کے سوا حکومت اور کسی کی نہیں ہے اور حکم حق تعالیٰ صرف وہی ذات خداوندی ہے۔ اس رباعی میں خیاام نے ضمناً گویا اس آیت کی بھی تفسیر کر دی ہے۔ اور "خدمت چوں خود چرا پاید کرد" کہہ کر بتا دیا ہے کہ جو ہماری ہی طرح صرف انسان ہو اس کی محکومی و غلامی قابل قبول نہ ہونی چاہیے۔

خیام کے متعلق یہ غلط فہمی بہت عام ہے کہ اس نے جام و سہو اور صبوحی و ساعی کے سوا اور کچھ لکھا ہی نہیں ہے۔ مگر گویا یہ خیال محض اس بات پر مبنی ہے کہ انہوں نے خیاام کے کلام کا پورے طور پر مطالعہ نہیں کیا۔ اور ادھر ادھر سے چند رباعیاں دیکھ کر یہ نگرہ رسی قائم کر لی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ اس کی رباعیات کا بیشتر حصہ آب آتش اور جام بوریں ہی کے "ذکر خیر" سے بھرا پڑا ہے۔ لیکن یہ کہتا بالکل غلط ہے کہ ان چیزوں کے سوا اور اس کے ہاں کچھ ہے ہی نہیں۔ خیاام نے ہر قسم کے مضائقہ پر طبع آزمائی کی ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جو کچھ لکھا ہے خوب ہی سکھائے و حدت الوجود تصوف کا نازک ترین مسئلہ ہے، اور کون نہیں جانتا کہ صرف اسی ایک مسئلہ کو مذہب و طریقہ پر سمجھنے کی بدولت عداوت اور ہزاروں درویشان با صفا صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں۔ شعر میں سے تقریباً ہر ایک نے اس میں ان میں قدم رکھا ہے، اور اس عقیدہ بالکل کے سلب ہونے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ذیل کی رباعی بتا دیتی کہ خیاام نے نہ اس مسئلہ کے سمجھنے میں غلطی کی اور نہ بیان کر سنے میں

وہ کہتا ہے :-

اسرارِ ازل رنہ تو دانی و نہ من

وہی حرفِ محبتانہ تو خوانی و نہ من

ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو

چوں برافتد نہ تو مانی و نہ من

(۷)

یعنی ازل کے جو بھید ہیں وہ نہ نہیں معلوم ہیں اور نہ مجھے ، اور مقدرات ازل کے حرکت جو ایک اچھا خاصہ معتمد ہیں وہ نہ تم سے پڑھ جاسکتے ہیں اور نہ مجھ سے ، گویا خدا کی قدرت کے جو بھید ہیں وہ اسکی مخلوقات میں سے کسی پر بھی ظاہر نہیں ہیں ، اور دنیا میں کوئی بھی اس بھید کو نہیں جان سکتا کہ کل کیا تھا اور آج کیا ہے اور کل کی ہونے والا ہے ، یہ میری اور تمھاری یعنی میرے نام سے اور تمھارے نام سے جو کچھ ذکر اذکار رکھے جاتے ہیں ، اور میں ایسا ہوں یا تو ایسا ہے کہا جاتا ہے تو یہ تمام گفتگو پڑے کے پیچھے سے کی جا رہی ہے اور تاروں کے اشارے پر کٹھ پتلیوں کی طرح تمام دنیا ناچ رہی ہے ۔ اگر آج پردہ اٹھ جائے تو دنیا کچھ بے لگی کہ نہ تو رہا اور نہ میں ، اور میں اور تو اور وہ سب اس ایک بستی میں جذب ہو گئے ہیں بے پردے کے پیچھے سے یہ سارے کھیل تماشے بنا رکھے تھے اور جس اشاروں پر یہ ساری کٹھ پتلیاں ناچ رہی تھیں ۔ مقصد یہ ہے کہ یہ " میں اور تو " کا تمام جھگڑا قضیہ صرت اس وقت تک ہی ہے کہ جب تک عقل اور ادراک کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے ۔ اس پردے کے اُٹھتے ہی یا معرفت الہی حاصل ہوتے ہی " من و تو " کا کہیں وجود نہیں رہتا ۔ در ہر چیز " ہو " ہو جاتی ہے ۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک اور رباعی بھی ہے جس میں وہ ظاہر بنیوں اور حواس خمسہ کے ذریعہ سے ذاتِ باری کی معرفت کی کوشش کرے والوں کو راہِ راست کی تعلیم دیتا ہے ۔ رباعی یہ ہے :-

قوسے متفکر اندر زربب و دین

جمع مستحیر اندر شک و یقین

ناگاہ مناد سے برآمد ترکیں

(۸)

کاسے بخیراں راہ نہ آنت نہ اپا

وہ کہتا ہے کہ ایک قوم یا ایک گروہ اپنی تمام عقل اور اپنا تمام وقت دین و دنیا کے متعلق فکر کرنے میں صرف کرتے رہتے ہیں۔ اور ایک جماعت ایسی ہے کہ جو ابھی تک خدا تعالیٰ کے وجود ہی کے متعلق شک اور یقین کا فیصلہ نہیں کر سکی ہے۔ اور اسی مسئلہ پر غور و فکر کرنے میں حیران ہے۔ لیکن ہوتا کیا ہے کہ کسی پوشیدہ جگہ سے ایک نہ آکر سنے والا ایک نکل کر آتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ اے ہوقوفو، خدا کی طرف جانے والا راستہ نہ وہ ہے اور نہ یہ۔ گو یا خیاام یہ بتانا چاہتا ہے کہ جو لوگ دین و مذہب کی حقیقتوں کو عقل کے ذریعہ سے سمجھ لینے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں، اور جو لوگ عقلی دلائل کے ذریعہ سے واجب الوجود کا ثبوت چاہتے ہیں، وہ سب کے سب غلط راستہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ معرفت الہی اس طرح حاصل نہیں ہوا کرتی، کیونکہ ہماری عقلیں مخلوق ہیں اور مخلوق کے اندر خالق کی گنجائش محال ہے۔ وہ کہتا ہے کہ، ہمیں فکروں میں ان لوگوں کی عمریں ضائع ہو جاتی ہیں اور یکایک موت کا پیغام آ جاتا ہے اور اس وقت ان پر اس حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ جو راستہ ہم نے اختیار کیا تھا وہ کعبہ کا نہ تھا بلکہ ترکستان کا تھا۔

ان زبردست دلائل کے ذریعہ سے خیاام یہ ثابت کرتا چاہتا ہے کہ خدا کے پہچاننے کے لئے کسی دلیل اور حجت کی ضرورت نہیں ہوتی، اور ہر شخص جو مسلم العقیدہ ہے طبیعتاً اس بات پر مجبور ہے کہ ایک ان دیکھی ہستی کو اپنا خالق، رزاق، اور مالک سمجھے۔ اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ انسان کی عقل بہت محدود ہے اور وہ اسرار ربانی کو اپنی عقل کے ذریعہ سے کبھی نہیں سمجھ سکتا۔

خیام شراب پیتا ہوا پیتا ہو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس نے تقریباً اپنا تمام زور قلم، سہی کی تحریفات میں صرف کیا ہے اور ہر ممکن طریقے سے مے نوشی و رانی بدوشی کی تلقین کی ہے۔ ہمیشہ خوش رہنا اور کبھی کسی تکلیف یا مصیبت کے اثر سے رنجیدہ نہ ہونا اس کے فلسفہ کا لب لباب ہے، اور وہ کسی حالت میں بھی اس کا پسند نہیں کرتا کہ کل کی مصیبت کے اندیشے سے آج کا عیش بھی تلخ کر لیا جائے۔ اس کا لبول یہ ہے کہ آج جو عیش حاصل ہے، اس سے تو بڑا پورا لطف اٹھایا ہی جائے اور

کئی اگر وہ مصیبت سے بدل جائے تو اس مصیبت کے زبانی کو بھی بدستی و بد ہوتی
میں ٹاٹ دیا جائے تاکہ دنیا کی یہ چند روزہ زندگی مسرت و خوشی میں گزر سکے وہ
چھوٹے موٹے پیمانہ کی پیاسے چوری کی پوری بوتل ختم سے لگا کر پیتا ہے کہ :-

آدھ سحر سے نڈاز میخانہ

کاسے رند خراباتی و دیوانہ

پر خیر کہ پر کینچ پیسا نہ ز سے

زال پیش کہ پر کستند پیانہ

(۹)

یعنی صبح ہی صبح ایک روز ہمارے میخانہ سے یہ آواز آتی کہ اے ہمارے
مد ہوش نہ لی ادا سے ہمارے دیوانے تو کہوں دنیا کے فتنوں جھگڑوں میں
بھٹتا ہے ڈکڑ اور شراب سے پیاسے بھرے قیل اس کے کہ نص و قدر تیری عمر
ہی کا پیمانہ لبریز کر دیں اور پھلک جائے مطلب سے کہ میں نہیں بہت
تھوڑا سا وقت گزرتا ہے اور ہر وقت موت کا گھنٹا لگتا ہو ایسی حالت میں
نہ سب یہی ہے کہ بیخ و غم اور فکر و اندیشہ میں زندگی گزارنے کے بدلے ہم اپنا تمام
ورد و اہم یاد اب کے ایک جام میں غرق کر دیں اور جو کوشش ہی کی ضرورت حاصل ہے
اسے غنیمت سمجھ کر مسرت و شادمانی میں گزار دیں۔

گریہ تھے مخموری طعنے مزن مستان را

گر دست دہد تو بہ کتم نردان را

تو فخر بدیں کنی کہ سن سے مخورم

بعد کار کنی کہ سے قلام مستان را

(۱۰)

کہتا ہے کہ گریب شراب نہیں پیتے ہیں تو بیش و بر کو بعد نہ دیکھے موش
مل گیا تو ہم بھی نہ لے تو یہ کر لیں گے۔ اب کو اپنی تنہائی پرنا ہے کہ شراب کو
اب ہر قدر نہیں لگاتے لیکن اب یہ تو دیکھئے کہ اب کا دمن ایسے ایسے سنگڑوں
گناہوں میں کود رہا ہے کہ حزن و غم میں شراب کو پی نہیں ہے۔ سو یہی
میں خرابی نے ان مکار و موشوں اور دغا باز مولویوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہر
تلفہ سے کام لے رہے ہیں ورنہ تیار پر تیار کیا کرتے ہیں کہ وہ بڑے مستی اور

پر سبزگار ہیں۔ مگر جب خلوت میں پہنچتے ہیں تو ان سے زیادہ سیاہ کار کوئی نہیں ہوتا
 میں ایک لطیف اثر یہ ہے کہ شراب کو تو اتنا بُرا کہتے ہو حالانکہ
 کلامِ آجی میں اس کے متعلق صرف یہ کہا گیا ہے کہ **الشہد بالکبر من لفتہما**
 یعنی شراب ان پسندوں میں سے ہے کہ جن کے نقصانات ان کے نفعوں سے یا جن
 کی بُرائیاں ان کی خوبیوں سے زیادہ ہیں اور خود چوری اور زنا، ظلم اور عداوت
 اور قتل و خونریزی میں مبتلا رہتے ہو جو گناہ کبیرہ ہیں۔

مے قوت جسم و قوت جانست مرا
 مے کا شہت اسرار نہاںست مرا
 دیگر طلب دنیا و عجبی نہ کہم
 یکا جرعمہ پُر از ہر دو جہانست مرا

شراب کے متعلق خیام کہتا ہے کہ میرے لیے شراب جسم کو طاقت اور روح
 کو غذا بخشنے والی چیز ہے، اور اس کی بدولت مجھ پر بہت سے عجیبے ہوئے بھید
 ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اب مجھے نہ دنیا کی ضرورت ہے اور نہ عجبی کی، کیونکہ شراب کے
 شراب کے ایک گھونٹ میں مجھے دو جہانوں کی بادشاہت مل جاتی ہے۔

خیام دنیا و عجبی دونوں کی طلب سے دستبردار ہونا چاہتا ہے کیونکہ اس
 کا خیال ہے کہ اگر دنیا کی طلب میں مصروف اور سہمک ہوا لوگناہ اور عھیاں کے
 سوا اور اس کا حاصل کچھ نہیں ہو سکتا اور اگر عجبی کی طلب میں دنیا کو بالکل چھوڑ دیا
 تو وہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے کیونکہ وہ ہیانتِ اسلام میں جائز نہیں ہے اس
 لیے انسان کے لیے دو ہی صورتیں ہیں یا تو وہ دنیا و عجبی دونوں کی طلب میں
 مصروف رہے یا ان دونوں سے ہاتھ اٹھا کر اپنے آپ کو تقدیر الہی پر چھوڑ دے
 کہ جو کچھ ہونا ہے خود ہی ہوتا رہے گا، خیام کی آسان پسند اور مسرت طلبِ طبیعت
 سے اس دوسری صورت کے اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے اور وہ بددہ پر سرور کا
 ایک جام پی کر دنیا و عجبی دونوں کی فکر سے آزاد ہو جاتا ہے۔

بر خیز و بیا بتا برائے دل ما
 غل کن بچال خوشن مشکل ما

ایک کوزہ سے پیار تانوش کنتیم
زاں پیش کہ کوزہ گشت از گل ما

کہتا ہے کہ مجھ کو بہت اٹھا اور ہمارے دل کی خاطر یہاں آکر اپنے حسن سے
مشکل آسان کر دے، اور اس سے پیشہ کہ کھار سہاری خاک کی صراحی بنائے لا
شراب کا ایک کوزہ ہے کہ ہم پی لیں، عیش و آرام ہو، زندگی ناکام دونوں فانی
ہیں اور انجام بہر صورت یہی ہونا ہے کہ خاک کا پتلا بہر خاک میں مل جائے۔ اس لئے
خیام مشورہ دیتا ہے کہ اس چند روزہ فرصت کو جس کا نام زندگی رکھا گیا ہے
کیوں نہ غنیمت سمجھا جائے اور اسے لطف و عیش میں گزارا جائے۔ اس سے کیا
حاصل ہے کہ آدمی دنیا میں ہر وقت مغموم اور رنجیدہ رہے اور اس کی زبان سے سوئے
خدا، قسمت، اور زمانہ کی شکایتوں کے اور کچھ نہ سنا جائے۔

ساتی قد سے کہ کار سازست خدا

در رحمت خود بندہ نوازست خدا

مے خور بہ بہا ر بار طاعت مفروش

کز طاعت خلق بے نیازست خدا

(۱۳)

ساتی کو مخاطب کر کے خیام کہتا ہے کہ خدا کریم درکار ساز ہے اور بندہ نوازی
اس کی رحمت کی شان ہے پر ڈر کس بات کا، لا شراب کا ایک پیالہ دے، بہا
کا موسم ہے اس میں مزے سے شراب پی اور یہ دکھائے کی عبادتوں کا گٹھ لکیر
اس کے حضور میں بیچنے کو مت جا، یعنی اپنی بندگی، و طاعت کے بدلے میں
جنت کی آرزو نہ کر، کیونکہ خدا کو تیری عبادتوں اور ریاضتوں کی ضرورت نہیں
ہے، مقصد یہ ہے کہ تم اگر اپنے خالق کی عبادت کر سکتے ہو تو وہ تو اس سے لے
ہونی چاہئے کہ اس کے ہزار در ہزار احسانات کا شکریہ ادا کیا جائے جو اس نے
ہم پر کیے ہیں نہ کہ حور اور شراب و لہو کے لالچ میں، ظاہر ہے کہ جو عبادت جنت
کے حورو و قصور کی غرض سے کی گئی ہے اس میں خلوص کہاں اور اسے خدا
کے شکریہ سے کیا واسطہ۔

چندراں بخورم شراب کیں بولے شراب

آید ز تراب چوں روم ز پر تراب
(۱۴) تا بر سر خاک من رسد مخمور سے
از بوسے تراب من شود مست و خراب

کہتا ہے کہ اب جبکہ شراب پی ہے تو اتنی تو پیوں کہ اگر پیتے پیتے مرجاؤں
اور دن کیا جاؤں تو میری قبر کی مٹی سے بھی شراب ہی کی بوائے۔ تاکہ اگر کوئی شرابی
اس طرت آنکھ تو میری قبر کی خاک سے بھی شراب کی بو کی لپٹیں اٹھ کر اسے مست
اور مدہوش بنادیں۔ یعنی اب جبکہ میں نے معرفت الہی کے میدان میں قدم رکھا ہے
تو میری حالت کم سے کم اتنی تو ہو جائے کہ میری ہر بات سے اور ہر ہر ادا سے
معرفت ربانی کے رموز، شکار ہوں اور جو مجھے دیکھے وہ بھی اسی رنگ میں رنگ
جائے اور عارف باللہ ہو جائے۔

ماوے معشوق دریں کنج خراب
(۱۵) جان دل جام و جامہ در رہن شراب
فاسخ ز امید رحمت و بیم عذاب
آزاد ز خاک و بادوز آتش و آب

خیام کی دلی آرزو یہ ہے کہ دنیا میں رہ کر دنیا سے اتنا بے تعلق رہے کہ کسی
چیز سے اثر پذیر نہ ہو، چنانچہ کہتا ہے کہ میں تو ایسی زندگی گزارنی چاہتا ہوں کہ اس
خراب آباد کے ایک کونے میں اپنے محبوب کے ساتھ ایسی سستی اور مدہوشی کی حالت
میں گزار ہوں کہ جان، دل، پیالہ، اور کپڑے سب کچھ رہن رکھ کر شراب پی لی
ہو، اور نہ تو دل میں اس بات کی تمنا ہو کہ خدا اپنی رحمت سے بہشت اور جہنم
دیکھے، اور نہ اس بات کا کوئی اندیشہ ہو کہ مجھے دوزخ میں جلا یا جائے گا غرض کہ
غدا صریحہ یعنی آگ، پانی، خاک اور ہوا ان سب کے اثرات سے بالکل آزاد
ہو کر پاک زندگی بسر ہو جائے، خیام ایسی عبادت اور ایسی نیکی سے سخت متنفر ہے
جو انعامات الہی حاصل کرنے کی خاطر کی جائے وہ اس اصول کا قائل ہے کہ ہمیں
نیکی بہت، اس بے اختیار کرنی چاہئے کہ وہ نیکی ہے، اور بدی سے ہمارا پرہیز
کسی خوف سے نہیں، بلکہ صرف اس بے ہونا چاہئے کہ وہ برائی ہے۔ وہ اس

چیز کو بھی پسند نہیں کرتا کہ انسان ہر وقت اسی فکر و راسخی میں مبتلا رہے کہ الیا کیوں ہو گیا اور الیا کیوں نہ ہوا اس کے نزدیک بہترین زندگی وہ ہے کہ انسان معرفت الہی میں منہمک ہو کر دنیا و مافیہا سے تائب ہو جائے۔ رنج و غم کو اپنے پاس نہ آنے دے۔ ہر جا میں خوش خرم رہے، اور حقیقت کے دلچسپ یاد دہانے کے خوف کی وجہ سے خدا کی عبادت نہ کرے۔

در را در نیاز ہر دے در یاب
در کوئے حضور مقتلے را در یاب
(۱۶)
صد کعبہ آب و گل بہ یکدل نرسد
کعبہ چہ روی برد دے را در یاب

خاتم اس حقیقت سے بہت ہی چھی طرح واقف ہے کہ خدا کی جناب میں اسکے ایک بندہ کے دل کی قیمت بہت زیادہ ہے اور کسی کے دل کا توڑنا کعبہ کو ڈھانسنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ درگاہ باری میں بجز و نیاز سے پیش آنے کا جو رستہ ہے اس رستہ پر باکر خود اس راستہ پر چلا رہے ہیں اُن سے مل، اور خدا کے حضور میں حاضر ہونے کی جو گلی ہے اس گلی میں بندہ کے مقبول بندوں کو ڈبوٹا۔ یہ پانی اور مٹی سے جو کعبہ بنایا گیا ہے ایسے ایسے اگر سو بھی ہوں تو ان کی قیمت ایک انسانی دل کے برابر نہیں ہو سکتی چند چیل تو فلاہری عبادت کرنے کے لئے کعبہ کی طرف کیا چلا ہے جا اور کوئی دل ڈھنڈھ یعنی کسی سے شخص کی خدمت میں حاضر ہو جو صاحب دل ہو اور جس کی صحبت بکثرت آدمی بندھے۔ سی مفہوم کا ایک شعر فارسی زبان میں بہت مشہور ہے یہ

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزار دل کعبہ یک دل بہتر است

یعنی لوگوں کے دل اپنے ہاتھ میں لے کر سب سے بڑا حج یہی ہے اور ہزاروں کعبوں سے ایک انسانی دل کی قیمت زیادہ ہے۔ کعبہ شریف بھی خدا کا گھر ہے اور آدمی کے دل کو بھی خانہ خدا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ درخدا کے دونوں شہروں میں سے ظاہر ہے کہ اس شہر کی قدر و قیمت زیادہ ہوتی چاہئے جسے خود خدا نے بنایا ہے اور جو انسانی مشاعرے سے کہیں بالاتر ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس



اندرونی کے نام سے جوائی طے شد - وہیں ہمارے سادہ صافی طے شد
 وان مرغ طرب کے نام اوہوں شہناب - مریاد کے آمد و دامن کے شد

حدیث کا یہی مطلب ہے کہ خیر الناس من یقنع الناس۔ یعنی انسانوں میں سب سے اچھا وہی ہے کہ جو دوسرے انسانوں کو نفع پہنچائے۔ اور اس کی خدمت کرے۔

چوں ہشیارم زین طرب بہان بست
چوں مست شوم در خردم نقمان بست
حالیست میان مستی و ہشیاری
من بندہ آن کہ زندگانی آن بست

(۱۴)

اس رباعی میں خیام نے اپنے فلسفہ کی پوری پوری تشریح اور توضیح کر دی ہے اور بتایا ہے کہ اسے کس قسم کی زندگی پسند ہے، اور دنیا کے دور و زہ قیام کو وہ کس طرح بسر کرنا چاہتا ہے، وہ کہتا ہے کہ اگر میں ہشیار رہتا ہوں یعنی دنیا کے حالات سے باخبر ہو کر ان سے اثر پذیر ہوتا ہوں تو یہ قسمت واقع ہوتی ہے کہ خوشی بٹا چہرہ مجھ سے چھپا لیتی ہے، اور اگر ایسی زندگی سے تنگ آ کر کہ جس میں باخبری اور اثر پذیریری تو ہے لیکن خوشی و شادمانی مفقود ہے، میں مست اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا ہوں تو یہ صورت حال بھی کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی کیونکہ مستی کی حالت میں عقل و خرد مجھ سے دور ہو جاتی ہے، اور شعور ہی نازل ہو جاتا ہے جسے نیزی انسانیت منحصر ہے۔ ہشیاری اور مستی دونوں کا تجربہ کر لینے کے بعد وہ بتاتا ہے کہ اسے کس قسم کی زندگی پسند ہے اور بھی ہے یعنی میں مست و بخیر بھی نہ ہوں، اور اس حد تک مشیور بھی نہ رہوں کہ فکر دنیا مجھ پر اثر انداز ہو کر میری مسرت اور شادمانی کو خراب کر دیں۔ اور یہی وہ زندگی ہے جسے صحیح اور صلی زندگی کہہ سکتے ہیں، اور میں ایسی ہی زندگی کا دلدادہ ہوں۔ خیام یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ دنیا میں وہ کر دینا ہے اس درجہ بے تعلق ہو جائے کہ اس سے کوئی واسطہ ہی نہ رہے، اور یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس قدر دور اندیش اور غافلت میں رہے کہ ہر وقت سندر کے غوت اور فکر کی وجہ سے زندگی ہی وبال ہو جائے۔ وہ ایک ایسی حالت پسند کرتا ہے کہ عقل و شعور میں تو کسی قسم کی کمی نہ آئے، لیکن دنیا کے رنج و غم یا خوشی و مسرت اس کے دل پر کوئی اثر ڈال سکیں، اور وہ جتنا تکلف تاج شاہی

اور دین گدنی دونوں کو حقارت کے ساتھ شکر ادا کرنی رات کو س سے رات بند تر
ماحول میں رکھ سکے۔

اور ملاحظہ فرمائیے کہ کتاب ہے کہ :-

سے خوردن و شاد بودن آئین سنیت
فایغ بودن ز کفر و دین آیت سنیت
نقتم یہ عمر دس دہر کا بہن تو چھپست
گفتاد دل خرم تو کا بہن میں مست

(۱۸)

یعنی میرا قاعدہ اور میرا اصول تو بس یہ ہے کہ شراب پینا و خوش رہنا چاہیے
اور میرا مذہب تو یہ ہے کہ کفر اور اسلام دونوں کو دور تباہی سے مبرا کرنا حسب ایک
دلیہن کی طرح بن سوز کر میرے سلسلے آئی تو میرے س سے پوچھا کہ اگر کوئی
آپ سے شادی کا خواستگار ہو تو آپ کا تہ کیا ہوگا۔ اس نے کہا میں آپ کا یہ
خوش و خرم دل میرا مہر ہے۔ خیام نفس پرستیوں اور شک پرستیوں کے ان متضاد
سے تنگ کر کے جن کا نام دل کوں نے مذہب رکھ دیا ہے۔ اور غزو اسلام کو ان
باہمی آویزشوں سے گھبرا کر کہ میں میں انسانی خون کو پانی کی طرح بہاؤں اور خدا کے
پیدا کیے ہوئے بندوں کو جنہیں وہ عزیز رکھتا ہے۔ نہ اسی کا نام سنے کے کرب و رنج
موت کے لحاظ اتنا مناسب سے بڑا کارِ نواب کہا جاتا ہے۔ سچے گالوں پر دانت
رکھ کر کہتا ہے کہ اگر ہی دین اور ہی مذہب ہے تو میں لفر اور نامیب دونوں سے
توبہ کرتا ہوں۔ میرا مسئلہ تو یہ ہے کہ معذرت دہانی کا ایک حلیہ ہو جائے۔ چاہے
اور اپنا تمام وقت خوشی اور خرمی میں گزار دینا کی کوئی بڑی سے بڑی تکلیف ور
مشیت بھی نیچے نیچہ اور مغوم نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ دنیا کی حسب ہی نہیں
ہے۔ دنیا کو ایک آرہستہ دیرہستہ حسین عورت تھوڑے کر کے رہتا ہے کہ اگر یہ اس
کے حسین ہونے میں تو کلام نہیں لیکن میں یہی معلوم ہے کہ اس کا تہ کیا ہے ؟
اور تم سے کیا چیز لے کر وہ تنہا رہی ہو سکتی ہے۔ اس کا تہ شاید وہ دل سے جو ہر وقت
شاد و خرم رہتا ہے۔ گو یا عمر دس دہا کو بخود لگاتے ہی نہیں اپنے س دل کو خیر باد
کہہ دینا پڑ گیا نہیں میں ہمیشہ خوشی کا لہر رہتا ہوں۔ اور دنیا سے نفرت پیدا کر لینے کے

بہرہ ناممکن ہے کہ تم کبھی خوش رہ سکو۔

شوخی اور اپنے ماک وخالق کے ساتھ طفلانہ ناز کرنا خیاام کی خاص ادا

ہے۔ کہتا ہے :-

گو بند کسے بہ ماہ شعبان رواست
نہ نیز رجب کہ آں مہ خاص خداست
شعبان و رجب ماہ خدا پیڈ و رسول
ماہے رمضان خوردیم کاں شامہ ماست

(۱۹)

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ شراب نہ تو شعبان کے مہینے میں پنی چہیتے اور نہ رجب کے مہینے میں کیونکہ یہ خاص خدا کا مہینہ ہے۔ اچھا تو پھر رجب شعبان اور رجب کے مہینے یوں تنگ لگے کہ وہ خدا اور رسول کے مہینے ہیں تو ہم رمضان ہی میں شراب پی لیا کرینگے کیونکہ یہ مہینہ تو خدا نے خاص ہمارے لیے اور ہماری عبادت کرنے کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ بس ریاضی میں ایک طرف تو خیاام نے ان لوگوں پر طنز کیا ہے جو سبکی اور فریبی باتوں کو جیسے زیادہ اہمیت دیا کرتے ہیں۔ اور ان سے یہ کہنا چہیتا ہے کہ گناہ سے بچنے کے لیے یہ شعبان اور رجب کی شخصیں کسی اگر یہ مہینے خدا اور رسول کے ہیں تو کیا باقی دس مہینوں میں گناہ کرنا جائز ہے، دوسری طرف وہ ایک نہایت ہی لطیف پیرایہ میں اپنے محبوب اور اپنے معبود کے ساتھ طفلانہ چہیتے بچھاڑتا ہے۔ کہتا ہے کہ بگوں نے شعبان اور رجب کو تو خدا اور رسول کے مہینے بنا دیا، اب آخر میں کیا کروں اور میرے دل کی خواہشیں کس طرح پوری ہوں؟ پھر اب مجھے ہی کرنا پڑیگا کہ رمضان جیسے متبرک مہینے میں شراب پنی پڑے گی کیونکہ وہ مہینہ بندوں کی عبادت کے لیے بھی مخصوص ہے اور اس میں دوزخ کے دروازے بھی بند ہوتے ہیں اور برا بر رحمت الہی کا نازل ہوتا رہتا ہے۔ اس سے بہتر مومنہ مجھے اور کون سا مل سکتا ہے کہ ایک طرف تو برا بر رحمت الہی نازل ہوتی رہے اور رحمت کی کہڑکیوں سے ہوا آتی رہے اور دوسری طرف دوزخ کے دروازے بند ہوں اور شیطان مقید، شوخ اور گستاخ بند رمضان کے مہینے کو شراب خواری کے لیے منتخب کر کے یہ جتنا چاہتا ہے کہ اسے پیے ہوا

کی رحمت پر کس قدر بھروسہ اور ساتھ ہی کس قدر ناز سے۔ وہ اہل ظاہر کو یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ اگر تم نے رجب اور شعبان کو خدا اور رسولؐ کے ہینے بنا دیا ہے تو تم انہی میں خوش رہو، میں معرفت الہی کی شراب رشتان میں پیو نگا۔ کیونکہ اسی ہینے میں قرآن پاک نازل ہوا تھا، اور اسی میں لیلۃ القدر جیسی مبارک لائے ہوتی ہے، کہ جو ہزار ہینوں سے تنہا بہتر ہے۔

ہر چند کہ از گناہ بد بختم و زشت
نوسید نیم جو بہت پرستار ز کشت
اما سحر سے کہ میرم از زخمی
سے خواہم و معشوق چہ دوزخ چہ بہشت

۱۲۰

پیام کہتا ہے کہ اگر جب گناہوں کی وجہ سے میں بہت ہی بُرا بھی ہوں اور بے شب بھی ہوں لیکن رحمتِ بری سے میں اس طرح ناامید نہیں ہوں کہ جس طرح بہت پرست ناامید ہوتے ہیں۔ لیکن اعتراف گناہ اور ناامید عقیدہ کرم کے بعد بھی جو کچھ میری آرزو ہے وہ یہ ہے کہ جس دن میں شراب پیتے پیتے میرے جاؤں تو اس دوسرے عالم میں بھی مجھے شراب اور معشوق مل جائے۔ اور اس کی مجھے پروا نہیں ہے کہ مجھے دوزخ پر رکھا جائے یا بہشت میں۔ اس رباعی میں ایک طرف تو وہ بڑھاپے دیکر رحمتِ الہی کو خوشی میں لانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میں لاکھ لاکھ گناہیں لیکن میرا ذرا کچھ بت پرستوں کا خدا تو نہیں ہے کہ بے جان ہو اور اپنے منہ پر سے مکلی بھی نہ اڑ سکے، مجھے اس کی رحمت اور اس کی قدرت سے سب کچھ اُمید ہے، اور دوسری طرف نہایت خوبصورتی کے ساتھ ایک لطیف استعارہ میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ مجھے جنت اور دوزخ سے کیا مطلب جہاں تیرا جی چاہے وہاں رکھ میں تو بس اتنا چاہتا ہوں کہ تو اور تیری محبت کی شراب مجھے مل جائے، اسی کو پیو، پیو میرا دم نکلو اور اسی کو پیو، امیدانِ حشر میں بھیجتا پیروں۔

یک ہفتہ شراب خوردہ با سنی بہشت
بال تانہ ہی و روز آدینہ ز دست
در دہب با شبنہ و آدینہ کیست

۱۲۱

جہاں پرست باش نے روز پرست

کہتا ہے کہ ایک ہفتہ تک روزانہ شراب جب پی چکے تو کہیں ایسی غلطی نہ کر
بیٹھنا کہ جمعہ کے دن اس خیال سے کہ یہ روز آدینہ ہے چھوڑ بیٹھو۔ جمعہ روز
آدینہ ہی، لیکن خیاام کہتا ہے کہ ہم تو خدا کے پوجنے والے ہیں، دنوں کے
پوجنے والے تھوڑے ہی ہیں اس لیے ہمارے مذہب میں تو جمعہ اور ہفتہ سب
برابر ہے اور ہم کسی ایک دن کو مقدس اور بزرگ سمجھ کر مے نوشی سے احتیاط
نہیں کر سکتے۔

من یسج ذرا تم کہ مرا آنکہ سرشت

از اہل بہشت کرد یا دوزخ زشت

جائے و بے و بریلے بر لب کشت (۲۲)

ایں ہر سہ مرا نقد و ثرا لئی بہشت

زادانِ ریاکار سے مخاطب ہو کر خیاام کہتا ہے کہ بھائی یہ تو مجھے کچھ نہیں معلوم
کہ جس ذاتِ باری نے مجھے پیدا کیا ہے اس نے میرا نام بہشت والوں کی فہرست
میں رکھا ہے یا دوزخیوں کی فہرست میں مگر ہاں اتنا جانتا ہوں کہ شراب اور عشق اور
راگ، در رنگ اور سیزہ زار کا کنارہ یہ سب نعمتیں مجھے تو اس وقت حاصل ہیں، اور
آپ خور و قہور کی تمنا میں رات دن درگاہِ الہی میں گڑا گڑا یا کرتے ہیں، گو با خدائے
پاک کی من نعمتوں کی آرزو میں آپ رات دن مرنے رہتے ہیں وہ مجھے اسی دنیا میں
حاصل ہیں۔ اس رباعی میں بھی خیاام نے اس طرٹ اشارہ کیا ہے کہ عبادتِ الہی
جنت اور خور اور شرابِ ظہور کے لالچ میں نہ کرنی چاہیے، بلکہ اس کا مقصد یہ
ہوتا ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے کا شکر ادا کرنے کی کوشش کریں۔

مے خور کہ مدام راحت روح تو دوست

آسائش جان دل مجرٹ تو دوست

طلوفانِ غم از در آیدت از پس و پیش (۲۳)

در بادہ گر ز، کشتی روح تو دوست

کہتا ہے کہ بس شربِ پیو گونجہ گرد دے کو لازم ملتا ہے تو اسی میں ملتا ہے

اور زخم خوردہ دل کے لئے اگر کہیں اطمینان اور آسائش نصیب ہو سکتی ہے تو وہ شراب نوشی ہی میں ہو سکتی ہے۔ غم و رنج و راحہ و مصیبت کے اگر چاروں طرف سے طوفان آکر بچے گھیر لیں تو ایسی حالت میں اگر کچھ پناہ مل سکتی ہے تو بس جام شراب میں کیونکہ وہی تیرے لئے نجات دہن ہو سکتا ہے اور کچھ اسی میں پناہ لینی چاہئے۔

پیام یہ ظاہر کرتا چاہتا ہے کہ یہ دنیا دار لہجہ بہت دور جہاں سے دل کو مسرت اور کیف کی روح کو اطمینان میسر نہیں آ سکتا، اور اگر ہم حقیقی خوشی اور سچی مسرت کے طالب ہیں تو ہمیں رنج اور غم و غشی و دواؤں سے بے پروا ہو کر پناہ اور حسین طرح ایک مست و مدہوش آدمی کو نہ اذیت کو رنج ہوتا ہے اور نہ راحت کی خوشی بالکل اسی طرح ہمیں بھی عرفان الہی کی شراب سے مست و مدہوش و در دنیا و مافیہا سے کلیتہاً بے پروا ہونا چاہئے۔ اور خواہ مسرت کے مستدرہاں مارا کریں یا مصیبت کے ہارڈ ٹوٹیں ہمیں ان سے کسی قسم کا کوئی شوق نہیں کرنا چاہئے۔ چنانچہ اس سے انکی رہائی میں وہ خود بھی اپنی سچے خوشی کے سبب بیان کرتا ہے۔

مے خوردن کن نہ ز برائے طلب مستی

نہ بہر فساد و تہکاب دین و ادب مست

(۲۴) خواہم کہ بخود ہی پر آرام سے لقمے

مے خوردن دوست بودم ز پس سلب مست

یعنی میں جو شراب پیتا ہوں تو کچھ اس لیے لٹوڑا ہی پیتا ہوں کہ اس سے سرور اور خطا حاصل کروں اور نہ اس سے بے پناہوں کہ مذہب کو چھوڑ کر دل یا فتنہ و فساد کرنا پیروں اور مذہب اور احکام مذہب کا ادب و احترام میرے دس سے ٹکڑے کر دے۔ میرا مقصد تو شراب پینے سے صرف اس قدر ہے کہ اس شہکدہ و سر میں جہاں ہزاروں رنج و رلاکوں سے بیتیں ہر بار طرف سے ان کو گھیرے ہوئے ہیں دوپہر رسائے اطمینان اور بے فکری کے ساتھ لے سکوں، اور میری مستی اور شراب نوشی کا کمال ذرا سی فاسخ الہامی اور تقویری سی دیر کے لئے مسرت و آرام دہاؤں سے بے پڑنی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

دنیا نہ مقامِ نشت کے لئے نشت
خندان درو خراب داؤلی ترست
برائش عظم زیادہ آسے می زن
زال پیش کہ در خاک روی باو بدست

(۱۲۵)

اس دارقنی کا اچھی طرح تجربہ کر لینے کے بعد خیام نے یہ رائے قائم کی ہے کہ یہ نہ تو چلنے پھرنے کی جگہ ہے اور نہ ٹھہرنے اور بیٹھے رہنے کی اور یہاں وہ لوگ جو عقل و ہوش رکھتے ہیں ہمیشہ خراب رہتے ہیں اور مست اور مدہوش بہر صورت بہتر ثابت ہوتے ہیں، اس لئے یہ مشورہ دیتا ہے کہ بھائے، دل میں جو عزم کی آگ بھڑک رہی ہے اس پر شراب پی کر پانی ڈال دو، اور اس طرح خالی ہاتھ قبر کے اندر جانے سے پہلے اس رنج و الم کی آگ کو بجھا دو۔ خیام نے بار بار سی نصیحت کو دہرایا ہے کہ ہمیں اپنا وقت منہی خوشی میں گزارنا چاہیے، اور دنیا کی تعلقات کی بنا پر جو رنج اور صدمے ہمیں پہنچیں، انہیں تغافل اور خاموش کاری کے جام کی نذر کر دینا چاہیے، کیونکہ یہ دنیا ایسی جگہ نہیں ہے جس کا انتظام ہماری مددنی اور ہماری خواہش کے مطابق ہوتا ہو، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ ہم اپنی توقعات میں اکثر ناکامی نصیب نہ ہو، اور اگر ہم ہوشیار و رزق کی بحس ہیں تو ظاہر ہے کہ زندگی دبال ہو جائے گی۔ اس لئے ہمارے تو حادثات اور اتفاقات کی طرف سے اس حد تک بے حس اور بے پروا بن جانا چاہیے کہ دنیا کا بڑے سے بڑے رنج بھی ہمیں ہول اور غمگین نہ کر سکے۔

در فصل بہار اگر بٹ حور سرشت
چرخے قد سے دہمرا پر لب کشت
گر چہ بر سر کس ایسا سخن باشد زشت
سک بہ زمین اگر دگر بر ہم نام بہشت

(۱۲۶)

خیام کی زادرو طبیعت سے اکثر تجربہ رکھ کر کہتا ہے کہ نہایت بیاہلی اور بے زنی سے بچنا چاہیے، جنہ میں آئے وہ کہہ ڈالے جتنا خود آہستہ سے کہہ رہے ہیں وہم میں اگر وہ جو شہوت منہورہ کے کنارے پہنچے رہیں، اس سے نہایت شراب و پیالہ

بھر کر دے تو پہر مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، اور گو ہر شخص کے لئے یہ بات بڑی ہو مگر میں تو یہی کہوں گا کہ اگر اس کے بعد میں دشت کا نام بھی لوں تو میں کتب سے بدتر ہوں۔ مصرفت الہی کا ایک جام میں کے ساتھ نقائے ربانی کی دولت بھی پیش ہوئی الحقیقت ایسی ہی چیزیں ہیں کہ ان کے بعد یہ دشت کی تمنا کرنا ہو سکتی ہے تو کسی ہوس کا را اور نفس پرست ہی کو ہو سکتی ہے۔

چوں ابر بہ نورد ز رخ لال شہبست
بر خیزد بہ جام و بادہ کس عزم درست
(۲۷)
ایں سبزہ کہ امروز تماشا گشت
فردا ہمہ از خاک تو بر خواہد گشت

ہلکا ہلکا سینچہ برس کر کھل چکا ہے، سرخ سرخ چولہاں اور ہرے ہرے پتوں کا دھل دھلا کر رنگ نکھر گیا ہے۔ بادہ و جام کے عاشق خیمہ سے اس موسم میں بھلا کیسے صبر نہ سکتا ہے۔ بے اختیار ہو کر چلتا ہے کہ سینچہ برس چکا تھا لال کا منہ دہل گیا، نورد ز کا دن ہے آؤ اور پیالے لے کر مے نوشی کے ارادے سے بیٹھ جاؤ، آج جس سبزہ کا تم تماشا دیکھ رہے ہو اور لذت اٹھا رہے ہو کل کو یہی سبزہ ہماری تمھاری قبروں پر آگے گا۔

آباد خرابا بت ز مے خوردن است
خون دو ہزار تو بہ گردن ما رست
(۲۸)
گر من نہ کنم گندہ رحمت چہ کند
آراش رحمت از گندہ گردن است

ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا کے میخانے ہمارے دم سے آباد ہیں ہم نہ ہوں تو ساتی اور مہیکہ سب بے کار اور لغو چیزیں ہیں اور پھر اس سے ابی زیادہ فخر اس بات پر کیا جاتا ہے کہ ہزاروں مرتبہ کی تو یہ کا خون فانی ہو رہی گردن پر ہے کیونکہ روزانہ ۔

سکشی رات کو کی صبح کو تو بہ کر لی زندگے رندست با تو است حبت رنگی
پر عمل رہا ہے اور ہزاروں مرتبہ تو بہ کی ست اور ہزاروں مرتبہ تو بہ توڑی

ہے، اس فخر اور تعلی کے بعد خیال آتا ہے کہ شراب پینا تو گناہ ہے اس لیے نور
 ہی تاز شروع ہو جاتے ہیں در رحمت باری تعالیٰ کو اس طرح پھیلانے کی کوشش
 کی جاتی ہے کہ پھلا اگر میں گناہ نہ کروں تو بہر دنیا میں خدا کی رحمت کے۔ یہ کیا کام
 رہ جائے گا، عابدوں اور زابدوں کے لیے تو رحمت کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ
 ان کے پاس تو زہد اور ریاضت کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ رحمت تو اپنی لوگوں
 کے کام آسکتی ہے جو فقور وار ہوں اور جن کے کندھوں پر گناہوں کا بشت رہ رہ
 ہو۔ اس لیے رحمت انہی کی آرائش اور زیبائش ہی گویا ہمارے دم سے ہے
 اور اگر ہم نہ ہو یا ہم گناہ نہ کریں تو خدا کی رحمت کے لیے کوئی کام نہ رہے اور وہ
 ایک بے کار چیز ہو جائے۔

منشی امیر حیدر مینائی مرحوم نے بھی اپنے ایک مطلع میں اسی مضمون کو نہایت
 خوبی سے باندھا ہے:-

موت و جرم ہی پر کرم کا ظہور تھا بندے اگر فقور نہ کرتے فقور تھا
 شراب و لب کے جام پر پیام پڑھا کرتیام نے بادہ معرفت کے
 دریا بہا دئے ہیں:-

ساقی قدحے کہ بست عالم ظلمات
 خیر و شر کے تو نیست در خیال آب حیات
 از جهان و جہان ہرچہ در عالم هست
 مقصود توئی و بر محض ہمدست (۲۹)

ساقی نہ کوئے لب کر کے خیم کہتا ہے کہ تمام عالم میں تو اپنی پانی ہو
 ہے، در تیر سے چہ سے کہ سوا دنیا میں آپ حیات، در کوئی چیز نہیں ہے جیسا
 حیات میں تو ایک پیالہ پھر کر مجھے دیر سے، حیات ہو یا مہیاں ہو، و اس دنیا کی
 کوئی چیز ہو ہمارا مقصود اسلی نہیں تو ہے اور تیرے جیب محمد مصطفیٰ پر درود
 مطلب یہ ہے کہ بار الہ دنیا کے اس ظلمت کہہ میں اگر آپ حیات سے نہیں
 اور دنیا بھر کی کوئی چیز بھی کیوں نہ ہو ہمارا مقصود اسلی نہیں تو ہی ہے اس سے
 اپنی معرفت کا ایک پیام اپنے جیب پاک کے صدف میں کہ ان پر درود و سلام

پہنچے ہمیں بھی غایت کرے۔

ساتی سے معرفت مہمکرمست

در مشرب بے معرفتوں معصیت

(۳۰)

بے معرفت آدمی حسیہ کا آریہج

مقصود ز آدمی ہمیں معرفت مست

کہتا ہے کہ یا اللہ میرے لئے تو تیری معرفت کی شراب ایک بزرگی ہے۔ لیکن ان لوگوں کی نگاہوں میں نہ حق نہ آستانہ ہوں۔ در کچھ نہیں پہنچتے۔ یہ شراب ایک گناہ ہے، پہل جس آدمی میں معرفت نہ ہو اور جو خدا ہی کو نہ پہچانتا ہو وہ بھی کوئی انسان ہے اور اس کی زندگی بھی کسی کام آسکتی ہے، آدمی جس چیز کا نام ہے اور انسان کی جس خوبی کو انسانیت یا آدمیت کہا جاتا ہے وہ تیری معرفت ہی تو ہے۔ اس رباعی میں کبھی ناہدات ریاکار پر ایک پُر لطف طنز موجود ہے یعنی جو لوگ کہ شراب معرفت سے بے بہرہ ہیں انہیں آدمی ہی کیوں کہا جائے۔ اور جو بادہ عرفان کو گناہ سمجھتے ہیں وہ آدمی کب ہیں۔

ساتی نظر سے کہ دل خوش از دین تست

ہاں شاد از خوشہ چینی خرمن تست

(۳۱)

ناگفتہ دست ضمیر تاسپ داؤد

خیام جہم عاشقاں دل روشن تست

کہتا ہے کہ خداوند ایک نگاہ کرم میرے حال پر کرے کیونکہ میرے دیدار سے میرا دل یا سغا یا غ ہو جاتا ہے، اور تیرے خرمن کی خوشہ چینی سے رنج شد و مسرور ہو جاتا ہے میں اپنے دل کی آرزو تجھ سے کیا بیان کروں کیونکہ میرے دل کا حال تو بے کہے ہی کہتے معلوم ہے اور تیرا دل تو عاشقوں کے حق میں خیام جمشید کا کام دیتا ہے جس میں تمام دنیا کا حال نظر آیا کرتا ہے۔ خیام کا مطلب یہ ہے کہ نبلائیے کیا ضرورت ہے کہ ظاہری عبادتیں کیا کروں اور تمناؤں میں اپنے دل کا مدعا زبان سے بیان کروں تو تو نام اخیب ہے، سبکے یوں ہی معلوم ہے کہ میرے دل میں تیری کس ذریت موجود ہے۔

یک جرعه سے ز ملک کا دس بہت

وز تحت قباد و مملکت طوس بہ است

(۳۲) ہر مالہ کہ زند سے بہ سحر گاہ زند

از طاعت زاهدان سالوس بہ است

شراب کی تعریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس کا ایک گلوٹ ایران کے بادشاہ کاؤس کے ملک سے زیادہ اچھا ہے، اور ایک کاؤس پر کیا منحصر ہے وہ تو قباد کے تخت سے اور طوس کی سلطنت سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے، عالم مستی میں صبح کے وقت جب کوئی زند گاہ کہنچتا ہے یا مالہ کرتا ہے تو اس کا وہ تار ٹکرو فریب سے بکھرے ہوئے۔ زاہدوں کی عبادتوں سے بہتر ہے، اس کے تسلیم کرنے میں کسے تامل ہو گا کہ عیاری اور فریب کاری کی خاطر جو عبادتیں کی جاتی ہیں وہ ایک زند شراب خوار کے اس نعرہ مستانہ سے بدرجہا بدتر ہیں جو فلووس دل سے یاد آتی ہیں مارا جائے۔

رقم بہ خراباست بہ ایمان درست

ز نادر مغال را بہ میاں لہم چیست

(۳۳) شاگرد خرابات ز بدنامی من

رختم بدر دافکند و خرابات لہست

مبتدا کی بزرگی کا اظہار خیاں ان الفاظ میں کرتا ہے کہ وہ ایسا متبرک اور مقدس مقام ہے کہ میں وہاں درست اعتقاد اور ایمان لے کر پہنچا اور جینیو بھی خوب سنبھال کر لپیٹ لیا، لیکن میخانے میں ساتی کے جو چیلے تھے انہوں نے میری بدنامی کو دیکھ کر مجھے وہاں بیٹھنے کی اجازت نہیں دی، اور میرا سامان پھینک کر اپنے میخانہ کو خوب دہرایا کیونکہ وہ میرے قدموں کی وجہ سے ناپاک ہو گیا تھا۔ گویا ریاکارانہ زہد ایسی ناپاک چیز ہے کہ اس سے شراب خانے بھی ناپاک ہو جاتے ہیں اور انہیں دھوئے کی ضرورت پڑتی ہے۔

ساتی قدسے کہ کار عالم نفسے مست

گر شادی از ویک نفس کان نہ یزبے مست

(۳۴) خوش باش زہر چہ مریشیت آید جہاں

ہرگز نشو و چہا نہ دیکھو اد کے مست

ہر حال میں مست رہنے والا خیام کہتا ہے کہ ساقی ان سب جھگڑوں کو
تھپرا اور ایک پیالہ شراب مجھے دیکھو کیونکہ یہ دنیا، پانچ سو اور زندگی کا کچھ
اعتبار نہیں اس لیے خوشی کا جو لمحہ بھی میسر آجائے اس کو غنیمت خیال کرنا چاہیے
دنیا میں مہلکی اور بڑی در خوشی اور سچ سچ شکار پر کچھ ہی بیش اسے اس سے اثر
پذیر نہ ہوتا چاہیے اور ہر سال میں خوش رہنا چاہیے کیونکہ دنیا کا کام ہم ہماری
دستی کے مطابق نہیں چلا کرتا اور کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ اگر ہم چاہیں وہی ہو جائے
خیام کا یہ فلسفہ ہے جس نے سچ تمام دنیا میں مشہور کر رکھا ہے اور مسکرت
ہے کہ اب بھی اس قدر عمدہ اور صحیح کہ اگر انسان اس پر سال ہو تو چاہے وہ نیکی اس
کے لیے بہشت بن جائے۔

ساقی یہ بہشت اس ہر شتائی چلیت

جست نے وسائی بود و باقی چلیت

(۳۵)

ارنجاست میرے وسائی تو آنجاست تہیں

پس درد و جہاں بہ از میرے وسائی چلیت

متا ہے کہ آخر یہ بہشت کا اس قدر شوق لوگوں کو کیوں لگا ہوا ہے۔ بہشت تو

صرف شراب اور ساقی ہی کا نام ہوتا ہے، اور بس، ساقی اور شراب یہاں بھی موجود

ہے اور ہر بھی نہ ہی دو چیزوں کا جلیو ہے تو بہر بہشت اور دوزخ کیسی، دونوں

جہانوں میں ساقی اور شراب سے بہتر کوئی چیز کہ جس کی تمنا کی جائے کہاں سے آئی

ساقی قاری ہے کہ آنکھ دس نکال میرے مست

نہا یہ سر راستی و عشق تو نہ رشت

۱۰۶

معمور بود ویشاہ و باد و جہاں

موجود بود بہ کوثر و خور و بہشت

خدا کی نعمتوں کی دل سے قدر کرنے والا خیام اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ

کہ ما شراب پاکو نہ کہ جس کسی نے مجھے پیدا کیا ہے اس کے میرے لیے تیرا عشق

پرستی زائد ہے اور اس دنیا کی نعمتوں میں سے میرے مقرب ہیں جو پیر میں

ہیں وہ بادِ نوشی اور تیری محبت میں، اور شرابِ درِ عشق بھی دو چیزیں ایسی ہیں
جنہیں اس دنیا کا بھی حاصل کہا جاتا ہے اور اس دنیا کا بھی۔ کیونکہ یہ دنیا بھی
شرابوں سے اور مستوقوں سے بھری پڑی ہے اور اس دنیا میں بھی جن چیزوں کا
وعدہ کیا گیا ہے وہ شرابِ ظہور اور بہشت اور حور ہیں۔ ”وعدہ“ کے لفظ سے
خیام نے کلامِ الہی کی ان بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ حورِ مقصودِ دل
فی البیتا مرہ ۵ اور، جنة تب بترى من تحتها اکافہا ۵

امر و زکر کہ نوبت جوانی من ست
مے نوشتم از آنکہ کامرانی من ست
عیش مکند اگر چه تلخ ست خوش
تلخ ست ازاں کہ زندگانی من ست

(۳۷)

کہتا ہے کہ آج جبکہ سیری رگوں میں جوانی کا خون دوڑ رہا ہے میں کیوں نہ شراب
پیوں کیونکہ آج میں کامیاب اور بائراد ہوں، لوگوں سے الٹا کرتا ہے کہ تم شراب
کو س لینے پرانہ کہو کہ وہ تلخ ہوتی ہے، وہ مجھے تلخ ہی غریزے۔ اور نہیں یہ خبر
بھی ہے کہ وہ تلخ کریں ہے۔ وہ تو اس لئے تلخ ہے کہ وہ سیری جان ہے گویا زندگی
رکبانہ و پیر ہے کہ جو ہمیشہ تلخ ہی ہوتی ہے۔

اے دل چو زمانہ می کنت غمناکت
تا کہ ہر در ز تن رواں پاکت
بر سیزہ نشین و خوش بزمی روزے چند
زاں پیش کہ سیزہ رو پدا ز خاکت

(۳۸)

یہ مضمون خیام کے ان ہمتی عام ہے، اور اس کی بچا سوں کے باغیوں
میں اسی بات کی تفسیر کی گئی ہے کہ انسان کو جو دروازہ زندگی میسر ہے اسے خوشی اور
خوشی میں گزار دینا چاہئے۔ چنانچہ اس زمانہ میں جب وہ کہتا ہے کہ سبوں جبکہ زمانہ
کی گردش تجھے پہنچاؤں غم سے بچاؤں ہی ہے تو تیری یہ پاک روح کسی دن بچاؤں تیرے
جسم سے نکل جائے گی جبکہ یہ بھی معلوم ہے کہ افکارِ زمانہ سے نجات نہیں مل سکتی،
اور جبکہ یہ حقیقت ہے کہ ایک دن موت ضرور آئی ہے تو پھر بھلا رنج و غم سے

کبا حاصل، آؤ کہیں سبز گھاس پر ٹھہریں اور جو چند روز کی تہمت ہے اُس میں
عیش اڑالیں اس سے قبل کہ خود ہماری خاک پر سبز گھاس اُگ آئے۔

چوں لالہ بہ نور و قدح کیر بہ ست

بالالہ رخنے اگر ترا فرصت است

(۱۳۹)

مے نوش و مخور غصہ کہ این جہنم بہن

ناگاہ ترا چو خاک گردانند بہت

خمنانہ معرفت کا بارہ خوار اور جام مے عذراں سے سرشار خیاام، اپنی زندگی کو
حکم دیتا ہے کہ گل و لالہ کی طرح نور و زکے دن اپنے اہل قلم میں پیالہ لے لے اور اگر موقع
ہو تو کسی مال رخنے کے ساتھ بیٹھ کر لطیف میوے کھاؤ، پس شراب پیو، در رخ یا غصہ نہ
کرو، کیونکہ یہ بڑھا آسمان یکا یک تمہیں خاک کی طرح پس کر رکھ دینگا،، سی مضمون کو
خیام نے بار بار بیان کیا ہے۔ اور اس کے فلسفہ کا لب لباب یہی ہے کہ انسان کو
اس دور و زکی زندگی کے رخ و غم یا خوشی و مسرت سے خریدیر نہ ہونا چاہیے
اور جو تھوڑا سا وقت فراہم ہے اسے غنیمت سمجھ کر کامل اطمینان اور بے فکری کے
ساتھ گزارنا چاہیے۔

در دہر مرا شراب و شاد بہ ہوس است

نہ چشم و دلم منتظر پیش و پس است

(۱۴۰)

در دل نہ ز بشارتی و مستی خبر سے

مقصود من از ہر دو جہاں یک نفس است

کہتا ہے کہ اس دنیا میں میری توقع صرف ایک آرزو ہے، اور وہ یہ کہ شراب و شاد بہ
اور دلبر مست شراب ہو، میری آنکھ کو اور میرے دل کو پیش و پس کا کچھ انتظار نہیں ہے
میرے دل کو نہ بشارتی سے کچھ مطلب ہے اور نہ مستی کی خبر، میرا مقصد دو جہانوں
بہان سے پس ایک سلسلے ہے جو کامل ہے بے خبری میں گذر جائے۔

در زمانے قرا بہ غلغل سے چہ خبر است

آواز سماع و نالہ سے چہ خوش است

(۱۴۱)

در بہر بہت و لغزب و در سر سے ناب

مسنی کا عالم وہ عالم ہے کہ اس وقت ایک زندہ سگیش پر وہاں مہمان کے سرار روشن ہو جاتے ہیں اور اس کا ضمیر جامِ حیاں نمایاں جاتا ہے۔

ساتی رخ نورِ جامِ جمشید بہ است

مردن بہ ریت ز بحرِ حیا وید بہ است

(۲۴) خاکِ قدیمت کہ روزِ سن روشن از دست

ہر ذرہ ز صد ہزار خورشید بہ است

شراب کی تعریف کر چکے کے بعد خیاام کو ساتی کا خیال آتا ہے تو کہتا ہے کہ

تیرا منہ جامِ جمشید سے بھی زیادہ اچھا ہے اور تیری راہ میں مرجان، ہمارے لیے ہمیشہ

زندہ رہے گی۔ تیرے قدموں کی وہ خاک کہ جس سے ہماری تقدیر روشن

ہے اس کا ایک ایک ذرہ ہزاروں آفتابوں سے زیادہ اچھا ہے۔

ساتی دل من ز دست اگر خواہد رفت

بکرت کجا ز خود بد رخا بد رفت

(۲۵) صدیقی کہ چو ظرف تنگ ز خویش پرست

یک جرعه اگر دی بہ سر خواہد رفت

دنیا کو دکھانے کے لیے عبادت کرنے والے زہدوں کو چھوڑ کر اب خیاام

سیاہ قلب صوفیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ساتی اگر میردوں پر

سے جاتا بھی رہے تو وہ تو سمن رہے وہ اپنے اندر سے نکل کر جاسے گا تو کہاں جائے

یہ تو صوفیوں کی حالت ہو کر رہے کہ جو تنگ برتن کی طرح اپنے ہی خیال و سرپرست

بھٹکے ہوئے ہیں، انہیں اگر ایک گھونٹ بھی شراب کا دیدہ پائے تو وہ سیدھا ان کے

دماغ کو چڑھ جاتا ہے اور وہ بہنے لگتے ہیں مصلوب یہ کہ اگر راز معرفت رتوں کو

معلوم ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ وہ عالی ظرف ہوئے ہیں اور ان کے

دل میں بڑی گنجائش ہوتی ہے۔ لیکن اگر یہی راز ان صوفیوں کو کہیں معلوم ہو جائے

کہ جن کے حال و حال سب دکھائے گئے ہوتے ہیں تو ان کے دل میں اتنی سدا

کہاں وہ نورا آسپاسے باہر ہو جاسے ہیں اور کب لگتے ہیں۔

ساتی گل و سبزہ پس خرمیاک شد بہ است

دریاب کہ ہفتہ دگر خاک شدہ است

(۲۶) مے نوش و شگلے بچیں کہ تا درنگری

گاہ خاک شدہ است و سبزہ ہم خاک شدہ است

کہتا ہے کہ اے سانی دنیا کی بہاریں اور یہ سبزہ و گل پہلے بھی بہت کچھ دیکھا ہے
 رہ چکا ہے۔ لیکن ذرا تحقیق کر کے دیکھ لیتے خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ وہ بہاریں
 بس ایک ہفتہ کے لئے نکلیں اور دوسرے ہفتہ میں وہ پھول اور وہ سبزہ سب
 خاک میں مل گیا۔ جبکہ دنیا کی لذتوں کا قیام اس قدر کھوڑا ہے تو پھر اٹھ شراب پی
 اور اپنے لئے سب پسند کوئی پھول توڑ لے اس سے پہلے کہ یہ نظارہ تیری
 آنکھوں کے سامنے ہو کہ پھول بھی خاک میں مل گیا اور سبزہ بھی، کس قدر عبرتناک
 مضمون ہے کہ انسان حاکم ازلت دن یہ دیکھتا ہے کہ دنیا کی کسی چیز کو بقا نہیں ہے
 پھر بھی اتنی چیزوں سے دل لگاتا ہے اور ان کے تسلنے یا ملنے کے بعد کہو جانے
 پر روتا اور آلتو بہا یا کرتا ہے۔

ساقی مے کہتہ یادیرین من است

بے دختر ز عیش کہ آئین من است

(۲۷) گویند کہ بادہ خوار را دینے نیست

من بادہ خورم کہ بادہ خود دین من است

اپنے ساقی سے خیام کہتا ہے کہ پرانی شراب تو میری پرانی دوست ہے اور
 دختر زر کے بغیر عیش کرنا یا دنیا کا لطف اٹھانا میرا دستور ہی نہیں ہے۔ لوگ کہنا کرتے
 ہیں کہ شرابیوں کا کوئی مذہب ہی نہیں ہوتا میں تو شراب پیتا ہوں کہ ہی شراب پیتا ہوں
 مذہب ہے۔ خیام نے اس رباعی میں ان لوگوں پر طعن کی ہے جو اپنے آپ کو مذہب
 کہتے ہیں اور جن کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی مذہب کے باندہ نہیں ہیں وہ ایسے لوگوں
 کو اس حقیقت سے واقف کرنا چاہتا ہے کہ دنیا میں "لا مذہب" تو کوئی ہوس
 نہیں سکتا۔ کیونکہ لا مذہبیت خود ایک مذہب ہے۔ مذہب تو درحقیقت اس
 رستہ کا نام ہے جس پر ہم اپنی زندگی میں گامزن ہوں اس لئے جو رستہ بھی ہم
 نے اپنے لئے اختیار کر لیا وہی ہمارا مذہب ہے۔

امروز کہ آدینہ مرا در نام بست
مے نوش کن از قدح چہ جام بست
(۲۸)
ہر روز اگر یک قدح مے بخوردی
امروز و دوشنبہ کہ سیالایام بست

شوخی اور خوش طبعی پیام پر ختم ہے، کہتا ہے کہ آج جمعہ کا دن ہے آج
تو چھوٹے چھوٹے بہانوں سے پینے کے بجائے پورا قدح قدح چڑھا جانا چاہیئے
اور روز اگر ایک قدح شراب کا پیتے تھے تو آج کے دن دو پینے چاہئیں
کیونکہ آج کا دن تمام دنوں کا سردار ہے۔ در ایسے متبرک اور مقدس دن کا جس
کا فی احترام کرنا چاہیئے۔ جمعہ کا دن عید المسین کہلاتا ہے۔ اس لیے خیام لہتا
ہے کہ اگر عید کے دن بھی وہی ایک پیار بیا تو پھر عید کی تقشیم و حرمت کیا ہو
عید کی سرمت تو اس بات کی مقتضی ہے کہ ہفتی شراب روزمرہ پیتے تھے اس
سے آج دگنی پی جائے۔ اور روز اگر پیار سے پیتے تھے تو آج پورا قدح ہی
منہ کو لگا لیا جائے۔

مے بخورم و مخالفان از چپ راست
گویند مخور بادہ کہ دیں را اعدا است
(۲۹)
چوں دالستیم کہ سہے عدو سے دین بست
دالستیم بخورم خونِ عدو را کہ روا است

اپنی شراب خواری کو باہر اور اپنی بادد خواری کو دین ثابت ثابت کرنا ہے
یہ خیام نے ایک بانگ سی نی دیل پیش کی ہے۔ لہذا بت کہ جب یہ شراب پیتا
ہوں تو میرے مخالفین چاروں طرف سے شرمچاتے ہیں کہ خبردار شراب نہ پیتا،
کیونکہ شراب تو دین اور مذہب کی دشمن ہے۔ لیکن اب جبکہ مجھے یہ بات مفہوم
ہو گئی کہ شراب دین کی دشمن ہے تب تو میں ضروری شے بیوں گا، کیونکہ دشمن
کا خون پینا تو بالکل جائز اور صلہ ہے۔

دورانِ تہماں بیامے و سانی بچ
بے زہر نہ تاسے سرائی بچ
(۳۰)

ہر چہ در احوال جہاں می نگرم
حاصل ہمہ عشرت ست باقی ہمہ ہرچ

ارشاد ہوتا ہے کہ اگر شراب اور ساقی نہ ہو تو دنیا کا درر بالکل ہیچ اور فضول ہے۔ اسی طرح اگر نے کے دیکش کرنے نہ ہوں تب بھی یہ دنیا اور اس کا انتظام سب سے کا رہے، میں جتنا جتنا دنیا کے حالات پر نگاہ دوڑاتا ہوں اسی قدر اس بات کا یقین ہوتا چلا جاتا ہے کہ اس دنیا کا حاصل اگر کچھ ہے تو عیش و آرام ہے جو ہم حاصل کریں ورنہ باقی سب ہیچ اور لغو ہے۔

در یاب کہ از روح جدا خواہی رفت
در پرودہ اسرار خدا خواہی رفت
(۵۱) مے خور کہ ندانی ز کجا آئدہ
خوش ز می چون ندانی کہ کجا خواہی رفت

خیام کہتا ہے کہ لوگو خوب سمجھ لو کہ تمہاری روح اور تمہارے جسم میں جدائی ہونے والی ہے۔ اور موت کا زبردست ہاتھ تمہیں اسرار الہی کے پردوں میں چھپا دے گا۔ ایسی حالت میں جب تمہاری بے خبری کا یہ عالم ہے کہ یہ بھی خبر نہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو، بہتر یہی ہے کہ دن رات شراب میں پیو اور دست اندر بے خبر بنے رہو، اور جبکہ تمہیں آنا بھی نہیں معلوم کہ تمہیں کہاں جانا ہے تو مناسب یہی ہے کہ زندگی کے جو چند لمحے حاصل ہیں انہیں لطف و عیش میں بسر کیا جائے۔

بر چہرہ گل شبنم نوز و خوش است
در صحن چمن ردے دل از در خوش است
(۵۲) از دے کہ گذشت ہر چہ گوی خوش نیست
خوش باش و ز دے مگو کہ امروز خوش است

خیام کی حقیقت میں نگاہوں میں نہ ماضی کی کوئی حقیقت ہے اور نہ مستقبل کی۔ وہ تو نہتِ دل کی قائل ہے، اور حاضری میں بھی سوائے اچھائی اور خشن سے اور سے کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ کہتا ہے کہ چھوٹی پر پڑی ہوئی نوروز کی دس کبھی بی معلوم ہوتی ہے، اور محبوب مظلوم کی ہجڑی میں بارش کی سیرکس قدر دان خوش کن ہے۔ وہ

تمام دنیا کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ اسے یعنی خزاں کا ہینہ گزر چکا ہے اس کے متعلق تم جو کچھ
 بھی کہو گے وہ فضول ہے اور بری بات ہے، تم نو برس ہر وقت مست اور مگن رہو
 اور گزری ہوئے کل کا ذکر ہی نہ کرو، کیونکہ جو گزر چکا وہ گزر چکا، آج کا دن جو اس وقت
 حاصل ہے وہ تو اچھا اور پر لطف ہے۔

نیرداں چو گل وجود مارا آراست
 دانست ز فعل ماجہ خواہد برخاست
 بے حکمت نسبت برگین ہے کہ راست
 پس سوختن قیامت از ہر چہ خواست (۵۳)

فاق ارض و سما کا ایک شیر اور گستاخ بندہ، وہی بندہ جسے علم فضل
 دیکر مسجد ملک بنایا گیا تھا کہتا ہے کہ خدا نے پاک نے جس وقت ہمارے مہموں
 کی مٹی کو آراستہ کیا تھا اور انسان کا پتلا خاک سے تیار کیا تھا اسی وقت اسے اچھی
 طرح معلوم تھا کہ ہم کیسے کیسے فعال سرزد ہونگے اور دنیا میں چٹیکر ہم کیا کچھ کریں
 گے۔ اس لیے اب جو گناہ بھی میں کرتا ہوں وہ اسی کے حکم سے کرتا ہوں اور میری زندگی
 اور شراب خواری اس کے حکم کے بغیر نہیں ہے۔ پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ قیامت کے
 دن میرے گناہوں کی سزا مجھے ہے، اور میرا دوزخ میں جلایا جانا اُسے پسند آئے۔

اس رباعی میں ایک دلچسپ اور لطیف اشارہ کلام مجید کی ان آیات کی طرف
 سے جن میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق اس واقعہ کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
 جب ارادہ فرمایا کہ آدم کو دنیا میں اپنا خلیفہ بنائے تو فرشتوں نے تعجب اور حیرت کے
 ساتھ عرض کیا کہ بار اہا کیا تو ایسی مخلوق کو اپنا خلیفہ مقرر کرے گا کہ جو زمین پر فساد کرتا
 پھرسے اور خون بہائے۔ حالانکہ ہم رات دن تیرے نام کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔ اس
 کا جواب درگاہ الہی سے انہیں یہ ملتا ہے کہ انی اعلم ما لا تعلمون
 یعنی میں ہر بات کا علم ہے اور جو کچھ تم جانتے ہیں اس کی تمہیں خبر نہیں ہے۔ ختام
 کہتا ہے کہ جب آپ کو سب کچھ خیر تھی تو پھر اگر ہم دنیا میں فساد و رسفک الدم
 کریں تو پھر دھڑک کر کیسی ازیر سزا دی جائے گی؟

یا پادہ نشین کہ ملک محمود این مست

وز چنگ سنو کہ کن داؤد این بست
(۵۴) از آمدہ و رفتہ و گریاد مکن
حالا خوش باش زانکہ مقصود این بست

ماضی مستقبل سے کابل بے پردائی اور زمانہ حال سے پورا پورا الطاف
اٹھانا خیام کا اصول زیست ہے، اور تقریباً اس کی تمام رباعیات میں اسی
اصول کی جھلک ضرور نظر آتی ہے۔ اس رباعی میں بھی یہی ذکر ہے، کہتا ہے کہ
شراب کے خوب جام پر جام پر اڑاؤ، کیونکہ محمود کے ملک کے بادشاہت یہی ہے
اور نعمتیں چنگ سنو کہ بھی کن داؤد ہے، دنیا میں جو بلائیں آچکیں، یا جو اچھایا
ہو وقت گزر چکا اس کی یاد میں وقت ضائع نہ کرو۔ بلکہ موجودہ زمانہ میں خوش رہو
کیونکہ زندگی کا مقصد اصلی تو یہی ہے کہ عیش و خرمی میں گزریے۔

لے والے پرآں دل کہ درویشی سے نیست
سودا زوہ ہر دل افزویشی سے نیست
(۵۵) روئے کہ توبے بادہ لبیر خواہی بود
ضائع ترازاں روز ترا روزی نیست

خیام کہتا ہے اس دل کی حالت پر ہزار افسوس کہ جس میں کسی طرح کا سو
نہ ہو، اور جو اس قدر بے نصیب ہے کہ کسی محبوب دل افزویشی کی محبت کا سودا نہیں
رکھتا۔ شراب کے بغیر اپنی عمر کا جو دن بھی تو نے گزارا وہ بے کار گیا۔ اور حقیقت
یہ ہے کہ تیری تمام عمر میں اس سے زیادہ فضول اور بے کار نیرا اور کوئی دن
نہیں ہے۔

کو مٹریے سے تا بدھم دا صبح
خوش وقت دے کہ می کند باد صبح
(۵۶) مارا بہ جہاں سے چیز می باید خوش
مستی و عاشقی و فریاد صبح

صبحی کا ایک جام باد غدغہ انجام خیام کہتا ہے کہ شراب اور چنگ و باب
کہاں ہے رو تاکہ میں صبح کے اس سہانے وقت کی اچھی طرح داد دوں، وہی

دل خوش نصیب ہے کہ جو صبح کی یاد کرتا ہے، اس دنیا میں ہمیں دن تین چیزوں کے
سوا اور کچھ درکار نہیں ہے۔ ایک تو شراب اور اس کی مستی، دوسرے کسی لالہ رخ
کا عشق، اور تیسرے صبح کے وقت کا نالہ اور فریاد۔

قدر گل و گل بادہ پرست تال دانشد
نے تنگد لال و تنگد سستال دانشد (۵۷)
از بے خبری بے خبر و از معذورند
ذوق نیست دریں بادہ کہ مستال دانشد

ارشاد ہوتا ہے کہ بہار و شراب کی قدر صرف شرابی ہی جانتے ہیں جو بوگ
تنگدل اور تنگدست ہیں وہ اس کی قدر کیا جائیں۔ بیوقوف اپنی ناقصیت کی وجہ
سے معذور ہیں، وہ ان باتوں کو کیا سمجھ سکیں، اس شراب میں جو لطیف اور ذوق ہے
اس کا حال کچھ سستوں ہی کو معلوم ہے۔

بوسے خوش گل بہ زخم خائے ارزد
گر بادہ خوری بھم بہ خائے ارزد (۵۸)
پائے کہ از و شرار جاں تازه شود
انصاف بدہ کہ انتظار سے ارزد

دنیا میں جس چیز کے حصول میں انسان کو جس قدر زیادہ تکلیفیں اٹھانی پڑیں
اُسی قدر وہ زیادہ عزیز اور محبوب ہوتی ہے، اور ہر اچھی چیز اس بات کی زیادہ
مستحق ہے کہ اس کے لیے تکلیفیں برداشت کی جائیں۔ رنج کے بغیر اگر کچھ
حاصل ہو جائے تو نہ اس کی کچھ قدر ہوتی ہے اور نہ کوئی لطف آتا ہے، اور انسان
اسی دولت سے خوش ہوتا ہے جسے قوت بازو سے کمائے۔ اسی فلسفہ کو ختم
اس طرح بیان کرتا ہے کہ پھولوں میں خوشگوار بو سے وہ قدر اس قابل ہے
کہ ہے کہ ہم اس کے لیے کانٹوں کے زخم کھائیں، شراب میں جو سرور اور کیفیت
ہے اس کے لیے ہم خمار کی تکلیف اٹھائیں تو بالکل بجا ہے، یا محبوب کہ
جس کی صورت دیکھتے ہی بدن میں جان سی آجائے، از روئے انصاف وہ قدر
اس قابل ہے کہ اس کے لیے انتظار کی تکلیفیں برداشت کی جائیں۔

دست چوئے کہ جام و ساغر گیرد

حیف است کہ آں زیادہ گتر گیرد

تو زابد خشکی و سخم قاسق تر

آتش ز شمشیدہ ام کہ در تر گیرد

(۵۹)

تردا من گزہ کار کو کہتے ہیں، ختام نے لفظ "تر" سے اس رباعی میں قائدہ اٹھا کر اس کا لطف رد بالا کر دیا ہے۔ کہتا ہے کہ کس قدر فوس کی بات ہے کہ میرا جیسا ہاتھ کہ جس میں جام و ساغر رہتا ہے اسے پینے کے لئے شراب نہ ملے اس کے بعد زابد سے خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ تو زابد خشک ہے اور میں تر دا من تاسم تو کتاب ہے کہ میں دوزخ میں جلایا جاؤں گا۔ مگر میں نے تو کبھی ایسا دیکھا ہی نہیں کہ گیلی پیزنگ پکڑتی ہو، آگ میں تو خشک ہی چیزیں تیزی اور مسانی سے جلتی ہیں۔

زال پیش کہ تادم تو ز عالم برود

نئے خور کہ چوسے رسد بدل غم برود

بکشاے سہر زلفت جتے بند ز بست

زال پیش کہ بند بندت از ہم برود

(۶۰)

کل کیا ہوگا اس فکر میں اٹھنا اور آج جو موقعہ حاصل ہے اس غم میں اس کا بھی لطف اٹھانا ختام کے مذہب میں گناہ ہے۔ اس کا اصول تو یہ ہے کہ کل جو کچھ ہوتا ہے وہ ہوتا رہے گا، ہم اپنے آج کے عیش کو اس کے اندیشہ سے کیوں پرہیز کریں، اس رباعی میں وہ برکتا ہے کہ اس سے پہلے کہ تیرا تادم و نشان اس دنیا سے مٹ جائے تو خوب شراب پی، کیونکہ شراب جنب ال تک پہنچتی ہے تو اس کا اثر یہی ہوتا ہے کہ سب غم اور فکر کو ٹھلا دیتی ہے جس سے تجھے عیش ہے۔ اس کی ہم نشینی کا لطف اٹھا، در ایک ایک کر کے اس کی زلفت کے بند کھول س سے پہلے کہ ایک ایک کر کے تیرے اپنے بدن سے سب جوڑ کھل کر الگ ہو جائیں۔

غافل غم و اندیشہ لاسے نہ خورد

خیر جام لبالب و پیاسے نہ خورد
(۶۱) غم درد دل و بادہ در صراحی باشد
خاکش بسراں کہ غم خورد سے نخورد

کہتے ہیں کہ عقلمند انسان فرضی اور غیر موجود چیزوں کا غم یا فکر نہیں کیا کرتا
اُس کا تو بس ایک ہی کام ہے اور وہ یہ کہ شراب کے جام بیاں بھر کر پیے در
پے چڑھاتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ غم تو نگاہوں سے پوشیدہ انسان کے دل کے
کونے میں پڑا ہوتا ہے اور شراب نفس اور خوبصورت سراہیوں میں رکھی ہوتی
ہے، ایسی حالت میں وہ شخص کتنا احمق ہے کہ ایک حسین و خوش نما چیز کو
چھوڑ کر جو اسے نظر آرہی ہے غم کھانے میں مصروف ہو جائے کہ جو کہیں کہانی
تک نہیں دیتا۔

کلم کن طمع از جہاں کہ میری خوردند
(۶۲) از نیک و بد ز سار نہ بگسل پیوند
خوش باش دے چنانکہ این در فک
ہم بگسلد و نما نہ این روز سے چند

خیام کہتا ہے کہ دنیا اور آسائش دنیا کا ایچ دل سے دور کر دے تاکہ تیری
زندگی مسرتوں سے بھری ہوئی گزرے اور مرتے وقت تو خوش و خرم ہو اور زمانہ
کی اچھائی اور پرائی سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھ، فرست کا جو ایک لمحہ کھتے آج حاصل
ہے اسے غنیمت سمجھ اور سے عیش و مسرت میں گزار کیونکہ آسمان کا یہ دور بھی
ضرور ختم ہو گا اور بہ عاقبت بھی چند روز تک نہ رہے گی۔

ز اں پیش کہ غمہات شبیروں آرند
فرما کے کہ تا بادہ گلگلوں آرند
(۶۳) تو زرتہ سے غافل تا دال کہ ترا
در خاک نہند و باز بیرون آرند

دنیا کی لذتوں سے تشنگانہانے اور رست و ریش اڑنے کی نصیحت میں
رباعی میں ایک نہایت ہی خوبصورت طریقہ پر کی گئی ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ اس

کتاب پیام خیام



در سبب آن سوی چو بار اے مایه - ہم آں اشل کدو بار اے مایه
خاکبست چہل غزل بختوان اے مطرب بادست نقش بادہ حمار اے سا

Calcutta Art Press Delhi,

دقت سے پہلے کہ ہر قسم کے غم و آدم تیرے دل پر چھا پڑیں اور تیرے دل کو مردہ اور
 اندر دہ کر دیں تو ساقی کو حکم ہے کہ وہ تیرے لئے شراب لے آئے۔ اے بے وقوف
 اور بھول جانے والے انسان تو اتنا تو سمجھ کہ تو سوتا تو نہیں ہے کہ ایک مرتبہ تجھے زمین میں
 فن کر دیئے کے بعد لوگ چہر نکالتے ہیں تو وجہ ایک مرتبہ خاک کے نیچے پہنچا تو بس
 پہنچا۔ اس دنیا میں تجھے لوٹ کر پھر آنا نصیب ہو سکتا۔

چوں مردہ شوم خاک مرا گم سازند

احوال مرا عبرت مردم سازند

(۶۲)

بناں خاک و گلہ بسبب اوہ آشفستہ کنند

وز کا اسبدم خشت سر خم سازند

سبب آتش بس کے عشق سے۔ بوش ہو کر حیا کرتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو
 زمین قضا دقت نہ سبب۔ ستور میری خاک کے زردوں کو منتشر اور برباد کر دیں گے اور میری
 ہڈی بولہ بولہ کر کے بیت مہمان خیرت بنائیں گے۔ لیکن اس کے بعد بھی میرے لئے آب
 بکور سے سرشار رہے گا ایک وقت ہے۔ اور وہ یہ کہ جب میرا یہ جسم بالکل خاک ہو چکے گا
 تو اس خاک کو شرب میں گوندھ کر وہ اینٹیں بنائی جائیں گی کہ جن پر شراب کے شے رکھے
 جائیں۔ یہ سبب یہ ہے کہ میری حالت خواہ کتنی ہی تباہ و برباد کیوں نہ ہو جائے لیکن
 یہ ناممکن ہے کہ میرے دل سے کوئی اس عشق الٹی کو نکال سکے کہ جو اس کی رگ میں پیوست
 ہو چکا ہے۔ مرنے کے بعد بھی میری خاک کا ہر پر ذرہ اسی کتاب اذلی کے پر تو سے درختاں
 و زناں ہے گا۔

وقتے کہ طسوع مسیح ازرق باشد

اپہر گفت جام مردوت باشد

(۶۳)

کویند کہ حق تیغ بود در ہمہ حال

باپہر ہمہ ماں کہ مے حق باشد

ربا بزار کو حیا نصیب کرتا ہے کہ جب دن نکلتے گا وقت ہو اور لگی لگی نصیب
 دشمنی کی تھلاک نہ دلا رہے ہو۔ تو اس وقت مناسب یہ ہے کہ تمہارے ہاتھ میں شراب
 نہ پیاں ہو۔ غریبی کا ایک مشورہ ہے کہ حق دس جی حق بات نہ بتائی سے اس کا حال

دے کر خیام کہتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ حق تلخ ہوتا ہے، اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا کہ شراب ہر حالت میں برحق ہے۔
کرتی ہے۔

درد سر جو آواز دہ گل تازہ دہند
فرمائے پیالہ سے بہ اندازہ دہند
(۶۶)
از دوزخ و از بہشت و از حور و قصور
قاریغ بنشین کہ آں خود آوازہ دہند

جب دنیا میں نئے نئے چول پہنتے لگیں اور ہوا پتی گود میں ان کی خوشبو لیے ہوئے
گہر گہر موسم بہار کی آمد کا شہرہ سناتی پہرے تو تو اسی وقت شراب کے پیالے کی فرمائش کرے
کہ تجھے ناپ کر ایک پیالہ دیدیا جائے۔ اور جہاں تک دوزخ اور بہشت و حور اور قصور کا
تعلق ہے تو ان کی طرف سے تو بالکل بے فکر اور بے پروا ہو کر بیٹھ جا کیونکہ یہ چیزیں جب
خدا نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہیں تو بندوں کے سوا کسی اور کو نہیں مل سکتیں، اور ہم
ان کے لیے کوشش کریں یا نہ کریں وہ بہر صورت وہی حال خود آوازیں دے دے کر
ہمیں بلائیں گی۔

آں روز کہ تو سن فلک زیں کردند
آرالش مشتری و پردیں کردند
(۶۷)
ایں بود نصیب ما زدلو ان قصصنا
مارا چہ گنہ قسرت ما این کردند

جبہ اور اختیار کا مسئلہ مسلمانوں میں ہمیشہ مختلف فیہ رہا ہے اور کمال اسلام نے اس پر
بدنوں سترکتے آکر بحثیں کی ہیں۔ خیام کو اپنا فائدہ اس میں نظر آتا ہے کہ اپنے آپ کو مجبور محض
تصہ کرے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ جس دن یہ آسمان کا گہوڑا سجا یا گیا تھا اور جس دن مشتری
ور پردیں کی آرائش کی گئی تھی، یعنی جس دن اُس خالق موجودات نے اس کا رنگہ عالم کو
بنا یا تھا اسی دن قصداً الہی کے دفتر میں ہمارا نصیب لکھا گیا تھا اور اس دنیا میں رہ کر
ہمیں اچھے یا بُرے جیسے بھی کام کرنے تھے یا ستعین کر دیے گئے تھے، اس وقت میں
اگر ہم ست گناہ سرزد ہوتے ہیں تو ہمارا کیا قصور؟

آہنا کہ کشندہ شراب تابند
 دانا کہ بہ شرب دہانم در محرابند
 بر خشک یکے نیست ہمہ در آبند
 بیدار یکے ست دیگران در خوابند

(۶۸)

ارشاد ہوتا ہے کہ وہ لوگ جو رات دن شراب پیا کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ جو رات رات
 بہر کہڑے رہ کر عبادت الہی کیا کرتے ہیں سب کے سب تروا من اور گنہگار ہیں اور ان میں سے
 خشک اور معصوم ایک بھی نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ سب کے سب غافل اور بخیر ہیں۔
 اور پڑے سو رہے ہیں، بیدار اور ہوشیار اگر کوئی ہے تو بس وہی ایک ذات ہے کہ جس
 نے خود اپنی صفت اس طرح بیان فرمائی ہے کہ لا تاخذک سنة ولا نوم،

عمرت تاکے بہ خود پرستی گذرد
 یاد رہے نیستی و ہستی گذرد
 مے خور کہ چنین عمر کہ غم در پی نیست
 آں یہ کہ بخواب یا بہ استی گذرد

(۶۹)

خیام کہتا ہے کہ آخر غم کب تک اپنے نفس کی پرستش کیے جاؤ گے اور کب تک
 تمہاری عمر خود پرستی میں گزار کرے گی، یا یہ کہ غم کب تک اس بہت دغبت کے فصول
 جھگڑے میں بھٹے رہو گے، ان سب فصولیات کو چھوڑ دو، اور مزے سے شراب پیو
 کیونکہ جس عمر کے پیچھے غم نگاہوا ہوا اور جس میں قدم قدم پر غم و الم سے رہنا لازمی
 ہو اسے وہی طریقوں سے گزارنا بہتر ہے یا تو سو سو کر گزار دو، یا پرستی و دہوشی میں
 گزار دو تاکہ رنج و غم کا احساس ہی نہ ہو۔

مے خور کہ تمت بخاک در ذرہ شود
 خاکت پس ازاں پیالہ و خمرہ شود
 از دوزخ و زہشت فارغی باش
 عاقل بہ چنین غم حرب اغرہ شود

(۷۰)

کہتے ہیں کہ تو کہاں دنیا کے محضوں میں بچپ اور نیکروں میں جان کہنا رہا ہے
 مزے سے پیچھے کے شراب پی، چند روز میں یہ تیرا جسم خاک میں مل کر خاک کے ذروں

میں تبدیل ہونے والا ہے اور پھر تیری خاک سے شراب کے پیالے اور شے کے بننے والے ہیں، دوزخ اور بہشت کی مطلق فکر نہ کر اور کابل سے پروا لی اختیار کرے، یہ دودن کی عمر ہے اس پر عقلمند آدمی مشرور نہیں ہوا کرتے۔

گویند و بہشت و جہنم کوثر باشد
و انجاسے ناب و شہد و شکر باشد
(۶۱)
بر کن قدح یادہ و برد سستہ نہ
نقد سے ز ہزار نسب بہتر باشد

لوگ کہتے ہیں کہ ہرنے کے بعد اس دوسرے عالم میں بہشت ملے گی، اور جو کوثر کی شراب سینہ آئے گی۔ طرح طرح کی نعمتیں ملیں گی، خاص شراب ہوگی، شہد ہوگا، شکر ہوگی، یہ سب ٹھیک ہے، ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو مگر مجھے تو میرا پیادہ شراب سے بہر کر نہیں میرے ہاتھ میں دیدو، کیونکہ میرا پیالہ تو یہ ہے کہ صرف ایک پیالہ جو کسی وقت نقد مل جائے وہ ادھار کے ہزار پیالوں سے بہتر ہے۔

مے خور کہ ز تو قلت و کثرت بہر د
و اندیشہ بہتاد و دولت بہر د
(۶۲)
پر ستر کن ز کیمیا سے کہ از و
یک جرعه سے ہزار علت بہر د

اگر تمہیں یہ منظور ہے کہ قلت اور کثرت یا خلوت و جلوت کے ہجڑوں سے نجات مل جائے، اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ مذہب کے بہت سے فرقوں سے کوئی واسطہ کوئی اندیشہ نہ رہے تو اس کے لیے صرف ایک ہی تدبیر ہے اور وہ یہ کہ اس کیمیا کا استعمال کرو جس کا ایک ایک گونٹ ہزاروں بیماریوں کو دور کرتا ہے۔ یعنی شراب پیا کرو۔

اپنی ہمتیں یہ مے قوت کستند
ویرا چہ کہرا چو یا قوت کستند
(۶۳)
چوں قوت نہایت سے یہ شو بند مرا
بزر چوب رزم سخنة تابوت کستند

میرے دوست ان شراب رات دن پیتے۔۔۔۔۔ شراب پلایا کریں، اور میرے

چہرہ کو جو کمرہ کی طرح زرد ہو رہا ہے شراب کے اثر سے یا قوت کی طرح سرخ کر دیا کریں ،
یہی نہیں بلکہ انہیں چاہیے کہ جب میں مرجاؤں تو پانی کی بجائے مجھے غسل بھی شراب سے
دیں اور میری میت کے لیے جو تابوت بنا یا جائے وہ بھی انگور کی لکڑی کا ہو ،

ایک جام ہزار مرد بادیں ارزد
ایک جرگہ سے ممالک چلیں ارزد
در روئے زمین چسپیت ز بادہ خوشتر
تلخی کہ ہزار جان شیریں ارزد

شراب کا صرف ایک پیالہ قیمت میں ہزار بادوں کے برابر ہے ، اور شراب کے
ایک گھونٹ کی قیمت میں کی سلطنت سے کم نہیں ہوتی ، اس دنیا میں شراب سے زیادہ
اچھی اور کون ہی چیز ہو سکتی ہے ، یہی ایک ایسی نعمی ہے جس کی قیمت میں ہزاروں غنیمت
جانیں دی جا سکتی ہیں ، مطلب یہ ہے کہ جس زندے دل میں معرفت الہی کی شراب موجود ہے
وہ سرحدوں نہادانِ ریاکاری سے بہتر ہے ۔

در سیکردہ چرخہ سے و غنیمتواں کرد
واں تاہم کہ زشت شد فکونواں کرد
خوش باشی کہ اس پر وہ مستوری ما
بدریدہ چنین شد کہ رفونواں کرد

کہتا ہے کہ شراب خانے میں دھنوبھی اگر کرنا ہے تو شراب ہی سے کرنا چڑے گا
وہاں پتی کہ سار کا ہے ، اور جو تاہم کہ بہ ہو چکا اسے پر تک کیسے بنا یا جا سکتا ہے ۔ لہذا
اب ہمیں یہ فکر نہ چاہیے ، اور کوئی مستند نہ کرنا چاہیے ، کیونکہ اب ہمارے پیالوں
کا پردہ اس حد تک چاک ہو گیا ہے کہ اس میں زخموں نہیں ہو سکتا ، مطلب یہ ہے کہ زندگی میں
ہمارا تمام شکل چپکا ، در ہماری شراب خوری کا راز سب پر کھل گیا ۔ اس لیے اب ہمیں خوش
ہونا چاہیے کہ خفا راز کی جو تکلیف اٹھانی پڑتی تھی اس سے بھی آزاد ہو گئے ۔

بروئے نکوئی و لب جوئی دل ورد
تاہم غیش و طرب خواہم کرد
بالودہ ام و باشم و خواہم بودن

مے خور وہ ام و سے خورم و خواہم خورد

حسین اور پاکیزہ صورتوں کی صحبت میں، دریا کے کنارے پیالوں میں بادہ لگلوں
انڈیل انڈیل کر مجھ سے توجیب تک بھی ممکن ہو سکے گا عیش و طرب ہی میں گزرا رہے
جاؤں گا۔ جب سے میں تھا، جب تک میں ہوں، اور جب تک میں دنیا میں رہوں گا
میں شراب ہی پیتا رہا، پیا کرتا ہوں، اور پیتا رہوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک دنیا میں
نیکی، ور حسن موجود ہے، اور جب تک قدرت الہی کے دلچسپ نظائے سیری آنکھوں کے
سامنے ہیں اس وقت تک مجھ سے توبہ نہ ہو سکے گا کہ بیٹھ کر تسبیح کے دانے گہمانے کی
فضول محنت کیا کروں، میں نے تو دنیا کی ہر چیز میں حسن کو تلاش کر کے معرفت الہی
حاصل کی ہے، اور اسی غرٹان کی شراب سے ہمیشہ سرشار و سرست رہنے کی ضمانت لی ہے

پہلو سے خرابات نہ رنداں خوش باد

درواہن ز ہار ز ابدان آتش باد

آں دلق لبصد پارہ و آں صوف کبود (۷۷)

افگندہ بزیر پائے دردی کش باد

عالم سستی میں خیاں خدا سے دعا بھی مانگتا ہے توبہ کہ یا اللہ یہ شراب خانہ ہمیشہ
رندوں کے دم سے شاد آ رہا ہے، اور زنا بدان خشک کے دامن میں جھنیں تر دانی سے
ڈر لگا کرتا ہے ہمیشہ آگ رہے۔ ان کی وہ سینکڑوں پیوندوں والی عبا ریا کاری، اور
ان کے نیلے رنگے ہوئے کپڑے ہمیشہ پھٹٹ ٹانے والے رندوں کے پیروں کے نیچے
پامال اور ذلیل ہوتے رہیں۔

در سر ہوس بتاں چو خورم باد

بردست ہمیشہ آب انگورم باد

گویند کس سال میرا خدا توبہ و باد (۷۸)

او خود ند بدمن ختم، دورم باد

دوسری دعا جو خیاں کی زبان پر آتی ہے وہ یہ ہے کہ خداوند میرے دل میں ہمیشہ
خوروں کی طرح حسین دنازین مشرقوں کا عشق موجود رہے، میرے ہاتھ کبھی بادہ
انگور سے پھلکتے ہوئے جام سے خالی نہ رہیں۔ گوگ میرے حق میں یہ دعا کرتے ہیں کہ خدا

مجھے توبہ کی توفیق دے، لیکن جب خدا خود ہی ایسی توفیق مجھے نہیں دیتا اور وہ مجھ سے اسی حال میں راضی ہے تو میں کیوں توبہ کروں، توبہ مجھ سے دور ہی رہے تو بہتر ہے۔

توبہ ممکن از سہ اگریت سے باشد

صد تائب با و غات و رہے باشد

(۷۹)

گل جامہ دریاں و بلبلان لغزہ زناں

در وقت چشیں توبہ روا کے باشد

کمال شفقت اور مہربانی سے خیاں سب لوگوں کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ جب تک تمہیں شراب میسر آتی رہے اس وقت تک ہرگز ہرگز اس سے توبہ نہ کرنا خواہ سنیکڑوں ہی شراب سے توبہ اور پرہیز کرنے والے دنیا باز تمھارے پیچھے کیوں نہ پڑیں، موسم تو ایسا ہے کہ پھول غوثی کے مارے اپنے کپڑے چارے ڈالتے ہیں، اور جامہ سے باہر ہوتے جاتے ہیں۔ اور بلبلوں نے اپنے نرالوں اور نغموں کے شور سے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے، اور تم توبہ کا خیال کر رہے ہو، توبہ توبہ! ایسے وقت میں توبہ جائز ہی کب ہے؟ مطلب یہ کہ تمام مخلوق الہی توجہ بری تعالیٰ کے ترسنے لگا کر اور خوشیاں متاننا کر اپنے خالق کا شکر یہ ادا کر رہی ہے۔ اور تم ایسے نشاط انگیز وقت میں ظہری عبادت و ریاضت کے خیال میں پڑے ہو اور دل کو عیش و سرور سے بہرنے کے بجائے ان چیزوں سے بہانے ہو، یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

تایاں شراب جاں فسخہ ایم ندید

صد لوسہ فلک بر سر و پا حکم ندید

گویند کہ توبہ کن اگر وقت آمد

چوں توبہ کستم اگر خدا حکم ندید

(۸۰)

شراب سرفست کا متوالا خیاں کہتا ہے کہ جب تک میرا محبوب مجھے شراب جاکش کا جام نہ پائے اس وقت تک مجھے ایسا عروج کہاں حاصل ہو سکتا ہے کہ میں آسمان سے بھی بلند ہو جاؤں اور وہ بھی میرے سر اور قدموں کو بوسہ دے لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ اگر تمہارا وقت آجائے تو توبہ کر لیتا گرین کی یہ بات میری سمجھ ہی میں نہیں آتی کیونکہ سب خدا ہی مجھ سے توبہ نہ کر لائے تو میں توبہ کیونکر کر سکتا ہوں۔

باسے بہ کنار جوئے می باید بود
از غرضہ کنار جوئے می باید بود
(۸۱)
ایں نر بہت عمر با چو گل وہ روزست
خندان لب تازہ روسے می باید بود

اس دنیا میں اپنی زندگی بسر کرنے کا بہترین طریقہ خیاام ہیں یہ تعلیم کرتا ہے کہ نہر کے کنارے بیٹھے شراب پیتے رہیں، اور دنیا داری سے کوئی تعلق نہ رہیں، وہ کہتا ہے کہ ہماری عمر کی تازگی ایک بچوں کی طرح صرف چند روز کی ہے اس لیے اس مختصر وقت کو غنیمت سمجھنا اور ہر وقت خوش و خرم رہنا چاہیے۔

تازہ برو و مہ بر آسمانست بدید
بتہ ز سہ لعل کے، سیج بدید
(۸۲)
من در عجم کے فروشان کا نشان
بدید ناکہ فروشتند چہ خواہند خرید

ارشاد ہوتا ہے کہ جب سے زہرہ اور چاند آسمان پر ظاہر ہوئے ہیں، یعنی جب سے یہ دنیا بنی ہے، آج تک کسی نے اسے دل فام سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی ہے اور اس کے باوجود جب یہ دیکھتا ہوں کہ شرب و نوش اسے پینے پس رکھتے کے بجائے بیچ ڈالتے ہیں تو مجھے سخت حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسی نادارمانہ چیز کو بیچ کر آخر یہ بے وقوف اور کون سی چیز خریدیں گے۔

گر یار من اند ترک طلا ماست، کنند
غمہائے مرا سے مکانات کنند
(۸۳)
چوں در گدزم خاک مرا خشت کنند
در رخت دیوار حسن را بات کنند

لیگوں کے کہ یہ وقت کے دن و شمع سے تنگ آکر خیاام کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ میرے دوست ہیں تو انہیں چاہیے کہ لعنت و لعن چور دیں اور شراب پر چور
میرے غموں کا بدہ کریں۔ بسب میں مر جاؤں تو میری خاک لے کر اس سے مینٹ بنائیں اور اس کا نام میں باتیں کہ منجانہ کی دیواریں جہاں کہیں کوئی سوراخ

ہو، میں میں ٹھوس دیں تاکہ مرنے کے بعد بھی مے دینی نہ سے مجھے دوری نہ ہونے
پاسے۔

من سے خورم و ہر کہ چوٹ اہل بود
مے خوردن ادنزد و غنڈا سہل بود
(۸۴)
مے خوردن من حق زازل مددست
گر مے نخزم عظیم خدا حبیب اہل بود

اپنی بے درپے مے نوشی کے جواز میں خیام نے ایک نہایت ہی عجیب اور
سلیف دلیل پیش کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں شراب پیتا ہوں اور میری طرح اور
جتنے لوگ اہل دین یا اہل معرفت ہیں وہ بھی کہانے کے ساتھ شراب پیا کرتے ہیں میری
اس شراب نوشی کا اللہ تعالیٰ کو روزازل سے علم تھا، اب اگر آج میں شراب چھوڑ دوں
تو تیرا اللہ خدا تعالیٰ کا عظیم غلط ہو جائے گا۔

ازد فتر عظمیٰ پاک، حی باید شد
در دست اجل ملاک، حی باید شد
(۸۵)
اسے ساقی مہ لقا تو خوش خوش مارا
آجے درد کہ خاک تی باید شد

کہتا ہے کہ عمر و زندگی سے ہیں اپنا نام خارج کرنا ہی برے گا ورنہ
خوش پاک ہونے کا ناگزیر ہے۔ اس لیے اسے حسین و خوش رساقی تو خوش ہو کر
خیر ہے ہفتہ سے شراب پیادے، آخر تو ہیں خاک میں ملنا ہی ہے۔

ہر خبر کہ ساقیش بخاک افشا نہ
دردیدہ من آتش عظیم افشا نہ
(۸۶)
سیحان اللہ تو بادہ می پنداری
آجے کہ ز صمد درد دست برہا نہ

ساقی جو شراب کے چند قطرے زمین پر گرا دیتا ہے وہ بھی خیا کہوں گے بہت
اور وہ کہتا ہے کہ ساقی میں زہر شراب کے چند قطرے فنا کر کے میری کچھوں
میں رنج و غم کی آگ بجھ دیتا ہے اور جو ہے اس کی یہ نکتہ نشہ ساقی نہیں دیکھتی

خدا کی شان ہے کہ وہ ایسے پانی کو شراب سمجھتا ہے جس سے کہ دلوں کے سینکڑوں درد و دور
بوجھاتے ہیں۔

چوں دست برامان ہوس نمی نرسد
بہائے بمراد دل پیکس نمی نرسد
(۸۶)
دردہ قدح درد کہ حساب صافی
زین شیشہ فیروزہ بہ کس نمی نرسد

دنیا میں جبکہ ہم یہ اسکتے ہیں کہ کسی کی ہوسیں اور تئیں پوری نہیں ہوا کرتیں، اور
ہر شخص کو آرزوں میں ناکامی اور محرومی نصیب ہوتی ہے تو ایسی صورت میں خیاں پیشو
دیتا ہے کہ جب امان ہوس تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور کسی کے ہاتھ میں شراب فرا
کا پیالہ نہیں آتا تو یہ بہتر ہے کہ مجھے تلچھٹ ہی کا ایک پیالہ دید و کیونکہ ف و چینی ہولی
شراب کا جام تو اس آسمان کے ہاتھ سے کسی کو بھی میسر نہیں سکتا۔

نئے جامہ عمر کہتہ تو خواہد شد
نئے ستر کہاں بہ کام تو خواہد شد
(۸۷)
مے خور بہ سب و کوڑہ اند و ہ مخور
کیں کوڑہ چو بشکند سب و خواہد شد

ہماری عمر کا لباس یک مرتبہ پرانا ہو کر تیار نہیں ہو سکتا، یعنی ایک مرتبہ پورے
ہو جانے کے بعد ہم از سر نو جوان نہیں ہو سکتے۔ نہ یہ ممکن ہے کہ دنیا کا نفس ہماری مرضی
اور ہماری خواہش کے مطابق ہو جائے۔ ایسی حالت میں شکا اور گہرا یہ کچھ سے اس
سے شراب پیئے جاؤ، کیونکہ شکے ہی میں یہ عجیب صفت موجود ہے کہ ٹوٹ کر بھی
گہرا بن جاتا ہے۔ گویا شراب ہی اسی چیز ہے کہ صغیفوں اور لڑکوں کو حیات تازہ
بخشتی ہے۔

گر باد بہ کوہ دروہی رقص کند
ماقص بود آں کہ باد رانقش کند
(۸۸)
از باد در آتو بہ سہ چہ رقص کند
او صفت کہ او شرابیت کند

شراب کی تشریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ شراب وہ چیز ہے کہ اگر پہاڑ پر ڈال دو تو پہاڑ بھی مست اور سرخوش ہو کر ناچنے لگتا ہے اور جو لوگ کہ اس میں عیب اور نقص نکالتے ہیں وہ خود ناقص اور بُرے ہیں، بھلا تم مجھے حکم دے رہے ہو کہ میں شراب سے تو بہ کروں؟ شرب تو ایسی لطیف روح ہے کہ اس سے انسان کی تربیت ہوتی ہے اور انسان پستی سے اُٹھ کر اعلیٰ ترین منازل پر پہنچ جاتا ہے۔ اس رباعی میں پہاڑ کے نقص سے غالباً کلام مجید کی اس آیت کریمہ کی جانب اشارہ ہے کہ

اور انزلنا هذا القرآن علی جیل
لربیتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ
اللہ -
یعنی اگر ہم نے یہ قرآن پہاڑ پر نازل
کیا ہوتا، اور اسے معترف الہی حال ہو جاتی
تو وہ خوفِ خدا سے لرزے اور کانچنے لگتا۔

مے خواہم خورد تا کہ جا بزم باشد
گر سوا جہاں جہاں جہاں جہاں
لے جاں جہاں دریں جہاں خوش بزم
من کے داحم کہ آل جہاں ہے باشد

(۹۰)

کہتا ہے کہ میں تو شراب پیوں گا کہ اس سے زندگی کا لطف اور روح کو تقویت حاصل ہو، خواہ اس کے بدلے میں دنیا کے تمام منافع میرے لیے نقصان ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ اچت محبوب مصلوب کو غائب کر کے کہتا ہے کہ لے جاں جہاں میں تو اس دنیا میں خوشی و خرمی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں، مجھے ایسے انجام کا حال کیا معلوم ہے کہ کیا ہوگا۔ اور اس دوسری دنیا میں سیش و مستی مجھے نصیب ہوگی یا نہ ہوگی، ختام میں کے لیے کبھی تیار نہیں ہے۔ کج جو زندگی حاصل ہے اسے ہم کل کی تکلیفوں کے اندیشوں میں بالکل کے آرام کی امیدوں میں غمار کر رہے۔ وہ نہ ماضی سے کسی قسم کا کوئی واسطہ رکھتا چاہتا ہے اور نہ مستقبل سے۔ وہ صرف زمانہ موجودہ کا قائل ہے اور خواہ حالات کچھ بھی ہوں وہ اس زمانہ کے زیادہ سے زیادہ طاقت و آرام کے ساتھ بسر کرنا، اور ہر قسم کے سکھ و اندوہ سے بے پروا رہنا چاہتا ہے۔ دنیا کی کوئی مصیبت اس کی سرسبز روح کو المناک نہیں بنا سکتی، اور وہ ہر تکلیف میں بھی اپنے لیے آرام کی صورت ڈھونڈ ہی لیتا ہے۔

من دامن زبرد تو بہ طے خواہم کرد

باموسے سفید قند سے خواہم کرد
 پیمانہ عمر من بہ ہفتاد رسد
 (۹۱) ایندم نہ گنم شش اطس کے خواہم کرد

اپنی آئندہ زندگی کے متعلق خیام اپنے غزم کا تھماڑس طرح کرتا ہے کہ میں میرا
 اب پر سیرگاری اور توبہ کو بالائے طاقت رکھوں گا۔ درخیزہ بوس کے ساتھ شراب
 خواری کیا کروں گا۔ میری عمر اب ستر برس کی ہو چکی، بعد اب بھی اگر میں شیش نہ کروں
 اور شراب نہ پیوں تو پرکین ہی عمر آئے گی۔

نغم خور دل بہبودہ کجا وارد شود
 کیں چرخ فلک بے چو ما کشت و رچ
 (۹۲) پر کن قدرت سنا بہ گنم برتہ و د
 تا تو شش گنم کہ بود نہما ہم

کہتا ہے کہ فتنوں اور بیودہ باتوں کا نغم کرے اور اپنی فکروں سے گہا گہا
 کرے سنیں آخر کون سا فائدہ ہے۔ اس زمانے کے چکر کا نور ستارہ ہی کا ہے
 کہ ہماری طرح کے لاکھوں اور کرداروں انسانوں کو مارا اور فنا کر دیا۔ میں تم میرے
 ہاتھ پر تہ شراب کا پیا۔ ہرگز رکھ دو تاکہ میں سے پیلی جاؤں، اور جو کچھ ہوتا ہے وہ
 تو ہوتا ہی ہے اور ہوتا ہی رہے گا۔

شادی لکن کر آں زہاں خواہد بود
 جست ہمہ در خاک نہاں خواہد بود
 (۹۳) او بادہ خور و نغم بہاں سچ کھور
 خود نغم خور دآں کہ در جہاں خواہد بود

خیام اہل دنیا کو نصیحت کرتا ہے کہ انہو خوب شرابیں پیو اور خوش رہو۔ مٹاؤ
 پیونے اور مرنے سے پہلے ہی وہ سب کچھ کہ جب تمہارا یہ بدن مٹی کے پیچہ دفن ہوگا
 ہوگا۔ تو اس شراب سے اپنے حائر و درویش کے رنج و غم سے کوئی واسطہ نہ رکھو، کیونکہ
 فنا ہوا اس کے بعد میں اسے کچھ نہیں دنیائے رہے۔

اسرار ازل بادہ پرستہ تار دانہ

قدر سے دو جام تنگد سستالی دانند

(۹۴)

گر چشم تو حال من بداند چہ عجیب

شک نیست کہ حال مست مثنالی دانند

کہتا ہے کہ ازل کے بہید یعنی معرفت الہی کے راز، اگر کسی کو معلوم ہیں تو وہ یادہ پرست لوگ ہیں، اور شراب اور پیاسے کی قدر و قیمت اگر کسی کو معلوم ہے تو وہ غریبوں کا طبقہ ہے۔ بہت محبوب حقیقی سے خاص ہو کر وہ کہتا ہے کہ اگر تیری، کچھ میرے حال سے واقف ہے تو اس میں تجب کی کون سی بات ہے، سب جانتے ہیں کہ ایک مست کا حال مست ہی کو خوب معلوم ہو سکتا ہے۔

از گردش روزگار بہرہ گیر

بر تخت طرب نشین و ساغر گیر

(۹۵)

ز طاعت و محبت خدا مستی مست

پاسے تو مراد خود ز عالم گیر

زمانہ کی گردش کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کسی کو ایک حال پر نہیں پہنچنے دیتا اس لیے خیرام کہتا ہے کہ تم غفلت نہ کرو بلکہ عیش و راحت کا جتنا تمہارا حصہ ہے وہ پورا پورے لو اور خوشی و شادمانی کے تخت پر بیٹھ کر خوب شرابی بن لو، اب رہا اللہ میاں کا ڈر تو اللہ میاں تو ہماری بزرگی اور گناہی دونوں سے بے نیاز، اور مستفی ہے، اگر تمام دنیا اس کی بندگی کیے جائے تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اور اگر دنیا بہر میں ایک فرد اصرار ہے اس کا نام عیش و لذت ہے تب بھی اسے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا جب ایسی حالت ہے تو دست اور گتہ کا خیال ہی چھوڑ دو، اور اس دنیا سے جتنی مرادیں حاصل کر سکتے ہو وہ حاصل کر لو۔

و قشت سحر مست خیر است و طرب لیسر

پر یادہ لعل کن بلوریں ساخت

(۹۶)

کایں ہر دم حاریت دریں سحر فنا

بہر ریختہ کے دنیا سب کے دیکر

اسے دیکھ کر حیرت کا حال ہے اللہ اور جہد کی سنت ہو سکے پڑے

سُرخ سرخ شراب بہرے غفلت اور سستی کی وجہ سے اس کام میں دیر نہ لگا کیونکہ
خوش قسمتی سے اس دارنانی میں آج جو تجھے تھوڑی سی فرصت حاصل ہے، اور جو چند
روز کا زمانہ تجھے یہاں رہنے کا ملا ہے وہ بالکل عارضی ہے اور ایک مرتبہ اُمّ القیاس سے نکل
جاسنے کے بعد بہر خواہ تو کتنا ہی اُسے ڈھونڈتا پر سہارہ ہرگز تیرے ہاتھ نہ آئے گا۔
آل لعل در آئینہ ساد و زیار

وال محرم و مولش برآزاد و زیار
(۹۵)
چوں میدانی کہ عالم آمان خاک
بادیست کہ زود بگرد یاد و زیار

حکم ہوتا ہے کہ وہ نعل کے رنگ کی شراب سادہ ٹیٹھے کے کلاس میں بھر کر لاؤ
اور وہ چیز لکو کہ جو ہر آزاد منش انسان کی محرم راز اور مولش ہوتی ہے۔ جبکہ تمہیں یہ معلوم
ہے کہ اس خاکی دنیا میں رہنے کا زمانہ بہت ہی تھوڑا ہے اور بوجہ جھوٹے کی طرح
جلدی سے گزرنا ہے تو پھر تم بھی جلدی کرو، اور میں قدر چہرہ مسکن ہو شراب نوشی
میں مشغول ہو جاؤ۔

گر بیت رخ مست بہت پرستی خوشتر
وز یاد و زحام نسبت مستی خوشتر
(۹۶)
درستی عشق ز الہیہ نیست شدم
کال مستم از ہزار بہستی خوشتر

اس رباعی میں خیام نے بالکل صحیح طرح اپنا مساک و نہ سبب ہی بزرگ کر دیا ہے۔
اپنے محبوب حقیقی یعنی خدا سے محال ہے کہ بزرگ کر دے کہ اگر تیرا حیرت ہو تو اس
بیت کی پوجا کرنی بہت اچھی ہے اور اگر تیرے پیارے میں سے کچھ شراب پینے کو
مل جائے یعنی تیری معرفت کی شراب میسر آجائے تو ہوشیاری کی نسبت ایسی مستی
بہت اچھی ہے۔ میں اگر تیرے عشق کی مستی میں فنا ہو گیا ہوں تو اس کا سبب ہے
اور وہ یہ کہ ایسی مستی اور ایسی ندر ہزار زندگیاں و رہتیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔

گر باد و شوری ہو باخرد مند ال خیر
(۹۷)
یا باغی ساد و رخ و خند ال خیر

بہرِ مخور، دردِ مکن، فاششِ ساز
اندک خور و گدگاہ خور و پناہاں خور

خیام کی زبان سے شراب نوشی کے آداب بھی سن لیجئے، وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کا خیال یہ ہے کہ شربِ نوشی شان کی بدنامی کا باعث نہیں ہوتی بلکہ بے وقوفت اور بدتمیزی و الواس کی وجہ سے خود شراب کی بدنامی ہوتی ہے۔ رشاد ہوتا ہے کہ اگر شراب پینی ہے تو عقلمندوں کے ساتھ بیٹھ کر پیو، یا کسی بھولے بھٹے منہس مکہ محبوب دلتواز کے ساتھ، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ بہت سی نہ پیو۔ روزِ رکا مسمول بنا کر نہ پیو، اور پی کر سب پر ظہر نہ کر سکتے ہو، بلکہ تھوڑی تھوڑی پیاکرو، گاسے ماسے پیاکرو، اور لوگوں سے پوشیدہ رکھ کر پیاکرو۔

اس چرخ کہ باکسے نکوید راز
کشتہ بہ ستم ہزار مجبور و آزار
(۱۰۰) سے خور کہ پر کس عسجد و بار دہشت

ہر کس کہ شدا ز چہاں نمی آید باز

فرماتے ہیں کہ یہ آسمان جو خاموشی کے ساتھ ہر وقت چکر لگاتا رہتا ہے اور کسی کو اپنا ہی نہیں بتاتا، اس نے اپنے ظلم، ستم سے ہزاروں مجبوروں کا خون بہا دیا۔ اور لاکھوں ایاز نما کر ڈالے، مختارِ حشر بھی ہی ہوتا ہے۔ اس لیے اس عمر کو غنیمت سمجھو اور شراب پی کر عیش و مسرت میں گزارو، کیونکہ یہ عمر دوبارہ کسکو نہیں ملتی، اور دنیا سے ایک مرتبہ جا کر پھر کوئی واپس نہیں آتا، گو یا ہمیں جو کچھ نصیب حاصل ہے وہ ہی ہماری چند روزہ عمر ہے اگر سے فضیل اور لایعنی محکروں میں گنوا یا اور اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا تو پھر آئندہ اس دنیا میں آنے کا کوئی مکان نہیں۔

ما عاشق آشفتم و سیم امروز

در کوئے بناں باد پر سیم امروز

از سستی خوشی بکلی رستد

پیوستہ بہ محراب السیم امروز

نہ کہ دنیا باریک بینی سے نہ دیکھتا ہے اور عاشق بھی نہ

پریشان حال اور مست ، اور اب ہمارا مشغلہ یہ ہے کہ حسینوں کی گلی میں بیٹھے ہوئے شراب
پیا کرتے ہیں۔ لیکن اس ظاہر کا ایک باطن بھی ہے ، اور وہ یہ کہ ہم اپنی ہستی کو بالکل
فنا کر چکے ہیں ، اور خودی کی دنیا سے باہر نکل آئے ہیں۔ اور اب الست کی مخراب سے
لوٹ گئی ہے۔ گویا اب ہمارا تعلق دنیا سے نہیں ہے۔ بلکہ روزِ ازل سے ہے کہ جب
خدا نے پاک سے الست بسا بکھر فرمایا تھا اور ہم نے اس کے جواب میں میلے
کہہ کر اس کی قدرت پر بوسیت کا اعتراف کیا تھا۔

کردیم دگر شیوہ رندی آغاز
تکبیر نمی ز نسیم بر پنج ممتاز
سر جا کہ پیالہ ایست ما را بینی
گردن چو صراحی سوئے او کردہ دراز

(۱۰۲)

کہتا ہے کہ اب ہم نے پھر وہی رندی ، اور شراب خواری کا شیوہ اختیار کر لیا ہے
اور ہم نماز پنجگانہ ادا کرنے کے لیے اب تکبیر نہیں کہتے ، اب یہ حالت ہے کہ ہمیں
کہیں ہمیں شراب کا پیالہ نظر آ جاتا ہے پس وہیں صراحی کی طرح سے گردن ، اس کی طرف
برلاٹیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اب ظاہری عبادت کی منزل سے لڑ چکے ہیں اور اب
ہر طرف شراب و ترفلت کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ اور جہاں کہیں اس شراب کے
جام بٹے نظر آتے ہیں وہیں پہنچ جاتے ہیں۔

تا چند کہم عرصہ نادانی خویش
بگرگشت دل من از پریشانی خویش
نمار مغاس کہ بر مغاس خواہم بست
دانی ز چہ از نیک سندان خویش

(۱۰۳)

کہتا ہے کہ میں کب تک اپنی حماقتوں کا ذکر کے جاؤں۔ میرزا دل اپنی پریشانی کی
وجہ سے رنجیدہ اور کبیدہ ہے۔ میرزا جو تشریف پرستوں کا بیٹا ہے وہیں اپنے اپنے
ہموں کو، ترک کی وجہ سے نہیں معلوم ہے۔ اور کیا بارگاہِ شریعت میں نہ چلے
حرکات سے بے شرم کی سبب

بارگاہِ شریعت پریشان درخشش

دوست دل از جفا سے دشمن در کش
(۱۰۴) با سادہ رستے نشیں و بگزار از خویش
پیر این کبر و ہستی از تن در کش

حسین اور خوبصورت محبوب کے ساتھ بیٹھ کر چمکدار اور شیشہ کے نذر پہنچا کر چھلکتے ہوئی شراب پی، دوست کی محبت اختیار کر کے دشمن کی جفائیں بھول جا، کسی خوشنما اور صاف چہرہ والے کے ساتھ بیٹھ، اور اپنے وجود کو فراموش کر دے، اور غرور اور ہستی کا جابر اپنے بدن سے اتار کر بھینک دے۔

مے گرچہ حرامست بدامش می نوش
بالغہ و چنگ صبح و شامش می نوش
(۱۰۵) جاسے نہ سے لعل گرت دست و بد
یک نظرہ رہا مکن تماش می نوش

شراب اگرچہ حرام ہے، مگر اسے ہمیشہ پی کر، لغتہ اور چنگ کے ساتھ، دروہیتی کی بکشت صداؤں کے ہمراہ صبح کو بھی پی کر اور شام کو بھی پی کر، اگر قسمت سے تجھے شہ رخ رنگ لی شراب کا ایک پیالہ کہیں سے مل جائے تو اس میں ایک نظرہ بھی نہ چھوڑ سارے کا سارا ہی جام پی جا۔

سرست از میخانہ گذر کردم دروش
پیر سے ویرم سرست و بدوستے بردوش
(۱۰۶) گفتیم ز خدا شرم نہاری لے پیر
گفتا کر ہم از خداست می نوش خموش

کتابستانہ کے ایک کتب خانہ میں کھل شراب کی بھیٹی کی لٹ سے گزر تو یہ دیکھتا ہوں کہ ایک بڑے شہ میر بہ راو شراب کا کھڑا کندھے پر رکھے پنا کر دے۔ میں نے اس سے کہا کہ بڑے سبک خداست، یہی شرم نہیں آتی اب مرنے کو بیٹھا ہے اور شراب پیتا ہے، وہ کہنے لگا کہ یہ تو خدا ہی نے بخشا ہے چپکے سے پی لے، اور اعتراض نہ کر۔
آل سے کہ حضرت حبیبہ وارد ہوا کھینچ
(۱۰۶) او آب حیات ست و شہرا ہا شمش

من قوت دل و قوت رو و قوت خیاں
چوں گفت خدا منافع للناس

وہ شراب کہ جس سے حضرت خضرؑ کی ڈسٹ میں وہ حقیقت آب حیات ہے
اور میں اس آب حیات کا لیاں ہوں، میں شراب کو دل کی غذا اور رو کی قوت کہا
کرتا ہوں، اور بالکل صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ
فیہا منافع للناس۔ یعنی انسانوں کے لئے اس میں نافع ہے۔

اگلے کہ حیات جاودانی ست بنوش

سرایہ لذت جو انی ست بنوش

(۱۰۸)

سوزندہ چو آتش ست، لیکن خم او

سازندہ چو آب زندگانی ست بنوش

لوگوں کو خیاں نصیحت کرتا ہے کہ وہ شراب جس میں دائمی زندگی پنہاں ہے

پیا کر دے، اور وہ شراب کہ جس میں جوئی کی لذتوں کا سراپا ہے پیا کر دے۔

نظار میں آگ کی طرح جلانے والی

نظر آتی ہے مگر اس کی طراوت آب حیات کی طرح زندگی کو درست کرنے والی ہوتی ہے

اسے پیا کر دے۔

خیام زمانہ از کسے دارد تنگ

کہ در غم ایام نشیند دل تنگ

(۱۱۹)

سے دور نہ رہے اور آجینہ با تالار و چنگ

زراں پاشی کہ آجینہ آبدار بزم تنگ

اب آج، کوئی طبع نہ کہے کہتا ہے کہ سے یہ دنیا کو سن، لائق شخص کے وجود سے

شرم آبا کرتی ہے جو دنیا کے غموں سے پریشان و درداں ملک ہو کر بھیجے جائے اور ہر وقت اپنے

نفسوں کو رو دیا کرے، تو ایسا نہ کر کہہ رقص و سرود کے ساتھ شیشہ کے گلاس میں خوب شراب

پی، اور اس سے پہلے ہی پر اسے اٹھائے، کہ ہمیشہ کو پتھر پر مار کر جو کرے یا بے۔

ہاں صبح دمید و دامن شب شد چاک

برخیزد عبوح کن چراغی غمناک

(۱۲۰)

مے ٹوٹا ملا کہ صبح بسا رو رہا

اور روئے بیا کردہ و ماروئے بھاگ

خیام کہتا ہے کہ رات کا پردہ چاک ہو چکا اور صبح ہو گئی اٹھ اور اس وقت کو
تسارع نہ کر، تو غزوہ کیوں ہے، صبح کی شراب پی لے، ہاں میں شراب پیئے جا، کیونکہ
آئندہ بہت سی محبتیں نمودار ہونگی کہ کن کی روشنی ہماری قبروں پر پڑے گی، اور ہم
خاک میں منہ اوٹھائے پڑے ہونگے۔

ایں صورت کون جملہ نقشے خیال

عارف بنو دہر کہ ندانداں حال

بشیش قریح بادہ بنیش و خوش باش (۱۱۱)

فارع شوارزین نقش و خیالات محال

کہتا ہے کہ دنیا کی یہ ظاہری صورت اور آرائش و زیبائش سب ایک خیالی
نقش ہے، جو شخص اس حقیقت سے واقف نہیں ہے اسے گویا معرفت حاصل
نہیں ہے۔ ایسی حالت میں کچھ پس بھی کرنا چاہیے کہ اطمینان سے بیٹھ کر خوب
شراب پی اور خوش و خرم رہو، اس وقت تک کہ صبح و غم سے اس دنیا کی نقش
سے بالکل بے پروا ہو جاؤ۔

سے شر کہ نہ ہم دست کبریا نہ ہم

اگر ہم در محبت حق عز و جلال

اں ملا کہ کہ از خرمی سے نہ خورند (۱۱۲)

از خیمہ انفس نام شمار سے احوال

کہتا ہے کہ میں شراب پی کیونکہ عقلی میں سوائے خدا کی رحمت اور کرم کے نہ
ہمارا کچھ کام نہ کیا اور نہ ہمارا عمل ہی کسی کام آئے گا۔ وہ لوگ کہ جو اپنی بو بونی
اور حماقت کی وجہ سے دنیا اور عقلی کے تہکیروں میں کھنسے ہوئے ہیں اور شراب پی
پیتے، انہیں تو نفعی سے ایک جیسے کی طرح ایک ایک کے دود و دکھائی سے بے
ہیں، در بڑا سمجھ رہا ہے، وہ نہ ٹرے ہیں اور نہ قابل تعظیم، ان سب کو تو حیا لوزوں
کے گردہ میں سے شہرہ کیا کہ نہیں کسی بات کی تمیز ہی نہیں ہوتی۔

مے پر کھنکھانے والے اور غلغلے
 بالشرع عند لیب و صدوت بلبل
 (۱۱۲) مے پئے نئے اگر وہاں سے مے خوردن
 مے در سر نشیمن با شکر دے نقل

شراب پی کر شور و غل مچانا اور ناچنا گانا بھی مستی اور مسرت کے اظہار کے لئے
 ضروری ہوتا ہے اس لئے خیام کہتا ہے کہ شراب کا پیالہ تو میرے ہاتھ پر رکھ دے
 اور بلبل کی طرح جھپکنا اور میٹھے میٹھے سروں میں گھنا شروع کر، شراب پینا اگر بغیر گمانے
 اور ناچنے کے جائز ہوتا تو خود شراب بوتل سے نکلتے وقت اس کے گلے میں نقل
 کی آواز پیدا کیا کرتی۔ جب کہ ایک بے جان چیز سے بھی محض اس وجہ سے کہ اس میں
 شراب بری ہوئی ہے خوشگوار آوازیں پیدا ہونے لگتی ہیں تو ہم تو جاندار ہیں اور انسان
 ہیں۔ ہمیں تو شراب کے ساتھ بہتر سے بہتر نسخے گلے سے نکالنے چاہئیں۔

اے دل مشن نصیحت اہل حل
 کز باد و ناب عقل و دین راست خلل
 (۱۱۳) گر راحت جان و قوت روح با پر
 مے نوش بہ بوسہاں بیابانک بلبل

اشاد ہوتا ہے کہ اے دل ان مکار اور دغا باز زاہدوں کی باتوں میں نہ آ
 یہ سمجھنا یا کر سکتے ہیں کہ خالص شراب سے عقل کو بھی نقصان ہوتا ہے اور دین میں
 ہی خلل آجاتا ہے۔ اگر تو اپنی جان کے لئے آرام کا اور روح کے لئے غذا کا خواہشمند
 ہے تو کسی کی بھی پروا نہ کر اور کسی کی بھی کچھ نہ سن، بس مزے سے بارغ میں میٹھ کر
 بباہوں کے فتنوں کے ساتھ شراب پینے میں مصروف ہو جا۔

تا کے ز جھلے ہر کے تنگ کشیم
 دز تا کس روز کار شیر تک کشیم
 (۱۱۵) خوش باش کہ ایام ترا و پر گزشت
 عید ست بیا تا مے گل رنگ کشیم

کہتا ہے کہ آخر ہم کب تک لوگوں کے ظلم و جبر کی شہنشاہی اور تنگی برداشت

کئے جائیں، در کتب تک دنیا کے نادر عقول اور کمینہ کی شہیدہ باز آویں اور شکار یوں
لے شکار بنتے رہیں۔ میں اب ان پیروں کا دست ہو چکا، اب نبوش ہو کہ تراویح کے
دن یعنی رمضان کا مہینہ گزر چکا اور عید آگئی۔ اٹھ اور چل بس اب شراب پییں۔

من کر ورنی عمر بہ غم در ششگنم
ایں خندہ سے در دل ساغر ششگنم
بر خیز و بیال راز سے پر گرداں
باشد کہ غم جہاں ہم در ششگنم

(۱۱۶)

کہنا ہے کہ اگر میری عمر کا ورق ریخ و غم میں لوث رہا ہے یعنی میں دنیا کے
ریخ و غم میں مبتلا ہوں تو پھر بھی مناسب ہے کہ شراب کی سنسی کو جو بوتل سے نکلتے وقت
بوتل کے گے میں پیدا ہوتی ہے بیال کے اندر اٹھیں دوں، اں تو لیں اٹھ اور بیالے کو
شراب سے بہرے، ممکن ہے کہ اسی ذریعہ سے میں دنیا کے غم و الم کو دور کر سکوں
اور اس سے مجھے نجات حاصل ہو جائے۔

گویند مرا کہ سے پرستم ہستم
گویند مرا عارست و مستم ہستم
در ظاہر من نگاہ بسیار ممکن
کاندر باطن چنانکہ ہستم ہستم

(۱۱۷)

لوگ مجھ پر انگلیاں اٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں شرابی ہوں، اچھا ہوں،
پھر کسی کو کیا، لوگ کہہ رہے ہیں کہ میں عارست و مست ہوں، بیشک ہوں پھر
کسی کو کیا مطلب، آخر لوگ میرے ظاہر کو دیکھ کر کیوں رائیں قائم کیا کرتے ہیں
میرے ظاہر کو دیکھ بھی ہوا لیکن باطن میں میں جیسا کہچ بھی ہوں کسی دوسرے کو اس سے کیا
عارض اور واسطہ ہے۔

بر خود در کام و آرزو برستم
وز منست ہر تا کس و کس وار فتم
گر حق فی مسجد عم و گر را ہب دیر
من را من داد چنانکہ ہستم ہستم

(۱۱۸)

میں نے تمنا آرزو اور مقصد کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا ہے اور کسی سے کسی قسم کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ اس طرح میں ہر کس دنیا کس کی منت اور احسان سے آزاد ہو گیا ہوں، میں اگر مسجد کا صوفی ہوں تب بھی کوکبا، اور اگر کسی گریہ کا راہب ہوں تو کسی کو کیا مطلب، میں جانوں اور میرا خدا، بس دنیا پچھ میں ہوں، دوسرے لوگوں کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ مجھ پر ٹکے چینی کریں اور میرے افعال پر اعتراض کریں۔

بے بادہ نبود دامن دے تا ہستم
امشب با شرب قدرست و من با شرب ہستم
(۱۱۹)
لب لباب جام و سینہ بر سینہ
تار و زبر گردان صراحتی دہستم

خیام کہتا ہے کہ جب سے میں عالم وجود میں آیا ہوں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک بھندے کے لئے بھی شراب کے بغیر رہا ہوں۔ آج بھی حالانکہ شب قدر ہے اور عام طور پر لوگ اس رات میں شہادت کیا کرتے ہیں مگر میں ہوں کہ آج کی رات میں بھی نشہ میں بدست پڑا ہوں اور یہ حالت ہے کہ پیالے کے لب پر میرا لب ہے اور شے کے سینہ پر میرا سینہ رہا ہو ہے اور دوسرے دن کی صبح تک صراحتی کا گویا ہے اور میرے با

امروز کہ نیست در شراب تا کہم
زہر سے بودار و ہر دینے تر یا کہم
(۱۲۰)
زہرست غم جہاں دنیا کش سے
تریاک خرم ز زہر نبود با کہم

کہتا ہے کہ آج جبکہ انگوری شراب میرے لطف میں نہیں ہے اور بادہ نگاہوں کے جام تک میری رسائی نہیں ہونے پاتی تو ایسی حالت میں اگر دنیا تجھے تریاق بھی دے گی تو وہ بھی زہر کا کام دے گی۔ اس دنیا کا غم انسان کے لئے زہر کی خاصیت رکھتا ہے اور اس زہر کے لئے شراب تریاق کا حکم رکھتی ہے۔ میں چونکہ تریاق استعمال کرتا رہتا ہوں اس لئے اس زہر سے مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

بیلیم بہ شراب تاب باشد دامن
گو شہم بہ سوز و رباب باشد دامن
(۱۲۱)

گر خال مرا کوزہ کراں کوزہ کنند

اں کوزہ پر از شراب باشد و احم

عالم سستی میں خیاام جو رہا ناگتلب ہے اور جس کا رزوکا اظہار کرتا ہے وہ یہ ہے کہ خدا کرے ہمیشہ میرے دل میں شراب کی محبت ہو جو ذرے اور میرے کان ہمیشہ بالٹھری اور رباب کی دلکش آوازیں پر لگے رہیں۔ شراب کی محبت اور جستجو اس حد تک پہنچ جائے کہ میرے مرنے پر جب میری خاک سے کھارہا حیاں بنائیں تو ان صراحیوں میں بھی یہ چیز بھری جائے وہ شراب ہی ہو۔

سر حلقہ رندان خرابات منہم

اقتادہ بہ معصیت ز طاعات منہم

(۱۲۲) آنکس کہ نشیب دراز از باد و تاب

وز خون حسیگر کند مناجات منہم

ارشاد ہوتا ہے کہ رندان مست کی جماعت کا سرگروہ میں ہوں، اور میں ہی عبادتوں کو چھوڑ کر اور طاعت الہی سے سنجھ موڑ کر گناہوں میں مبتلا ہوا ہوں، دنیا میں وہ انسان میں ہی ہوں کہ جو رات بھر شراب پی پی کر اور خون جگر کھا کھا کر مناجات اور دعا کیا کرتا ہے۔

من بے مے تاب ز سیتن نتوانم

بے حاتم کشیدہ بارتن نتوانم

(۱۲۳) من بندہ آن دھم کہ ساتی گوید

یکجا جام بگسیر و من نتوانم

خیام شراب کے ساتھ اپنے شغف کا اس طرح اظہار کرتا ہے کہ شراب خاام کے بشیر میرا زندہ رہنا محال ہے، اور شراب بے بشیر مجھ سے اپنے جسم کا بوجھ نہیں اٹھایا جاتا، میں تو اس وقت اور اس موقع کا غلام ہوں، اور اس بھری گنجینے کی تمنا ہے کہ جب یہ حالت ہو کہ ساتی بو خوش ہو ہو کر کہے کہ تھوڑی سی اور پی لو اور سیرے پیٹ میں اس پر کچھ کچھ لٹیر نہ ہو اور مجبوراً نکار کرنا پڑے،

دیکھ عسیم یہ روئی لردوں بخوریم

خربادہ صاف دے گلگلوں کو تریم

(۱۲۴)

مے خون جہالت و جہاں خونی

ماخون دل خونی خود چوں خوریم

شراب خواری کے جواز میں خیاں نے یہ نئی دلیل نکالی ہے۔ کہتا ہے کہ اب ہم اس چکر کھانے والے آسمان کا غم نہ کرتے کہائیں گے اور ایک یہ غم ہی کیا، اب تو ہم کھانے پینے کی چیزوں میں سے سولے صاف اور سترہ زنگ کی شراب کے اور کچھ استعمال ہی نہ کریں گے۔ جس طرح جانداروں کے جسم میں خون ان کی زندگی سمجھا جاتا ہے اسی طرح چونکہ دنیا کی زندگی شراب سے قائم ہے اس لئے وہ گویا اس دنیا کا خون ہے، اور یہ دنیا ہماری دشمن اور ہمارا خون بہانے والی ہے۔ ایسی حالت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں اپنے جانی اور خو خوار دشمن کا خون مل جائے اور ہم اپنی حماقت سے اسے پیوڑ دیں اور فوراً اپنی نہ جائیں۔ خونی دشمن کا خون پینا تو جائز اور حلال ہونا چاہیے۔

زندہ دل اور شاہدوں کی دنیا میں پہنچ کر حضرت زبیرؓ بناب۔ بناب محاسب و قید منہی

محاسب کی حقیقتاً سنی پیدا ہو جاتی ہے۔ آج تک فارسی اور اردو زبان کا ایک تراویح ایسا نہیں گذرا ہے جس سے ان مشہور بستیوں کی خوب خبر نہ ہو، اور انہیں برا بھلا کہنے میں کوئی کسر اٹھا رہی ہے، خیاں حکیم داتا گلا سفر تھا، عام تھا، سب کچھ سمجھتا سگرا آخر شاہر تھا اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ زامہ دل اور غنیمتوں کو یونہی جہول دیتا اس نے بھی جملے دل کے پچھ پیوڑے پیوڑے اور چھ مریج پیوڑے، پتہ انچہ کشت ہے۔

اسے منہی شہراز تو پر کار تریم

یا ایں ہمہ بستی از تو بشت یا تریم

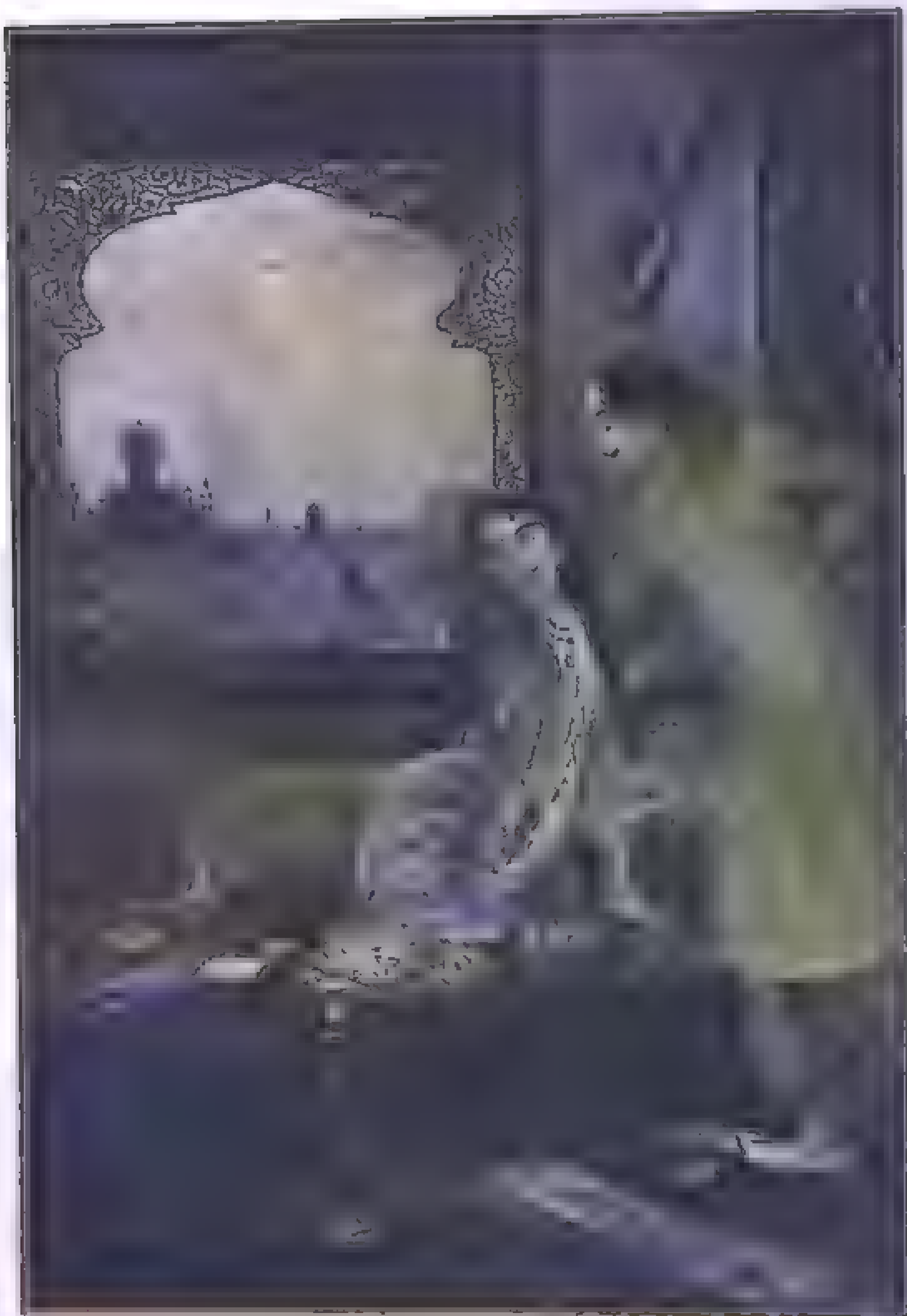
(۱۲۵)

لو خون کساں خوری و من خون زلال

از دانت بد کہ اندر شو خوریم

بناب منہی صاحب خاندان ایک بڑی بڑی جگہ پر دربار ہے۔ دتر قادیانی

اور یہاں سے اپنے اس تہذیبی اور تمدنی اور علمی اور ادبی اور فنی اور فنکارانہ اور اس کا ہری بیوشی اور سرکشی پر اسے اس مستی کے باوجود اب سے زیادہ بہ شیار اور خبردار ہیں، مسد ہے، درد پیشہ کہ اب ہمیں اپنی سر پر ہی نگرانی اور



مردان که در این صحنه می‌توانند ببینند — اما هیچ یک از آنها نمی‌توانند
مردمان را می‌تواند ببیند و آن‌ها هم نمی‌توانند ببینند —

کہ اپنے ہی جیسے خدا کے بندوں کا خون بہا یا کرتے ہیں، اور ہم اگر خون پیئے بھی ہیں تو
صرت انگوروں کا۔ اب خود ہی انصاف کیجئے اور بتائیے کہ ہم زیادہ خوشخوار ہیں یا آپ

ایک دست بہ مصحفیم و یک دست بہ جام

کہ مرد حلال نسیم و کہ مرد حرام

ناسیم درس گشت بد فیروزہ فام

نہ کافر مطلق نہ مسلمان تمام

(۱۳۶)

خیام انسانی فطرت سے اچھی طرح واقف ہے اور خوب جانتا ہے کہ ان
خطا و نیاں سے مرکب ہے، اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ منبروں پر بیٹھ کر وعظ
کہتے و ملتے، اور جلالت میں ہر وقت قال للہ اور قال الیہ رسول فرماتے ملتے حجروں کی
خلوت میں دوسرے انسانوں سے کچھ بہت زیادہ بلندی پر نہیں رہتے اور فطرت انسانی
ان سے وہ سب کچھ کر لیتی ہے جس کے لئے زندان قدح نوش بزم نام ہیں۔ حافظ کی طرح
کھلم کھایا یہ کہہ سیکے کی بجائے کہ :-

واعظاں کیں جلوہ بر عرش اب منبری کنند

چوں بخلوت فی رونما کاں کار دیگری کنند

وہ اسی بات کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس طرز کے کہنا ہے کہ اپنا مطلب بھی

ادھو جائے اور داعظوں اور زاہدوں کا خرقہ ریا بھی تار تار ہونے سے بچا رہے۔ وہ انہیں

مخاصب کرنے کے بجائے خود اپنے مستحق کہتا ہے کہ کبھی تو میرے ہاتھ میں قرآن مجید ہوتا ہے

اور کبھی شرب کا پیار، کبھی میں جائز اور مباح، اور سخن کاموں میں منہمک ہوتا ہوں اور کبھی

ممنوعات شرعی میں مشغول، اس دنیا میں رہ کر حقیقت تو یہ ہے کہ نہ تو میں پورے طور پر کافر

ہی بن کر رہ سکتا ہوں، اور نہ ہی ممکن ہے کہ سچا اور پاک مسلمان بن جاؤں،

من بادہ خور یکم و لیکم مستی نہ کنیم

الا برقدح درازدستی نہ کنیم

دانی غرضم ز مے پرستی چہ بود

تا بچو تو خورشیدن پرستی نہ کنم

(۱۳۷)

خیام نے بار بار اور صد بار مختلف طریقوں سے اس بات کو ثابت کرتا رہا اور کہتا رہا،

اور شراب خانہ کی سٹی سے بھی کیا ہے تاکہ عبارت الہی بجا آؤں، گویا ظاہری اور نمائشی مہوس
بس سے دوسروں کو دھوکا ہوتا ہے، تار کر میں نے شراب کشی اس لئے شروع کی ہے کہ اس
کے نشہ میں ماسوائے کو بھول جاؤں اور یہ سب کچھ اس لئے کیا ہے کہ مدرسہ میں سالہا سال
تک قول اقوال کی غشی بختوں میں پڑ کر میں نے اپنی عمر جس قدر ضائع کر دی ہے اس کی اس
طرح کچھ نہ کچھ تلافی ہو جائے۔

ما افسر خان و تاج کے پفر و شیم
دستار و قصب بیا رنگ نے پفر و شیم
(۲۹) بیچ کہ بیگ شکر زویر ست
ناگاد بیگ جرعه سے پفر و شیم

ن ربا عی میں ہی خیاں نے اسی ظاہری عبارت و ریاضت کو ترک کرنے کی تلقین
کی ہے جس کا مقصد صرف نمود و نمائش ہو تاکہ درجس کے ذریعہ سے یا تو دنیا کمائی
جاتی ہے یا لوگوں کی نگاہوں میں اپنی عزت پیدا کی جاتی ہے وہ کہتا ہے کہ میں تو اس کے
بچے تیار ہوں نہ شاہی تاج بھی گرمیرے سر پر رکھ دیا جائے تو سے بھی بیچ ڈالوں
اور چادر اور ہمارا اگر کچھ حاصل ہو جائے تو بلسری کی ایک حد کے بدلے میں اسے
بھی فروخت کر دوں۔ یہی نہیں بلکہ استیج کو بھی جو دور رہی سے ہاتھ میں لٹکتی ہوئی نظر
آ جاتی ہے وہ لوگوں کو فریب میں مبتلا کر دیتی ہے اسے بھی شرب کے ہر فن ایک گنٹ
کے بدلے میں بیچ کر فراغت حاصل کر لوں۔

چوں نیست مقام مادرین دیر مصمم
پہن بے سے و عشق و ملاہیت الہم
(۱۳۰) تاکہ ز قدیم و محدث سے مرد سلیم
چوں سکن رفیع، جہاں چہ محدث چہ قدیم

دنیا کے بیچ و خند سے نہ تر نہ ہونا اور خوشی و غم دونوں کو عارضی اور بے بنیاد
خیال کرنا خیاں کی فہم ہے۔ حادثات اور مصیبت سے تر نہ ہو کر وہ عورتوں کی
طرح ٹھوٹے و پست نہیں کرتا۔ اور جس کے ہی پسند ہے کہ یہی افسواں بختوں
میں جو ہماری حدود عقلوں کی رسی سے ہر ہوں اپنا وقت غزنیہ نہایت کیا ہے

وہ کہتا ہے کہ جبکہ یہ یقینی ہے کہ اس دنیا میں ہمارا قیام صرف چند روزہ ہے تو ہر اس کے عیش اپنے اوپر کیوں حرام کر لیتے ہیں۔ اور شراب اور صحبت مستحوق کے بغیر عمر بسر کرنے کا عذاب کیوں مول لیا جائے۔ وہ پوچھتا ہے کہ اے صاحب خرد آخر عقل کو اس غلط مصرت میں کب تک استعمال کیا جائے اور کب تک یہ لالچی بخت جاری رکھی جائے کہ کون عادت ہے اور کون قدیم ہے۔ ہمیں ہر صورت و ہر حال یہاں نہیں رہنا ہے اور چند روزے زیادہ ہمارا یہاں قیام نہیں ہے، پھر ہمیں کیا؟ جب ہم خود ہی یہاں سے چلے گئے تو پھر دنیا حادث ہو یا قدیم ہمارے کس کام کی؟

خیام نے اپنی اس ایک تمنا کا ہزاروں مختلف طریقوں سے اظہار کیا ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کی خاک پر بار نہ کی جائے بلکہ اس سے شرب کی صراحیاں اور پیسے نہیں نکالے جائیں۔ لہذا اس لباس گلی ہی میں شراب کے دو گھونٹ لے بیٹھ جائیں چنانچہ کہتا ہے کہ :-

در پاسے اجل چو من سرا فکنده شوم
از بیخ امید عمر بر کنده شوم
ز نثار کلم بحسب صراحی ز کنده
باشد کہ ز بادہ تر شود ، ز ندہ شوم

(۱۳۱)

جب میرا موت کے قدموں پر گر جائے اور جب زندہ رہنے کی امیدوں کا پیڑ چرے ہی سے کٹ چکے تو اس وقت خدا کے لئے میری مٹی سے صراحیوں کے سوا اور کوئی چیز نہ بنائی جائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ صراحی کی صورت میں آکر وہ مٹی جب شراب جیسی تیز او جان بخش چیز سے ہو تو میں جی اُنہوں، اس رباعی میں انداز بیان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اپنی آرزو اور اپنی تمنا کے اظہار کے ضمن میں اس نے شراب کے اثرات کی بھی انتہائی تعریف کر دی ہے، اور یہ بتا دیا ہے کہ شراب ایک ایسی عجیب و غریب چیز ہے جو اکابر حیات سے بھی بڑھ کر کام دیتی ہے۔ یعنی اس سے مردہ بھی زندہ ہو جاتے ہیں

یا رب من اگر گناہ ہے حد کردم
بر جان و جوانی و تن خود کردم
چوں بر کمرست و ثوق کی دارم

(۱۳۲)

برگشتہ و توبہ کر دم و بد کر دم

خیام کو رحمت باری تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہے، اس کی سمجھ میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ جس کرم و رحم مجسم ہستی نے ہمارے کسی قسم کے حق کے بغیر محض اپنی خوشی سے پیدا کیا وہ ہمیں دوزخ کی آگ میں جلا نا گوارا کر سکتی ہے، وہ کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے ساری عمر رندی و شراب خواری میں گزار دی اور اگر مجھے بے حد و بے حساب گناہ کیے لیکن تو علیم و خیر ہے کہ جو کچھ بھی میں نے کیا ہے اپنی جان پر اپنی جوانی پر اور اپنے جسم پر کیا ہے، کبھی تیرے کسی اور بندے کو میرے ہاتھ سے تکلیف پہنچی ہو تو بتائے ایسی حالت میں جبکہ مجھے تیرے کرم پر کامل اعتماد تھا اور مجھے یقین کامل تھا کہ تو میرے تمام گناہ معاف کر دے گا مجھ سے ایک بڑی غلطی ہو گئی، اور وہ یہ کہ میں اپنے گناہوں سے باز آ گیا۔ اور توبہ کر لی، جس کے یہ معنی ہیں کہ مجھے تیری رحمت پر بہرہ رسد رہا تھا اور میں مجھ سے ڈرنے لگا تھا کہ مبادا تو مجھے دوزخ میں ڈال دے۔ گناہ سے توبہ کرنے کا گناہ جو مجھ سے سرزد ہو گیا یہ بہت ہی بُرا ہوا۔

زماں پیش کہ زماں تاسے بخوریم
 با یکدگر امروز شرابے بخوریم
 (۱۳۳) کایں چاکا جل بگاہ رفتن مارا
 چنارال ندہ اماں کہ آسے بخوریم

خیام کے دل پر دنیا و رعیش دنیا کی بے ثباتی نقش ہے اور وہ فرصت کے ایک لمحہ کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ کہتا ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے کہ جب زمانہ کا زبردست ہاتھ ہمیں فنا کر دے مناسب یہی ہے کہ آج کہ ہمیں موقعہ حاصل ہے ہم ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر شراب پیئیں۔ کیونکہ جب ہمارے جانے کا وقت آ گیا تو موت کا تھمہ ہمیں اتنی بھی مہلت نہ دے گا کہ ہم پانی کا ایک گھونٹ بھی چلے۔

رباعی کے آخری مصرعے کی پاک اذا جاء اجلهم کی تفسیر
 از بادہ شود تکبیر از سر با کم
 وز بادہ شود کشادہ بند محکم
 (۱۳۴) ابلایں اگر ز بادہ خور دے بکدم

کردے دوسرا سجدہ پیش آدم

شراب کی تعریفیں کرنے میں خیاں کو خاص لطف آتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شراب کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ پینے والوں کے سروں سے غرور نکل جاتا ہے۔ دوران میں غرور فرماتی جاتی ہے، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا دل فواد کتنا ہی مستعین ہو وہ کھل جاتا ہے اور طبیعت کا انقباض دور ہو جاتا ہے، شیطان سے اگر شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لیا جاتا تو اسے باری تعالیٰ کے حکم سے رہائی کی مجال نہ ہوتی۔ وہ دھڑکھڑاتی ہوئی حضرت آدم علیہ السلام کو دوسرا سجدہ کرتا، گویا شیطان کو یہ معذرت دیتا ہے۔ اور کہہ دیتی ہیں اسے اس قدر تقرب حاصل تھا، لیکن اسے معذرت ہی حاصل نہ تھی۔ اگر تعریف سے کچھ بھی حاصل ہوتا، تو نہ تو اتنی برکت کرتا کہ اپنے تئیں درجہ ایک کے مرتبے کو اور اس کی قدرت کو نہ پہچانتا۔ اور نہ اس سے بھی غلطی سرزد ہوتی، کہ آدم کے رستے کو نہ پہچان کر انہیں سجدہ کرنے سے گریز کرتا۔

در مکرہ عشق نیاز سے دارم

باز عشق روزگار سے دارم

انگہ سے عشق ظہار سے کردہ

بارگاہے بہت خویش ہمار سے دارم

(۱۳۵)

کتابت کیموت و محبت کے شراب خانے میں بے نیاز حاصل ہو جائے وہیں سے نفع رخ کاروانہ بندہ ہر وقت جلتا اور کھلتا ہوں۔ اس وقت چہ میں یہ روں کہ عشق کی غربت سے نسل اور دہر کے اپنے محبوب کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ اور نماز کے میں مشغول ہو جاؤں عشق سے مراد عشقِ انہی اور محبوب سے مراد ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

تا چند سلامت کنی ایسے زابر خاں

مازند خرابائی و سیمیم مدام

تو در غم سیمیم و پایا و انگلیس

ما با سے و سطریم و معشوق بہ کام

(۱۳۶)

زبان را کار سے ہر نمونی صاف دل کو نفرت ہونی سے اور یہ خصوصیت ہے خیاں۔ جی، مت بڑی حد تک موجود ہے کہ اسے خاموش رہنا پڑتا ہے تو کب تک

ہیں ملاست کئے ہوئے کا ہم تو ہمیشہ کے رند اور مست ہیں، درمیشہ اسی طرح مست
 فریب میں گئے۔ تورات دن بنی تیس کے اور اپنی فریب کاریوں کے اور اپنی نیر
 بے بود کے غم میں پھنسا رہتا ہے اور لوگوں کو دھوکا دینے کی نئی نئی تدبیریں سوچا کرتا ہے
 ہم اپنی شراب میں اپنی نعمت بھی ہیں اور انے مجبب مطلوب کی محبت میں مست اور خوش
 ہیں۔ اگر ہمیں ملاست اس لئے کی جانی سے کہ ہم گناہگار میں تو ذرا تو اپنی حالت تو دیکھ
 تو ہم سے بھی زیادہ خطا کار اور مجرم ہے تجھے کیا حق ہے کہ ہمیں ڈر کے رجم تھجہ سے مطالب
 نہیں۔ کہتے تو ہم سے کوئی واسطہ نہ رکھ۔

عجید است پیا تاسیے کارنگاں کشیم
 با شمشیر و دوتاہ چنگاں کشیم
 پایاں ر سبک روح و سہ کشیم
 ر طین و وسہ بادہ گراں شنگاں کشیم

(۱۳۸)

خوشی و خرمی کی کہ فی جہ سے پوٹا ہو تو ہمہ آئے برنوشی نہ کرنا بیام سے نہ
 میں گناہ منظم ہے، جہ کی رنج کو وہ کہتا ہے کہ لو اب فریب آگئی اور تو بنی ماسے کا دانت
 ہے آج نہ کلابی رنگاں شراب فریب ہیں اور نالی شراب ہی نہیں بلکہ اس کے
 ساتھ عود اور چنگاں کے دلکش نغمے بھی سنے جائیں یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ ہم اگلے کسی کو خوشی
 نہ بند ہو کر شراب کے جہر پیالے اپنے پیٹ میں اونٹا بل میں نہیں بلکہ یہ نہ چاہئے کہ کسی
 سبب و رخوس وں محبوب کے ساتھ ہنسا دینی اور گرتا شراب و زمین سر کے فریب
 فی جہ ہیں۔

گر مست ز سہ مغانہ مستہ ہستہ
 و کافر و گبر و بت پرستہ ہستہ
 ہم طائرانہ بہ من کما سے و ہستہ
 من ذات خود بہ چہا ہستہ ہستہ

(۱۳۹)

نور کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا ہے اور ان کے درمیان
 نہ انداز کے دوسروں کی آگ کے شہر شہر کا بیام و ہستہ ہستہ
 سب سے آگے ہستہ کی جہی کی راس فی جہا ہستہ ہستہ

ہوں کسی کو کیا اور اگر میں کافر اور یہودی اور بت پرست ہوں تو ہوں نہیں کیا مطلب،
وہاں میں اور بھی تو صد ہا گروہ اور فرقے ہیں اور ان میں سے ہر ایک فرقہ مجھ سے بدگمان
ہے۔ انہیں کیا حق ہے کہ مجھ پر اعتراض کریں جبکہ وہ خود بھی کسی نہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے
ہیں ان کی بلا سے میں اچھا یا بُرا بھیا کچھ بھی ہوں اپنے لئے ہوں۔ اس رباعی میں ایک
نلیٹ اشارہ آیہ کریمہ لکھ دینکے ولی دین کی طرف کیا لیا ہے۔

وردامن پارے و فاشنگ زخم
سے نوش گینم و نام بر سنگ زخم
سجادہ بیاب پیالہ کے پھر و شیم
ناموس بہ سے و ہم و بر سنگ زخم

۱۳۹۹

خیام عیش کو شہی اور شراب نوشی کے آداب اس طرح بتاتا ہے کہ آؤ کسی یوفا خوب
کا دامن تمام لیں خوب شراب پیئیں اور اپنا نام اچھی طرح بدنام کریں جا نماز کوتاہ کر کے شرب خانہ
میں لیجائیں اور شراب کے ایک پیالہ کے عوض فروخت کر دیں اور سزا و ناموس سب شراب
کی مذکر کے شیشہ ناموس کو پتھر پر مار کر توڑ ڈالیں۔

رندی اور شراب خوری کے لئے مختلف لوگوں نے مختلف عذر پیش کئے ہیں۔ کوئی
کہتا ہے کہ چونکہ باری تعالیٰ کی رحمت صرف گناہگاروں ہی کا حصہ ہے اس لئے اگر ہمیں اس
کی رحمت حاصل کرنے کی تنابے تو ضرور گناہ کرنا چاہئے۔ سر یہ کہتے ہیں کہ "نا کروہ گناہ پیش قاضی
نہ برہ" یعنی اگر خدائے تعالیٰ کے دیدار کی آرزو ہے تو شراب پیو کیونکہ جب تک کوئی شخص مجرم
نہ ہو اس وقت تک اسے کوئی قاضی یا منصف کے سامنے نہیں لیجاتا۔

غالب کی مرض شراب خوری سے صرف "اک گونہ ہے خودی" بہت دور وہ کہتے ہیں کہ
مے سے مرض نشاط ہے کس دیاہ کو

اک گونہ ہے خودی مجھے دن رات چاہیے

مرض یہ کہ مختلف لوگوں نے مختلف عذرات پیش کئے ہیں بارہ دجام کے عاشق و شائق

حضرت خیام نے بھی ایک عذر پیش کیا ہے اور حق یہ ہے کہ بہت ہی عجیب و غریب عذر پیش
کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ :-

گویند مرا کہ سے بخور کمتر ازین
آخر بچہ عذر برداری سرازین
(۱۳۰)
عذر مریخ یار و بادۂ صیدم است
انصاف بدہ چہ عذر روشن تر ازین

یعنی لوگ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ تم شراب کم پیا کرو اور
آخر وہ سب اور وہ عذر تمہارے پاس کوٹنا ہے کہ جس کی بنا پر تم اس عادت کو نہیں چھوڑو
میں کہتا ہوں کہ میرا عذر یار کا روئے روشن اور سپیدہ جمیع نواہ ہونے کے وقت کی شراب
سب سے یہ دونوں تیرے روشن اور منور ہیں اور اب تمہیں انصاف کر د کہ ان سے بڑھ کر اور
روشن اور کھلتا ہوا عذر کہا ہو سکتا ہے۔

خواہی نہ پیش تو گردوں گردن
کار تو بود ہمیشہ جان پروردن
(۱۳۱)
بچوں مست اعتقاد باید گردن
مے خوردن و اندوہ جہاں ناخوردن

خیام کہتا ہے کہ اگر تمہاری رہنما ہے کہ بغاوت پر دانا آسمان تمہارے سامنے گردن
جھکا دے اور تمہاری رہنمی کے موافق کام کرنے لگے اور ہمیں عیش و عشرت کے سوا کوئی
دور کام ہی نہ رہے تو تم بھی اپنا اعتقاد بہری طرح کر لو اور وہ یہ ہے کہ دن رات شراب
نی کرست رہو اور دنیا کا غم کبھی نہ کی زندگی کسی فکر کو اپنے پاس آنے دو۔

ایں چشم پیالہ میں بجاں آہستہ
بچوں سمئے بہار غواں آہستہ
۴۲
مے نے غلظم کہ بادۂ غایت غلظت
آہستہ بہ آتش رواں آہستہ

شہب کا پیالہ سامنے رکھنا بڑا دیکر خیام کو دور کی سوچتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ
اس پیالہ کی آنکھ کو تو دیکھ جس میں جان یعنی زندگی بھری ہوئی ہے اور یہ من کے لیے
بہرے زینت کی طرح ہے جس میں غواں بچوں بھرے یا بچے ہوتے ہوتے ہیں اور اپنے
وقت پر تیسے رہتے ہیں کہ درخشاں آتا ہے تو کہتا ہے کہ نہیں نہیں میں نے بڑی غصتی

کیونکہ شراب تو انتہائے لطافت کی وجہ سے درحقیقت ایسا پانی ہے کہ جس کے اندر ہستی ہوتی
آگ بھری ہو۔

اے آنکھ توئی خلاصہ کون و مکان
ہنگزار دے و سوئے سو و زیاں
یک جام سے اڑ سالی باقی بستان
تا باز رہی تو از غم بہر دو جہاں

(۱۲۳)

اس رباعی میں خیام نے بالکل صاف بتا دیا ہے کہ شراب اور عشق سے اس
کی مراد حقہ حقیقت کیا ہوا کرتی ہے۔ وہ بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے وہ
بزرگستہستی کہ جو تمام موجودات عالم کا خلاصہ ہے تو نفع اور نقصان کے خیال کو ٹھوڑی دیر کے
نئے دل سے نکال دے۔ تیری طبیعت ان ذرا ذرا سے اندیشوں سے بہت بالا تر ہونی چاہئے
دنیا کے جھگڑوں اور کھجڑوں میں الجھنے کی بجائے تو اس ساقی سے کہ جسے کسی فنانہیں ہے
شراب کا ایک جام لے کر پی لے یعنی معرفت الہی کی شراب سے مست ہو جاتا کہ دونوں جہان
کے غم و رنج سے تجھے نجات حاصل ہو جائے۔

مے خورون و گرد گلخاں گردیدن
بہتر نہرا ز اہدی ورنہ بدین
گر مردم مے خوار بہ دوزخ باشند
پس روئے بہشت را کہ خواہد دیدن

(۱۲۴)

ارشاد ہوتا ہے کہ نہرا طرح کی زاہدی قبول کر لینے سے کہ جس کی بنیاد فریب دہی اور
ریاکاری پر ہوتی ہے یہ بہت بہتر ہے کہ انسان خوب شراب پیئے اور حسین اور خوبصورت
لوگوں کے گرد طواف کیا کرے اور ان کے پیچھے پیچھے پھرا کرے۔ اس ارشاد کے بعد یہ سوال ہوتا
ہے کہ اگر حبیبیہ عام طور پر مشہور ہے شراب پیئے والوں کو دوزخ میں ڈال دیا تو پھر بہشت
کا منہ کون دیکھے گا۔ مطلب یہ ہے کہ خطا اور گناہ انسان کی سرشت میں داخل ہے پھر جبکہ
ہر گناہ گار کو دوزخ میں ڈالا گیا تو ان کے معنی یہ ہونے کہ ہر انسان کو یا دوزخ ہی کی نہ ہر
ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ بہشت میں جانے والا کوئی ایک بھی نہ ہو گا اور ایسے انسان کہیں
ڈھونڈ سکتے ہیں نہ ملیں گے جنہوں نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔

و انی کہ چہ راست تو بہ نالردن من
زیراکہ حرام نیست مے خوردن من
بر اہل مجاز است بہ تحقیق حرام
مے خوردن اہل را زور کردن من

(۱۳۵)

اس رباعی میں پھر خیام نے اہل ظاہر اور اہل باطن کا فرق بتایا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ
نہیں خبر نہیں خبر بھی ہے کہ میں شراب سے تو بہ کیوں نہیں کرتا۔ سبب یہ ہے کہ میرا شراب پینا
حرام نہیں ہے۔ جو لوگ اہل مجاز یعنی اہل ظاہر ہیں ان کے لئے شراب یقیناً حرام ہے لیکن جو
اہل باطن ہیں ان کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ یہ ان کے لئے حرام نہیں ہے۔

بارب ز قبول و رزم باز رہاں
مشتغول خودم کن از خودم باز رہاں
تا ہشیارم ز نیک و بد مے و انم
مستم کن و از نیک و بد باز رہاں

(۱۳۶)

اس رباعی میں خیام کی مستی اور مے پرستی کی حقیقت اچھی طرح کھل گئی ہے۔ اور
اس کے بعد اس پر یہ اعتراض کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی کہ وہ بدست اور شراب
تھا۔ وہ خدا سے دعا کرتا ہے کہ یا اللہ مجھے مقبولیت اور نامقبولیت کے ان تمام جھگڑوں
سے نجات دیدے۔ تو مجھے اپنے وہ بیان میں ایسا منہمک کر لے کہ پھر مجھے اپنی ذات اور
اپنے وجود کا خیال تک نہ آئے۔ میں جب تک ہوش میں ہوں اور جب تک مجھ میں اپنے
اور اپنے گرد و پیش کی چیزوں کے وجود کا احساس موجود ہے اس وقت تک ناممکن ہے کہ
نیک اور بد کی تیسرے نہ ہو اور رد و قبول کے جھگڑوں میں میں نہ پھنسلوں تو اپنی کری سے ایسا
کردے کہ میں بالکل مست اور بے خود ہو جاؤں اور اس طرح نیک اور بد کی تیسرے بدل
سے میرا جھٹکا رہ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ تو میرے دل کو اپنی محبت اور اپنے مددگار سے
اس حد تک بھر دے کہ پھر اس میں ماسوا کے خیال کی قطعاً گنجائش ہی نہ رہے اور میں رات
دن تیسرے خیال میں مست اور تیری باد میں منہمک رہا کروں اور دنیا کے ابتہ بڑے سے
مجھے کوئی مطلب رہے نہ بڑے سے۔

عرصہ رندی و شراب خواری کا یکے تازہ نسوار اور جام و مینا کا عاشق زار خیام

کتاب ہے۔

بردارِ پیالہ و سبوا سے دلجو
برگیرِ بگر و سببِ زار و لب جو
کایں چرخِ بسے قد بتانِ مہر
خندِ بارِ پیالہ کرو و خندِ بارِ سبجو

(۱۴۷)

اسے میرے دلبر و دلدار تو دنیا کے سارے دمن بست تھے۔ اگر بس صراحی و زبابہ
باتھ میں کٹھالے اور نہر کے کنارے سہر و زار میں بیٹھ کر خوب دل کا ایشراب پی کر
اس آسمان نے تجھ سے پہلے لاکھوں حسنیوں اور محبوبوں کو خاں میں ملا کر ان کی خاک
سے سیڑوں مرتبہ پہلے اور صراحیاں بنوا دی ہیں۔ تو یا اس زندگی کا انجام بہر حال فنا ہے
اور بڑی سے بڑی متاثر سنیاں بھی قدرت کے اس قابض کے اثر سے مفلوج نہ رہ سکیں
ایسی صورت میں دو دن کی زندگی کو دنیا بھر کے غموں اور غمگروں سے بچ لینا اور ہر وقت
ریخ و ریشانی میں مبتلا رہنا بحث سے نہیں چاہئے کہ دو چار روز کی جو فرصت حاصل ہے
اسے غنیمت سمجھیں اور اسے انتہائی خوشی و خرمی میں بسر کریں۔

اسے آپ حیاتِ مہمہ اندر لب تو
گزار کہ بوسہ لبِ ساغر لب تو
گر خونِ صراحیِ نخورم مردِ نیم
او خود کہ بود کہ لبِ نمد لب تو

(۱۴۸)

کہنا ہے کہ اسے میرے حبیب تیرے ہونٹوں میں آپ حیات بھر ہوا ہے گویا وہ
کی زندگی کا باعث ہیں تو خدا کے لئے اس بات کی اجازت نہ دے کہ شراب کا پیمانہ تیرے
ہونٹوں کا بوسہ لے۔ بھلا اس پیالہ تو یا اس صراحی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ تیرے ہونٹوں
پر سینے ہونٹ رکھے۔ میں اگر مرد ہوں تو بس کا خون پئے بشیرِ نچوڑ لب کا کہ یا میں جو صراحی
کا خون یعنی شراب پیا کرتا ہوں تو اس کا باعث یہ ہے کہ اس نے اتنا بڑا گناہ کیا ہے کہ بلا کسی
استغناق کے تیرے ہونٹوں کا بوسہ لیا ہے۔

چوں بادِ نخورِ می ز غفلِ بیگہ مشو
دہوشِ مباشر و بھلِ یا ثنائہ مشو

۱۴۹

خواہی کہ سے اعلیٰ حالت باشد
آزار کے مجھ سے و دیوانہ مشو

خیام لوگوں کو شراب خواہی کے آداب کی اس طرح تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم شراب
پینی چاہتے ہو تو کبھی انہی اور اس طرح نہ پیر کہ عقل ہی سے بگاڑ بن جاؤ، کبھی مدہوش نہ ہو
اور نادانی و بھالت کا گھر نہ بنو۔ اگر تمہاری یہ خواہش ہے کہ یہ رنگیں شراب تمہارے لئے بدل
ہو جائے تو اس کی بس یہی حدیت ہے کہ شراب پکا یہی کسی کو آزار نہ پہنچاؤ اور دیوانے
نہ ہو جاؤ۔ ابھی شراب کہ جو انسان کو مدہوش نہ کرے اور اس کے افلاق کو اس قدر بلند پایہ
پر پہنچا دے معرفت انہی کی شراب ہو سکتی ہے۔

ایں چرخ فلک بہر ہلاک من و تو
قصد ہے وار و بجان پاک من و تو
بر سبزہ نشین پیانہ کش ویر نماید
تا سبزہ بروں دیدر خاک من و تو

(۱۵۰)

کہتا ہے کہ یہ آسمان کا چکر مجھے در تجھے ہلاک کرنے کی فکر میں نکا ہوا ہے اور میری
اور تیری دونوں کی جان لینے کے درپے ہے۔ گویا ہماری زندگیوں ہر وقت سترخ خطر میں
ہیں اور موت ہر وقت ہماری تال میں بٹی ہے ایسی حالت میں کیوں نہ ہم اس موقع سے
فائدہ اٹھائیں اور اس نشوونما کی مدد کو طبیعت تیار کر کے کسی سبزہ زار میں ٹھیکر شراب کے
لطف اٹھائیں اور دنیا و مافیہا سے بے فکر اور بے پروا ہو جائیں کیونکہ اب وہ وقت زیادہ
دور نہیں ہے کہ جب ہم خود خاک ہو جائیں گے اور ہماری خاک پر سبزہ اُگنے لگے گا۔

ما عاشق و مست و بے پرستیم ہم
ور کوئے خراباست نشینیم ہم
گدشت ز قبح و حسن و از و ہم خیال
از ما مطالب ہوش کہ نشینیم ہم

کہتا ہے کہ ہم تو عاشق تیرے و مست و بے پرست ہیں مہل و نہایت سے کچھ غرض اور
و سترخ نہیں ہے۔ تم تو دنیا کو تو دیکھنا کی طی ہیں آہستہ ہیں ہماری مدد سے کہ ہمیں
نہ کوئی اور دنیا کی سے کوئی مطالب سے نہ ہم و ہم و ہم کی دنیا کی سے کیا ہے

ہم سے تم پوش کی باتیں نہ کیا کرو ورنہ یہ توقع رکھو کہ ہم ہوشیار کی باتیں کریں گے۔ کیونکہ ہم تو مست اور لاعقل ہیں۔

مہر کہ تو بہ کر دیم شکستیم ہم
بر خود در نام و ننگ شکستیم ہم
پیہم می کند اگر کنم سے خردی
کز بادہ عشق مست شکستیم ہم

(۱۵۲)

کتاب ہے کہ ہم نے توحید کبھی اور حقیقی مرتبہ تو بہ کی اسے توڑ ڈالا اور اپنے اوپر نام و ننگ کا دروازہ بالکل بند کر کے رسوائی اور بدنامی اختیار کر لی۔ مج پر انگلیاں نہ اٹھاؤ اور مجھ میں عیب نہ ٹکاؤ خواہ میں کیسی ہی بے عقلی کی باتیں کیوں نہ کروں کیونکہ ہم سب تو عشق کی شراب سے مست اور مخمور ہو چکے ہیں ہمارے پاس عقل و خرد کا کیا کام۔

مہر روز پر آئم کہ کنم شب تو بہ
از جام و پیالہ لبالب تو بہ
اکتوں کہ رسید وقت گل ترکم دہ
در موسم گل ز تو بہ یارب تو بہ

(۱۵۳)

کتاب ہے کہ روزمرہ دن میں یہ ارادہ کرتا ہوں کہ رات کو تو بہ کروں گا اور تو بہ کبھی کس چیز سے شراب کے جام اور لبالب بھرے ہوئے پیالہ سے تو بہ کروں گا مگر اب کہ ہمارا موسم آگیا ہے اور ہر طرف سبزہ و گل کے جلوے نظر آ رہے ہیں ایسے موقع پر تو مجھے تو بہ سے معافی معنی چاہئے۔ ہمارے موسم میں تو یا اللہ میں تو بہ سے تو بہ کرتا ہوں۔

از درس علوم جملہ بکری می بہ
واندر سر زلف و لب آویزی بہ
زاں پیش کہ روزگار خوشتر ریزد
تو خون فرا بہ در شرج رہی بہ

(۱۵۴)

کتاب ہے کہ مدرسوں اور مکتبوں میں جا جا کر قال اور اقوال کی بحث میں پڑنا ٹھیک نہیں ان جھگڑوں سے دور رہی۔ ہمارا چاہئے اور اس سے بہتر یہ ہے کہ تم کسی عشوق کی زلف و لب کے اسیر نہ بنو گویا علوم و فنون کے ظاہری کتاب سے یہ بہتر ہے کہ تم

اپنے دل کو ذات باری تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دو۔ اور محض زبان سے اقرار توحید اور اعتقاد
عبودیت کرنے کی بجائے دل میں اس ہستی کی محبت اور احترام پیدا کرو جسے خدا کہتے ہو اور اس
سے پہلے کہ زمانہ کا زبردست اور طاقتور ہاتھ تمہارا خون بہائے تم صراحیوں اور کنٹروں کا
خون اگر پیالوں میں بہاتے رہو تو بہتر ہے گو یا مرنے سے پہلے ہی اگر تم دنیا اور اس کے تمام
جھگڑوں سے قطع تعلق کر کے معرفت الہی میں مست اور مدہوش ہو جاؤ تو زیادہ اچھا ہے۔

بنگر ز صبا دامن گل چاک شدہ
بلبل ز جمال گل طربناک شدہ
پس ایادہ خورید کاے بسا گل کرنا
بر خاک فرور بخند و خاک شدہ

(۱۵۵)

کہتا ہے کہ اس فرخاک اور نشاط انگیز موسم کو دیکھ کہ باد صبا کی موجوں نے پھولوں
کے دامن چاک کر دیے اور انہیں شگفتہ و خندان بنا دیا۔ اور گلہاں کا یہ جمال دیکھ دیکھ کر بلبلوں
کا یہ عالم ہے کہ خوشی سے پھولی نہیں ساتیں۔ ہاں تو یہ وقت بیکاری میں کوئی کام نہیں ہے
بس اٹھ بیٹھو اور خوب دل کھول کر شراب پیو کیونکہ اس بہار کا انجام یہ ہے کہ لاکھوں پھول
اسی صبا اور اسی ہوا کے ہاتھوں شاخوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر خاک پر پھرنے لگے ہیں اور خاک میں
مل کر خاک ہو گئے ہیں۔

اس رباعی میں خیاں نے پھر اسی بے ثباتی و ہرکار و نارویا ہے اور اس بات کی تعین
کی کوشش کی ہے کہ انسان کو چاہئے کہ ہر چیز کے حسن اور برہستی کی خوبی پر نظر ڈالے اور ان
خوبیوں کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکلے کہ جس دنیا میں ہر چیز فانی اور مٹ جانے والی ہے اس سے دل
لگانا اور اس کے حاصل ہوجانے پر خوش اور اس کے کھوجانے پر رنجیدہ ہونا بالکل عبث
اور فضول ہے۔ رنج و غم اور خوشی و غم طرب مہل اور العین چیزیں ہیں اور ایک صاحب
حق ان کو ان جذبات کا شیع ہونا چاہئے۔ اس کا نصب العین دولت دنیا سے بہت
بالا تر ہونا چاہئے۔ تاکہ وہ خلیفۃ اللہ اور مسعود ملک بن سکے۔ اور یہ نصب العین کمال انشائیہ
ہے جس کی آرزو اور پس کی جستجو میں ہمیں دنیا و مافیہا سے بے تعلق ہونا چاہئے۔

خیام کی تمام تعلیم کا حصول یہ ہے کہ ہمیں اس جند و زندہ زندگی کو عینت کچھارہ ستر
زیر اثر نافذ اٹھانا چاہئے۔ نئی بست سی رہائیوں میں اس نے اسی فلسفہ کو بار بار دہرایا ہے

اور صد ہا مختلف قسم کی مثالیں دے کر پہچاننے کی کوشش کی ہے کہ انسان اس دور و زہ
 ذہنت کو رنج و غم اور فکر و اندیشہ کی نذر نہ کرے بلکہ ہر قسم کے افکار سے زود ہو کر دل میں
 سو و زیاں کا کبھی خیال تک نہ لائے اور جو کچھ کر سکتا ہے اس کے کرنے میں ورنج نہ کرے
 وہ کہتا ہے۔

دروہ مے لعل مشکبو اسے ساقی
 تاباز و ہم ز گفتگو اسے ساقی
 پاک کوزہ سے بدہ اڑاں پیش کرد
 خاک من و تو کند سبوا سے ساقی

(۱۵۶)

ساقی کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ مجھے وہ شراب دے جس سے تاک بالکل سرخ ہو
 اور جس میں مشک کی سی خوشبو آتی ہے تاکہ مجھے بات کرنے کا جی ہو من نہ رہے اور فضول
 پاک پاک کرنے کی نصیحت سے نجات مل جائے وہ کہتا ہے کہ اسے ساقی ویر نہ لگا اور مجھے
 جلد ہی سے شراب کا ایک کوزہ دے دے اس سے پہلے کہ میں اور زوئیوں خاک میں ملکر
 خاک ہو جائیں اور ہماری خاک سے کوئی کھارٹھیاں اور ٹٹکے بنائے۔

بشکفتہ شگوفہ منی بیار اسے ساقی
 دست از لعل زہد بدار اسے ساقی
 زان پیش کا جل کین کند و شکے چند
 جام سے لعل برادر و سکے یار اسے ساقی

(۱۵۷)

اسی مضمون کو پھر اس - باغی میں دہرایا ہے اور کہتا ہے کہ اسے ساقی عیاں کنس لیس
 اور درختوں کی شاخیں پھولوں سے بدکیش اس بار کے موسم میں تو نخل نہ کر و جلد ہی سے
 شرب لالہ تو اپنا یہ خشک زہد رہنے دے اور شرب کی فکر کر۔ موت ہماری ٹھات میں ہے
 اور اس سے پہلے کہ وہ ہم پر قابو پائے چند روز تو اس طرح گزر جائیں کہ ہم اس سے نہیں
 بہا لب بھرا ہوا پیالہ ہو اور آنکھوں کے سامنے مجبور ہو کہ سو ب کا پیر نہ سابرہ

چوں شے ندہر اجل اماں اسے ساقی
 دروہ قدر ح شرابجاں اسے ساقی
 غم خوردن سے ہر وہ نہ کار دل سے

(۱۵۸)

ہاں دو سہ روزہ درجہاں سے ساقی

پھر اسی شہون کو اس طرح ادا کرتا ہے کہ اسے ساقی جبکہ یہ بات معلوم ہے کہ موت کے زبردست ہاتھ سے نہیں اور کسی طرح اماں نہیں مل سکتی تو پھر یہ دیر کیوں لگا رہی ہے اور فکر و اندیشہ کس بات کا ہے اس آٹھ اور شراب کا ہاں بھر کر دے دے۔ اس دنیا میں کسی کو ہمیشہ نہیں رہنا ہے اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ہماری زندگی صرف دیر و زکی ہے یہ ہمارا کام نہیں ہے کہ پیچھے کر کے فائدہ کم کھائیں اور فکر و رنج میں اپنا وقت عزیز گزرا نہیں۔

صبح خوش و خرم است خیمہ سے ساقی
در شیشہ بکن شراب از شب باقی
بایار خواجہم و عیش راتنازہ کیم
ایں یک دم عمر را کہ فردا عاقی

(۱۵۹)

اس ربانی میں بھی اسی شہون کی تکرار ہے۔ کہتا ہے کہ اسے ساقی دیکھ تو صبح کی دکنٹا اور خنڈاں سے ایسے سہانے وقت کو بے کار ضائع نہ کر اور جلدی سے شیشہ میں شراب بھر لے یہ ایک دم نہ کی فرصت جو ہمیں دنیا میں حاصل ہے اور جو کل ہم سے چھوٹ جائیگی مہر و ہر ایک کا نہ جانی چاہئے بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ ہم اس تھوڑے سے عورت میں اپنے محبوب کے ساتھ شراب نوشی میں گزار کر زیادہ سے زیادہ عیش کریں۔

زاں کوڑہ مٹی کہ نیست در شے تھرے
پر کن قد سے، پھر بھین دہ درے
زاں پیشتر اے صنم کہ دور بکھرے
خاک من و تو کوڑہ کند کوڑہ کرے

(۱۶۰)

اس رباعی میں پھر وہی شہون ہے۔ کہتا ہے کہ اس شراب کے کوڑہ میں سے شراب نکال کر پیالہ بھر کہ جس میں نقصان پہونچانے والی کوئی چیز نہیں ہے اور خود ہی بی اور مجھے بھی پاقبل اس کے کہ وہ وقت آجائے کہ میں اور تو دونوں خاک ہو جائیں اور ہماری خاک سے سراجیاں بنا بنا کر کوئی کھار کلیوں میں بیٹھا پھرے۔

و روہے لعل لالہ گوں سے ساقی
بکٹائے زحلق شیشہ خوں سے ساقی

(۱۶۱)

کامروز بر دل ز جام سے نیست مرا
یک دولت کہ پاک اندون سے ساتی

احباب زمانہ کی سرد مہریوں سے شکستہ دل ہو کر خیاام کہتا ہے کہ اسے ساتی تلوار
کے رنگ کی سُرخ سُرخ شراب دیدے اور خون کے شبنم کا ظلم کا دل دے کیونکہ زمانے کی
حالت آج کل میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ دنیا بہتر میں سوائے اس شراب کے پیالے کے مجھے کوئی
اور ایسا نظر نہیں آتا جس کا دل صاف ہو اور کوئی دوست ایسا نہیں ملتا جس کا ظاہر اور
باطن ایک سا ہو۔

افتادہ مرا با سے دستی کار سے
خاتم زچہ سے کند سلامت پار سے
اسے کاش کہ ہر کد ام مستی کر دے
تامن بجاں نذیدے ہشیار سے

(۱۶۲)

کہتا ہے کہ شراب اورستی میرے خیر میں پڑی ہوئی ہے اور قدرت نے مجھے اسی کام کے
لئے بنایا ہے پھر یہ دنیا کو کیا ہو گیا ہے کہ خواہ مخواہ کے لئے جی میرے پیچھے لگتی ہے اور ہر وقت
نہج پر طاعت کی پوچھا رہوتی رہتی ہے۔ کاش کسی طرح خدا ایسا کر دیتا کہ ہر شمس پر طاری
ہو جانی اور دنیا میں ہر طرف مست ہی مست نظر آنے اور کہیں کوئی ہشیار ڈھونڈے
نہ ملے۔

گردست و بد ز مقرر گندم نانے
وزے و وے ز گو سپندے رانے
یا ماہ رنے نشستہ در ویرانے
عیشے است کہ نیست ہر سلطانے

(۱۶۳)

کہتا ہے کہ اگر خدا ایسا کر دے کہ پیٹ پھرنے کے لئے تینان کے ساتھ ایک روٹی پیوں
کی حل جیا کرے اور زیادہ نہیں صرف دو سیر شراب مہیا ہو جایا کرے اور برے کی فضا ایک
مان اور اس تمام سامان عیش کے ساتھ ساتھ انا اور ہو کہ کسی حسن میں جہن کے ساتھ آبادوں
سے دور کسی ویرانے میں بیٹھ کر شراب نوشی کرتے کوئے۔ تو یہ ایسا لطف اور اس عیش سے کہ
جو ہر ایک بادشاہ کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔

ابریق سے مرا شکستی ربی
بر من در عیش را بہ بستی ربی
بر خاک فگندی سے گلگون مرا
حاکم بدہن مسکر تو مستی ربی

(۱۶۴)

ایک ناڈہ بیابان میں طرح باپ کی محبت پر کامل اعتبار کر کے بعض اوقات اس حد تک مار
کرتے گتتا ہے کہ جسے گستاخی و رے ادبی میں داخل کیا جائے اسی طرح خیام بھی اس محبوب دلی
کی رحمت و محبت پر بھروسہ کر کے کہ جو سرخیز محبت ہے بعض اوقات پناہ بہت کچھ گستاخانہ
بتا دیتا ہے اور ایسی ایسی باتیں کہہ گزرتا ہے کہ جنہیں معمولی حالات میں سوراہے کے سوا اور
پتہ نہیں کھاجا سکتا۔ عالم سستی میں شراب کی مزاحیہ باتوں سے گرا کر ٹوٹ جاتا ہے وہ خدا کو مخاطب
کر کے کہتا ہے کہ باری تعالیٰ تو نے میری شراب کی بوتل توڑ دی اور اس طرح میرے عیش میں
خلل ڈال دیا۔ تو نے میری گلابی رنگ کی شراب تمام خاک میں ملا دی میرے سانس میں خاک ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ خداوند ا تو بھی عالم سستی میں ہے۔

ہنگام صبح اے صدمہ فرشتہ پیے
میر ساز نوازندہ پیش آورے
کافکند خاک صدمہ ایاں جم و کے
ایک آمد ان تیر صدمہ در فتنہ و صدمہ

(۱۶۵)

کہتا ہے کہ اسے نیک، خیر محبوب صبح کا وقت ہے اسے خدا نے نیک شرب لکھا ہے کہ
جو تیر میں اور دلکش نوازندوں سے سامنے کرشت انداز ہو سکتا ہو خدا کے بندگان اس دنیا میں
کسی کو زیادہ فرصت حاصل نہیں ہے اور کسی کا عیش و انسی اور پائندہ نہیں ہوتا یہاں تو بہت
سے کہ بارے کہتے ہیں کہ آواز و خزاں کے موسم کی روانگی گویا موسم اور زمانے کی تبدیلی کی علامت
ہزاروں تیسہ اور لکھوں کینسر و خاک و خون میں مل چکے ہیں ورستے رہتے ہیں جیسا کہ ایسے ایسے بد
اور صدمہ جب طاقت بادشاہوں کا جو زمانے کے چکر کے۔ خدا نہیں رہا اور وہ بھی فنا ہو گیا۔
حکام کے آگے سر جھکا نے پر مجبور ہیں تو بیدار ہیں اور ترسناک ہیں اور صدمہ میں۔
کہ اس دنیا میں ہمارا قیام صرف چند روزہ ہے اور یہ ہماری انسانی حالت میں کہ جس میں
موت کی ہر سی غم و فکر کا اندر کے ایک غم اور بالوں سے زندگی گذارنے کا ہے۔

یہ خیال کہ دنیا تباہ کن ہے اور اس میں ہمارا قیام بہت ہی مختصر ہے اور نخل کا مقصود
یہی ہے کہ ہم اس قفل فرصت سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اور نہ یعنی افکار اور بے سود رنج و غم
میں مبتلا رہ کر اپنی عمر تباہ نہ کریں خیام کے دل میں ہر وقت ہر وقت جاگزیں رہتا ہے اور
ہر پارچہ رباعیوں کے بعد ایک رباعی اسی مضمون کی آجاتی ہے کہ ہمیں چاہئے کہ آئندہ و
گذشتہ سے بے فکر ہو کر موجودہ زمانے میں جو آرام و عیش بھی ہمیں میر ہے اس سے فائدہ اٹھائیں
اور اپنا ہر لمحہ خوشی اور خرمی میں گزاریں۔ وہ کہتا ہے

چرخ دیدم بختانہ حمارے
گفتہ نمکینی ز رافقان اخبارے
گفتاے شور کہ ہجو من بسیارے
رقند و کے باز نیامد بارے

(۱۶۶)

یعنی میں نے شراب خانے کے دروازے پر ایک بڑے کو بیٹے دیکھا اور اس سے کہا
کہ بابا جو لوگ اس دنیا سے جا چکے ہیں کچھ ان کا حال نہیں سناتے بڑے میاں کہنے لگے کہ بھئی
ان بانوں سے کیا حاصل ہے اس ذکر کو چھوڑ دو اور بیچ کر مرے سے شرب پیو کیونکہ دنیا
میں لاکھوں کروڑوں انسان مجھ جیسے ہو چکر یہاں سے گئے اور ان میں سے کوئی ایک بھی نہ آیا۔

یار بکشتائے برمن از رزق در
سے منت مخلوق رساں ماحقر
از بادہ چہاں مست نگہ دار مرا
کز بے خبر سے نباشد دم در و سرے

(۱۶۷)

ممکن ہے کہ بڑے میاں کی نصیحت سے متاثر ہو کر ہی خیام نے یہ دہائی لکھی ہو یا شاید
ان کا اپنا خیال ہو بہر حال کہتے ہیں کہ اسے اللہ تو مجھ پر رزق کا دروازہ کھول دے اور ایسا
کر دے کہ مجھے روپیوں کی خاطر تیرے کسی بندے کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے پڑیں اور اسے اللہ
مجھے اس حد تک شراب سے مست کر کے رکھے کہ بے ہوشی کی وجہ سے مجھے کبھی اس درد کا بھی
ہوش نہ ہو اگر سے جو شراب کا نشہ اترتے وقت سر میں ہوا کرتا ہے۔
اس کے دل تو یہ سترائیں معانہ رہی

در نکتہ زیر کال و دانا نہ رسی
ایجا ز سے و جام ہشتی می ساز
کا نجا کہ ہشت است رسی یا نہ رسی

کتاب ہے کہ اسے دل تو اسرار خداوندی کے اس معنی کو جس کا نام دنیا ہے نہیں پہنچ
سکتا اور بڑے بڑے عقائدوں اور حکیموں کے نکات تک میری رسائی ناممکن ہے۔ تو ان
سب خیالات کو چھوڑ کہ یہ دنیا کیسے ہے اور اس میں رنج و راحت اور شادی و غم کیوں اور
کس طرح ہوتے ہیں تو تو بس یہ کہ شراب اور پیالے سے واسلہ رکھ اور سستی اور بے خبری
کی بدولت اس دنیا کو بہشت بنائے اور وہ بہشت کہ جس کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں تک تو
کون جانتا ہے کہ تو پہنچ سکے گا یا نہیں۔

بر گیر ز خود حساب اگر با خبری
کا دل تو چہ آوردی آخر چہ پری
گوئی بخورم با وہ کہ سے با پدر
می باید مرد گر خوری یا نخوری

(۱۶۹)

پھر کتاب ہے کہ اگر تو عقائد اور ذہنوں سے نوزا اپنا حساب لگا کہ جب تو دنیا میں آیا
تھا تو کیا لیکر آیا تھا اور جب مر کر وہاں سے جائے گا تو اپنے ہمراہ کیا لے جائے گا۔ تو یہ کتاب ہے
کہ میں اس خوف سے شراب نہیں چٹا کہ اب مجھے مرنا ہے لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر تو نے شراب
نہ پی تو کیا مرنے سے بچ جائے گا مرنا تو بہر صورت یقینی ہے خواہ تو شراب پیے یا نہ پیے پھر خواہ مخواہ
اس کے خوف سے اپنا عیش بھی کیوں تلے کیا۔

نوارق کہ اساس عمر حکم یابی
یک چند بعالم دل سے غم یابی
فارغ منتشیں ز غم و ن بادہ وے
تالذت کمر خود و مادہ و یابی

(۱۷۰)

کتاب ہے کہ اگر تمہیں یہ نظریہ ہے کہ تمہاری عمر کی بنیاد مشیوہ و مستحکم ہو جائے کہ
تمہاری یہ کتاب ہے کہ دنیا میں کچھ دیر کے لئے تھا۔ دل غم عالم سے غالی رہے تو اس کا صرف ایک
ہی ذریعہ ہے۔ ورنہ یہ ہے کہ ایک دم پھر ہی شراب کے شغل سے فارغ ہو کر نہ بیٹھا، برابر

جام پر جام نڈھائے رہا۔ اس وقت ایسا ہو گا کہ نہیں برداشت اپنی زندگی کا پورا پورا شفق حاصل ہوتا رہے گا۔

تاسکے غم آں خورم کہ دارم پائے
وہیں عمر بہ خوش ولی گذارم پائے
پرکن قدح بادہ کہ معلوم نہایت
کاپیں دم کہ فرو پر ہم بر آرم پائے

(۱۴۱)

کتاب ہے کہ آخر میں کب تک اس غم و اندیشہ میں رہیں کہ میرے پاس کچھ ہے یا کچھ نہیں ہے اور کب تک اس میں یہ سوچتا رہوں کہ اس اپنی عمر کو خوشی و بر خرمی میں گزارنا مناسب ہے یا نہیں۔ پس باغور و فکر کی انتہا ہو چکی اور اب میں اس سے زیادہ غم نہیں کما سکتا۔ لہٰذا شراب کا پیالہ بھر کر دو کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ مجھے تو یہ بھی خبر نہیں ہے کہ یہ سانس جو میں نے اندک کر لیا ہے باہر بھی آئے گا یا نہیں۔ تو یا زندگی کا تو اتنا بھی بھر و سانس نہیں ہے کہ دوسرے سانس لینے کا بھی یقین ہو

تاسکے زغم زمانہ محزوں باپنی
باشیم پر آب و دل پر خوں باکی
مے نوش و لعبش کوش و خوشدل مپاش
زاں پیش کز پس دترم پیروں باپنی

(۱۴۲)

کتاب ہے کہ آخر کب تک دنیا سے رنج و زورہ سے غمیں و محزوں رہے گا۔ ورنہ کب تک تیری یہ حالت ہے گی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور دل خالی ہے ان شرابا ست اور لغویات پر خاک ڈال اور پیٹ کر منہ سے سے شرب پی اور عیڑ کر اور ہر وقت خوش و خرم رہو وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب تو اس ملحد سے کہ جس کا نام دنیہ ہے باہر کر دیا جائے اس لئے اس وقت کے آنے سے پہلے ہی زندگی کے سلف اٹھائے۔

از آمدن بہار و ز رفتن شے
اوراق و چو و باہمی گرد و طے
مے خور و مخور اندر وہ کہ گفت است حکم
شہما کے جہاں چو نہ ہر و تر یا تر شے

(۱۴۳)

کتاب ہے کہ ہر سال بہار آتی ہے اور خزاں جاتی ہے اور اس طرح دن و راتوں

کی آمد و رفت میں ہماری ہستی اور زندگی کے ورق اٹھنے چلنے جاتے ہیں نہ ہمارا بہار پر کچھ زور چلتا ہے اور نہ خزاں پر اور ہم کسی طرح بھی وقت کو گزارنے اور ہماری عمروں کو کم کرنے سے نہیں روک سکتے۔ پھر ایسی بے بسی کی حالت میں کیا کیا جائے یہی مناسب ہے کہ دن رات خوب شراب پیو اور سست و مدہوش رہو کیونکہ ایک حکیم کا مقولہ ہے کہ دنیا کی فکریں اور رنج و غم کی تندرستی کے لئے زہر کا حکم رکھتی ہیں اور اس زہر کی ٹریاق شراب ہے۔

گویند مخورے کہ ہلاکیش باپنی

ور روز مکافات در آتش باپنی

(۱۴۴)

ایں ہستیا و لے زہر دو عالم خوشتر

آں یکدم کز شراب سرخوش باپنی

کہتا ہے کہ لوگ مجھے سمجھاتے ہیں کہ شراب نہ پیا کرو ورنہ تمہیں ہلاک کر دے گی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس کی بدولت جہنم کی آگ میں جلنا پڑے گا یہ سب سچ ہے مگر دشواری تو یہ ہے کہ وہ ایک لمحہ کہ جس میں ہم شراب کے اثر سے مدہوش اور دنیا کے غم سے آگاہ دونوں جہان کی نعمتوں سے ہی زیادہ اچھا ہوتا ہے اسے اس طرح چھوڑا جائے۔

اے بادۂ نوشِ بہت من لا لائی

چنداں بکشم ترا ز روشن رانی

(۱۴۵)

کز دور مرا ہم کہ بہر سبب خند گوید

اسکے خور وہ شراب از گنجامی آئی

کمال اخلاص اور ستانی محبت کے ساتھ اب اہل دنیا کو چھوڑ کر خیاام خود شراب کو محض طلب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے پیری لالہ نام و رخسار بگ شراب مہر می توہ تھا اور یہ آرزو ہے کہ پنی روشن ضمیری اور عقیدتی کی بنا پر یہ دنیا ان پیوں تھا پیوں کہ شراب نشہ کی وجہ سے بھری گئی ہے ستانہ میں آجائے ورنہ وہی سبب ہے کہ یہ گئے لگیں۔

بزال شادی شہر بہت کہاں سے آئے۔

باد وہ خوری اور مے کی کے تعلق خیاام کی جس اندر با حیاں شہب کی می تیں

بہتر نہ پس اور تباہی ہوا کہ ختم نہیں یہ نیک نالبا بعض قادر نہیں کرام اتنے سوچو رازیک

وہی ایک باد وہ دریا ذکرینے شے الٹ گئے ہوں کے آئندہ شاعروں میں اگر انہی بزدلی

شامل حال، تا تو ہم خیام کی دوسری ربا عیاں ترجمہ کر کے شائع کر رہے کے اور ہم خیام کی مدہوشی و
مستی اتناک آپ ملاحظہ کرتے رہے ہیں اس کی بناء پر سستی کے نظارے آپ کو جو حیرت بنا دیتے۔
خیام کی رندی اور بادہ نوشی کا نمونہ بہت کافی پیش کیا جا چکا، اور قارئین پیشرو غالباً
اس وقت تک اس کے متعلق یہ رائے قائم بھی کر چکے ہوں گے کہ خیام ایک بدست رند سے زیادہ
کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن ایسا نہیں ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کی وہ شراب خواری اور بدستی
بھی کہ جس کا نمونہ آپ اس کی رباعیوں میں اب تک ملاحظہ کرتے رہے ہیں اس درجہ بلند اور
دفع چیر ہے کہ اس پر بہت سی ہوشیاریاں اور پرہیزگاریاں قربان کی جاسکتی ہیں وہ
متوالا تھا، مگر دھسکی اور برانڈی کا نہیں بلکہ بادہ معرفت کا اور وہ سرست و مدہوش تھا
لیکن ان ساتی بچوں کے ہاتھ کے پیالوں کا نہیں کہ جو شراب خانوں میں لوگوں کو جام بھر کر
پلایا کرتے ہیں بلکہ ساتی ازل کے بخشے ہوئے اس جام کا کہ جس میں شراب عرفان بھری ہوئی
تھی اور جس کے پیتے ہی وہ بائیں ہمدہوشی و بدستی ہزاروں ہوشیاروں سے زیادہ پیش
بن گیا تھا۔ آئندہ ان صفحات میں اس کی جو رباعیاں پیش کی جائیں گی وہ آپ کو بتا دیں گی کہ
درحقیقت چیر کیا تھا اور اس کا وہ کونسا فلسفہ ہے جس پر آج اہل مشرق ہی نہیں بلکہ علماء
مغرب بھی سر دھن رہے ہیں۔

دنیا اپنی سنگدستی، درناواری کا راستہ دن رونا ریا کرتی ہے، اور اکثر ایسے لوگ
یہی ہیں کہ جنہیں تمام ازل نے حسن صورت، جہانی نعمت، اور نیک سیرت جیسی نعمتیں عطا کر دی
ہیں اس بات کے شاک کی نظر آتے ہیں کہ ان کے پاس دولت نہیں ہے لیکن خیام کی حکیمانہ
نگاہ میں دولت دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہے اور وہ مطمئن اور خوش ہے کہ وہ دولت سے
جسے وہ بجا طور پر ذریعہ گناہ خیال کرتا ہے، مگر یہ وہ کہتا ہے کہ۔

چوں ز آب گل آفرید مانع مارا
کر و مہم زمانہ قانع مارا
پیوستہ میراث سے بھی شرح کہنی
خود دست تھی پس اسست مانع مارا

(۱۷۶)

یعنی جب خلاق عالم نے ہمیں مٹی اور پانی سے ترکیب دے کر پیدا کیا تو اسی وقت اس
نے ہمیں دنیا کے غم و فکر اور دامنے کے درد کو پر قانع کر دیا تھا، تو جو جسے رات دن شراب پانی

کتاب مقام حدام



چون می داند اما این است که این دوکند سبک است اما این
شم خود دن بهیود - از این مرست است که این دوکند در سبک است

Calcutta Art Press Delhi

شیخ کیا کرنا ہے اس سے حاصل کیا اور اس کی ضرورت کیا ہے میرا خالی ہاتھ اور میری تنگی
اور ناداری خود ہی مجھے گناہ سے باز رکھنے کے لئے کافی ہے۔ میرے پاس تیری دولت کہاں کی
ہے کہ پیشِ دست کے زمان میں کھڑوں اور گناہگاروں کو گریامیری بے مانگی فی حقیقت ایک
رحمت الہی ہے کہ وہ مجھے گناہ سے محفوظ رکھتی ہے۔

بہت گفت بہ بہت پرست کاے ماہر
و انی زچہ روئے گشتہ ساچرما
برما بہ جمال خود تجلی کرد است
آں کس ز نست نازا و شاہد ما

۱۷۷

نور اللب و نور مہتاب، و خود عابد و خود عبود کا مسئلہ سالہا سال سے ادب باب
فکر کے نہ برقرار رہا ہے۔ اور حقیقت خواہ کچھ بھی ہو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ذی فہم و ذی خود
انسانوں کی ایک اچھی خاصی بڑی جماعت و تون کا مل کے ساتھ یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ جو کچھ بھی ہے
خدا ہے اور خدا کے واسطے اس دنیا میں اور کچھ بھی نہیں ہے خیام کا سلوک بھی یہی ہے اور اسے ہر
انسان میں بلکہ بہت میں باری تعالیٰ ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک روز ایک بہت
سنہ اپنے بیمار سے کہا کہ اسے میرے پرستار بنے کچھ یہ بھی خبر ہے کہ تو کیوں میرے قدموں
سے لٹا کرتا ہے اور کیوں مجھے سجدے کی کراہے آئیں تجھے بتاؤں کہ اس کا باعث یہ ہے کہ مجھ میں
اس ذات مالک کے جمال کی قلی موجود ہے کہ جو تیرے اور ہر ایک مجھے دیکھا اور میری عبادت کیا کرتا ہے
گو یا تو اور میں دو چیزیں نہیں ہیں بلکہ اسی ایک جمال کے دو پر تو ہیں جن میں وہ دل لب ما ما بہ من گرفتار
ہو رہا ہے اور مجھ میں اس نے نشان عبود ہی اختیار کی ہے درحکمہ جبکہ تو اور میں دونوں اسی ایک ہونے
اور ایک جمال کے غلہ میں تو پھر تو اور میں ہی کہاں ہے تو ہی وہی ہے اور میں بھی وہی ہوں
بلکہ نہ تو ہے نہ میں ہوں پس وہی وہ ہے۔

و انی کہ یہ در عیبت اسے دہرما
با ایسا جتے کہ رشتہ زہرما
خود کی نفس سستی و غیر سستی ہرگز
تا ہے تو جہاں کی گزیر ہرگز

۱۷۸

نہ کتاب کرتا ہے اور اس کی بنیاد ہی اور بیہ توہی کا اس طرح ذکر کر کے چاہتا ہے کہ وہ مائل بہ کرم ہو جائے کہتا ہے کہ اے دلبر و دلدار تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ اس حالت کو کتنی مدتیں گزرتیں کہ تو میری آغوش شوق سے اٹھ کر چلا گیا تھا اور اس وقت سے اب تک نہ تو کسی کو تو نے میری خبر لی لینے کو بھیجا اور نہ خود ہی کہی اتنا پوچھا کہ میرے بغیر تجھ پر کیا گزر رہی ہے۔

بہر چند کہ رنگ و بوئے زیباست مرا

چوں لالہ رخ و چوسر و بالاست مرا

(۱۷۹)

معلوم نہ شد کہ در طرب خانہ خاک

نقاش من اند بہر چہ آراست مرا

اس حسین اور دلکش دنیا پر حیرت اور استعجاب کے ساتھ نگاہ ڈال کر خیام اس فکر میں مبتلا

ہو جاتا ہے کہ آخر اس لیے بود اور خالی طلسم کی نیرنگیوں کا مطلب کیا ہے اور جبکہ یہ تمام غنائی

و دنیا کی ایک آن واحد میں فنا ہو جایا کرتی ہے تو اس کے بنانے والے کا مقصد کیا ہو سکتا ہے

عرض دراز کے غور و فکر کے بعد بھی جب کچھ سمجھ میں نہیں آتا تو ہار کر وہ کہتا ہے کہ اگرچہ رنگ و

بو جیسے بہت اچھی حاصل ہے اور سن ظاہری کی محبت میں کی نہیں گل لالہ کی طرح میرا چہرہ سرخ

اور سرور کی طرح میرا قد سیدھا ہے لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس خاک کی عشرت کدہ یعنی دنیا میں میرے

نقاش نے مجھے کس نے آراستہ کیا ہے اور میں اتنی خوبیوں اور رعنائیوں کے ساتھ اس فانی دنیا

میں کس مقصد سے بھیجا گیا ہوں۔

خافل بچہ امید دریں شوہم مرا

بر دولت او دل نہدا ز بہر خدا

(۱۸۰)

میر گاہ کہ خواہد کہ نشیند از پا

گہر و اجالہ شخص و ست کہ بالاپیا

خیام کی نگاہ میں دنیا کی دولت کوئی وقت نہیں رکنی اور یہی اس کی عالی خیالی کا

سب سے بڑا ثبوت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بہ انجام سے خافل شخص آخر کس امید پر اس منحوس دنیا میں

اپنی دولت اور اپنے مال سے دار لگاتا ہے اور کیوں رو پیہ پیہ کی محبت میں دیوانہ ہو رہا ہے

اسے یہ خبر ہے کہ جب کلماتے کلماتے ارنج کرے گا تو خاک کر یہ آرام کرنے کے لئے بیٹھے

کو خواہش کرے گا اور جب وہاں کہ اب اپنے اندر خستہ سے خستہ انفرادی اسی وقت موت کا ٹھکانہ

آکے ہاتھ پکڑے گا اور کئے گا کہ چلے بس اب کھڑے ہو جائیے۔

اسے آنکھ گزیدہ جہانی تو مرا
خوشتر زول و دیدہ و جانی تو مرا
از جاں صنما عزیز تر خیرے طہیت
صد بار عزیز تر از آفتی تو مرا

(۱۸۱)

اپنے محبوب حقیقی سے کچھ کہنے سننے کا یہ طریقہ بہت ہی اچھا ہے کہ کسی ظاہری مشوق کو اپنا مخاطب بنا کر جو کچھ دل میں ہے وہ کہہ دیا جائے اور جس عشق کا اظہار کہ اپنے محبوب اصلی کے روبرو نہیں کیا جاسکتا تھا اس کا بیان نہایت شرح و بسط اور کمال سے تکلفی کے ساتھ دوسروں پر ڈھال کر کر دیا جائے۔ خیام بھی اپنے جذبات محبت کے اظہار کے لئے یہی طریقہ اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے وہ ہستی کہ جسے میں نے تمام جہان میں سے منتخب کیا ہے اور جو مجھے دل سے آنکھوں سے اور جان سے زیادہ عزیز ہے اے صنم تو جانتا ہے کہ دنیا میں انسان کو جان سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوتی۔ مگر تو مجھے جان سے بھی سو گنا زیادہ پیارا اور عزیز ہے۔ گویا میں اپنی جان غشی کے ساتھ تیری راہ میں قربان کر سکتا ہوں۔

اسے دل ز زمانہ رسم احساں مطلب
وز گردش و دوران سرو سامان مطلب
ورماں طلبی و رونو افزوں گرد و
باد و بساز و رنج و رماں مطلب

(۱۸۲)

راحت و آرام کی تلاش اور عیش و عشرت کی طلب میں آوارہ و سرگرداں رہنے اور جو کچھ میرے اسے ناکافی سمجھ کر ہر وقت شکوہ و شکایت یا نوح و ماتم میں وقت گزارنے کے معنی صرف یہی ہو سکتے ہیں کہ ہمیں جو تھوڑا بہت آرام اور عیش حاصل ہے اسے بھی تلخ کر لیں اور کوشش و محنت کے ذریعے سے جو ترقی ممکن ہے اس سے بھی باز رہیں اس لئے خیام کسی طرح اس کو پسند نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ اسے دل زمانہ کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتا اس سے کسی قسم کے احسان کی توقع نہ رکھو اور نہ کچھ مانگ اور وقت کے چکر سے اپنے لئے عیش و آرام کا سامان طلب نہ کرو اپنے درد کا یعنی اپنی ناداری کا علاج چاہتا ہے لیکن میں نہ۔ دوا کی طلب یعنی عیش و آرام کی ہوس بڑھتی جائے گی اسی قدر تیرے درد میں ترقی ہوئی ہے کی۔ کیونکہ فلاں سے نہ ہو

کبھی پوری نہیں ہو سکتی اور جب تک ہوس باقی ہے اس وقت تک جو وہ آرام کا کچھ ملنے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے خیام کہتا ہے کہ زیادہ اچھا اور زیادہ آرام وہ طریقہ یہ ہے کہ تو اپنے دیکھ اور اپنی تکلیف ہی کے ساتھ موافقت کرے تاکہ وہ خود ہی اس سازگاری کی بدولت تیرے لئے تکلیف و مصیبت نہ رہے بلکہ آرام بن جائے۔ درو کی دو اطلب کرنا لا حاصل اور غیر مفید ہے اس لئے تجھے چاہئے کہ اپنی تکلیفوں کا علاج ہرگز ہرگز طلب نہ کرے۔

خیام کے مذہب میں زیادت طلبی اور خرمی بالکل جائز نہیں ہے۔ وہ حاصل نامشہ سامان حیش کے لئے متفرا اور پریشان رہ کر بیش بہا جو وہ حاصل کو تلخ کر لینے پر اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ جو کچھ بھی تیرے اسی کو کافی سمجھ لیا جائے تاکہ زندگی کے جتنے لمحے بھی مسرت و اطمینان میں گزر سکیں گے اُسے جائیں۔ وہ کہتا ہے۔

گر گل نمود نصیب ما خار پس است

در نورنی رسد بہ مانا پس است

(۱۸۳)

اگر کبھی وہ سب سے بچاؤ وہ تلخ ہو

تا قوس کا پیسا و ز تار پس است

اگر ہمارے نصیب میں بچاؤ نہیں ہے اور تمام ازل سے ہمیں اس نعمت سے محروم رکھا ہے تو کچھ پرواہ نہیں ہم اس کی ہوس ہی کیوں کریں ہمارے لئے کانٹے ہی کافی ہیں کیونکہ جس طرح پھول کو دیکھ کر ہم صانع قدرت کے کمال پر دنگ رہ جاتے ہیں اسی طرح ایک کانٹے میں بھی صنعت باری تعالیٰ کا کچھ کم اظہار نہیں ہوتا۔ ورا بک صاحب نظر کے نزدیک صنعت کی حیثیت سے کاٹا بھی پھول سے کسی طرح کم واقع نہیں ہے۔ پھول کی طرح اگر نور میں بھی ہمارا حصہ نہیں ہے اور وہ ہم تک نہیں پہنچتا تو کیا مضاقت ہے ہم تاریکی آگ ہی پر قناعت کر لیں گے اور طاقت الہی کے لئے ہمیں تسبیح اور مسئلے اور شیخ با امام بیسے ظاہری سامان مہیا نہیں ہیں تو رخ اور فکر کی کونسی بات ہے ہمارا کام ان کی غیر موجودگی میں بھی حل سکتا ہے اور ہم تا قوس اور منہ او جیب سے بھی وہی کام کر سکتے ہیں گو یا سامان ظاہر کوئی چیز نہیں ہے اصل چیز ہمارے ہی نیت اور ہمارا ارادہ ہے۔

اگر وہ تراو دستار پس شر و ابلت

و اندر نیست شر و ابلت

(۱۸۴)

ضائع مکن از دولت شیرانیت
کین باقی عمر را بہا پیدا نیست

خیام ہمیں یہ مشورہ دینا چاہتا ہے کہ ہم فکر ماضی اور اندیشہ مستقبل سے کوئی واسطہ نہ رکھیں۔ اور جہاں تک ہر ایک وقت موجودہ سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں وہ کہتا ہے کہ کل جو کچھ پیش آنے والا ہے اس پر تجھے آج کوئی اختیار اور کوئی قدرت حاصل نہیں اس لئے ظاہر ہے کہ کل کی فکر میں آج بے چین و مضطرب رہنا طاقت اور مہنوں کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے وہ ہمیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر متاثر دل بھی تاک فکر ماضی و مستقبل میں پڑا ہوا ہے اور عشق سے خالی ہے تو خدا کے لئے اب اور زیادہ وقت ضائع نہ کر دیکو نکہ دیر عمر ضائع ہو چکی وہ تو ضائع ہو ہی چکی جو باقی ہے وہ اس قدر قیمتی ہے کہ اگر وہ ضائع ہو گئی تو اس کی تلافی کسی طرح نہ ہو سکے گی۔

اسے چرخ فلک خرابی از کینہ نیست
بیداد کری عاوت ویرینہ نیست
است خاک اگر سینہ تو نشہ کا فند
پس کو بہر قیمتی کہ در سینہ نیست

(۱۸۵)

آسمان اور گردن آسمان کی شکایت شعرائے مشرق کی دیرینہ رسم ہے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ خیام اس سنت کو نہ ادا کرتا۔ وہ آسمان کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے گردش کرنے والے آسمان ہماری تمام تباہی اور بربادی کا باعث تیری دشمنی اور تیرا کینہ ہے کیونکہ اہل دنیا پر ظلم و ستم و عداوت تیری پڑانی حادث ہے۔ اس کے بعد وہ زمین کو خطاب کر کے کہتا ہے کہ اے زمین اگر تیرا سینہ حیر کر دیکھا جائے تو اس کے اندر کیسے کیسے قیمتی موتی جیسے ہوئے ملیں گے یعنی کیسے کیسے کامل اور اکمل انسانوں کو دکھا گئی اور وہ بچہ میں مدفون ہیں۔

ہر دل کہ در و مہر و مجتہد است
گر ساکن مسجد است و در اہل کشت
در و فقر عشق نام ہر کس کہ تو شرت
از او زو ز رخ است و فارغ بہشت

(۱۸۶)

ہر دل کہ در و مہر و مجتہد است
گر ساکن مسجد است و در اہل کشت
در و فقر عشق نام ہر کس کہ تو شرت
از او زو ز رخ است و فارغ بہشت

لگا ہوں میں نہ کوئی وقعت رکھتے ہیں اور نہ فرق و امتیاز اور عاشقانِ الہی کی فہرست میں جس کسی کا نام لکھا گیا وہ دوزخ اور جہنم کے جھگڑوں سے کلیتہاً فارغ اور آزاد ہے کیونکہ جہنم اور دوزخ کا خیال تو انہی دلوں میں سما سکتا ہے کہ جو عیس و محبت سے غالی ہے۔ عشاق کے دلوں میں اتنی گنجائش ہی کہاں ہے کہ اس کا خیال آسکے۔

دور سے کہ درو آمدن و رفتن راست
آں را نہ بدایت و نہایت پیدا است (۱۸۷)
کس می نہ زند و می دریں محنتی راست
کایں آمدن از کجا و رفتن بہ کجاست

تخلیقِ عالم یا موت اور حیات کا جب کبھی ذکر آجاتا ہے تو خیام کی کبھی یہ کوشش نہیں ہوتی کہ خواہ کسی کے لئے بھی کوئی اجمید از قیاس اور دور از فہم نظریہ پیش کر کے ہم پر اپنے علم اور اپنی عقل کی فوقیت و فضیلت ظاہر کرے، بلکہ وہ ہمیشہ ایسے موقعوں پر بچا فنی سے کام لے کر اپنی نارمان لیتا ہے اور صفاتِ صاف کہہ دیتا ہے کہ یہ وہ اسرار ہیں کہ جن تک ہماری عقلوں کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ کہتا ہے کہ زمانے کے جس حکمران کے ہمارا آنا اور جانا یعنی پہلا پیدا ہونا اور مرنا وقوع پذیر ہوا کرتا ہے اس کی نہ ہمیں کہیں ابتدا نظر آتی ہے اور نہ انتہا اور کوئی شخص بھی ایسا نہیں ملتا جو صحیح طور پر ہمیں بتا سکے کہ آخر دوزخ کا یہ آنا اور یہ جانا کہاں سے اور کس طرف کو ہوا کرتا ہے۔

ہر گہ غمے ملازمِ دل شود
یا قصہ کار خویش مشکل شود (۱۸۸)
حالِ دل دیگر سے بیا پر رسید
تا خوشدلی تمام حاصل شود

سرت اور طینانِ قلب اس دنیا میں اگر نایاب نہیں تو کیا بخیر میں ضرور ہیں اور ایک زمانہ ان کی تلاش میں حیران و سرگردان ہے خیام ہمیں یہ نکتہ بتاتا ہے کہ رات دن اپنے عیش و آرام کی فکر میں یا اپنے غم و رنج کی وجہ سے پریشان رہنے سے اندوہ و ملال کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ظاہر ہے کہ اپنے آرام کے متعلق ہماری فکر میں جس قدر بڑھتی جائیں گی وہ فکر میں بہر حال ہمارے ہی دل کو نہ ہوس گی اور سببِ دل یہ فکر کا جو ہم رہا

تو مسرت یا اطمینان کہاں اس لئے ہیں چاہیے کہ اپنے آرام کی بجائے دوسروں کے آرام کی فکر میں تنہک ہو جائیں۔ وہ کتاب ہے کہ جب ایسا ہو کہ غم و رنج تیرے دل پر چھا جائے یا تیرے اپنے کاموں کے تھکڑوں اور شخصوں کی وجہ سے تجھے دشواریاں پیش آئیں تو تجھے چاہئے کہ دوسروں کے دل کا حال بوجھے اور ان کی دلہنگی کے سامان مہیا کرے تاکہ تجھے تیرے غم فراموش ہو جائیں اور کامل مسرت حاصل ہو جائے۔

در چشم حشقاں چہ زیبا و چہ زشت
در نگہ عاشقاں چہ دوزخ و چہ بہشت
پوشیدن بیدلاں چہ طلسم چہ بلاں
زیر سر عاشقاں چہ بالین و چہ خشت

(۱۸۹)

یہ چیز بھی سے دور یہ بُری اور اس عورت میں ہمیں آرام ہے اور اس صورت میں تکلیف، یا یہ کہ ہم تو ہیدل چل رہے ہیں اور فلاں نواب صاحب یا راجہ صاحب مراد میں چڑھے پھرتے ہیں۔ اور اسی نوعیت کے تمام خیالات صرف انہی دلوں میں آیا کرتے ہیں جو انہی ہمیشہ کی سطح سے بلند نہیں ہوتے ہیں اور جن میں اللہ کی محبت یا تحقیق حق کا جذبہ اور جوش نہیں پیدا ہوا ہے۔ اس حقیقت کو خیام اس طرح بیان کرتا ہے کہ منطقوں کی نظر میں اچھا اور بُرا کیا کیونکہ ان کی لفظ و چیزوں کے نظام پر نہیں بلکہ حقائق پر ہوتی ہے اور ذات باری تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے نزدیک بہشت اور دوزخ میں فرق اور امتیاز کیا کیونکہ محبت کے نشہ نے ان کے دلوں سے آرام و تسکین کا احساس ہی کھو دیا۔ اور جن کے پہلو میں دل ہی نہیں ہے انہیں اس کی کیا پروا کہ وہ طلسم اور کجواب کا لباس پہنے ہوئے ہیں باٹات کا ٹکڑا بدن پر لپیٹ رکھا ہے اور جوش کھی کی شراب سے سرشار ہے انہیں اس کی کیا خبر کہ ان کے سر کے نیچے نرم اور ملایم ٹکیہ کہا ہوا ہے یا کوئی سخت اور کرخت اینٹ ہے۔

بہر سبب کہ بر کماز جوئے رشتہ است
گو یا ز نسیب فرشتہ شوئے رشتہ است
پایہ سحر بہر باخوار کی نہ نہی
کاس سبزہ ز خاک لالہ و سہ رشتہ است

(۹۱)

حیرت انگیز خیالات لگنے میں خیام کو کمال حاصل ہے۔ سبزہ دکل رات دن کس کی نگاہ سے نہیں گذرتے، لیکن کتنے ایسے زندہ دل ہیں جو وہی اثر قبول کرتے ہوں جو خیام کرتا ہے اور کہہ اٹھتے ہوں کہ دریا کے کنارے یہ جتنی بھی گماں اُگی ہے اس کی ایک ایک پتی گویا ایک ایک صاحب کمال کے ہونٹوں سے اُگی ہے کہ جو زیر خاک مدفون ہیں ہم جو بلا تکلف اپنا دل خوش کرنے کے لئے اس سبزہ کو پامال کرتے پھر رہے ہیں ہمیں چاہئے کہ اسے دیکھ کر ہیرت پکڑیں اور اس بری طرح اور ایسی حقارت اور ذلت کے ساتھ اسے روندتے نہ پھریں کیونکہ یقینی طور پر وہ کسی نہ کسی حسین اور گل رخسار معشوق کی خاک سے اُگتا ہوا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں کسی کمال اور کسی حسن کو بقا نہیں ہے اور دنیا میں اس کثرت سے صاحب جمال اور صاحب کمال انسان نمایا ہو چکے ہیں کہ سب جو گماں زمین پر اُگتی ہے اس کا ایک ایک تہ کو با کسی نہ کسی ایسے ہی انسان کی خاک سے بنا ہوا ہے۔

دنیا کی بے ثباتی اور زندگی کی حجاب عفتی کو خیام نے بار بار سیکڑوں مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے اور پیغام فضا کے سامنے انسان کی بے انتہائی درمجبوری کا ہر طرح سے ذکر کر کے سبق حیرت دیا ہے۔ خاک کے ایک ایک ذرہ کو ایک ایک حسین و جمیل محبوب کی آنکھ تبا کر دہ بھی تو ہماری توجہ اجل کے تیر خروروں کی کثرت کی طرف منطقت کرتا ہے اور کبھی کھالٹس کی ہر پتی اور لائے و ٹیل کی ہر پناٹھی کو کسی معشوق کے ہونٹ کہہ کر کہیں یہ بتاتا ہے کہ جو لوگ مزاروں دلوں پر حکومت کرتے ہیں وہ ہیں اپنے آپ کو فنا سے نہ بچا سکے تو عوام کی کیا ذکر وہ کہتا ہے۔

خارے کہ بڑیر پائے ہر حیوانیت
نہ لیتا صنمے وار و س کے جانا نیت
ہر خشیت کہ ہر کنگرہ ایوانے ہست
انگشت و ز پر سے دسر ملتا نیت

(۱۹۱)

چستے پھرتے ہوں کے یا گو کھرو کے کائناتے جو ہر انسان اور حیوان کے پاؤں کے نیچے آنے سب سے ہیں وہ کائناتے نہیں ہیں بلکہ اللہ کی کسی نہ کسی قاشد معشوق کی زلفت اور برہ و رفتہ محبوب کی آبرو میں جن پر ایک زمانہ جان دیتا تھا۔ اور آج جو بڑے بڑے عالی شان ملکوں کے کنگور سے نہیں نظر آ رہے ہیں ان کی ایک ایک انگشت ایک ایک

لیجیاء شمشاد کا سرہاں کسی وزیر باندہ بر کی انگلی ہے۔

آں یہ کہ دریں زمانہ کم گیر می دوست
ہا اہل زمانہ صحبت از دور شکوست
آں کس کہ بچگی ترا تکیہ بدوست
چوں چشم خرد باز کنی دشمنست او مست

(۱۹۲)

حساب زمانہ کی خود غرضی اور یوفانی دیکھ کر خیام کا دل ان سے بھر گیا ہے اور اب وہ لوگوں کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ اس زمانہ میں جس قدر کم لوگوں سے دوستی اور محبت کا سلسلہ قائم کیا جائے اسی قدر بہتر ہے اور اس زمانہ میں یہی مناسب ہے کہ لوگوں سے بس دور کی ملاقات رکھی جائے۔ اس زمانہ میں یہ حالت ہے کہ جس شخص پر تمہیں کامل اعتبار اور زیادہ سے زیادہ دوسرا ہو اسی کو اگر ذرا عقل کی آنکھیں کھول کر دیکھو گے تو اپنا چکا دشمن پاؤ گے۔

چندیں غم مال و حسرت دنیا چیت
ہرگز ویدی کے جاوید زلیست
ایں باب نقشے کہ در تبت عاریت
با عاریتے عاریتے باید زلیست

(۱۹۳)

دنیا میں رہ کر اپنی زندگی غم و اندھ میں بسر کرنا، اور دنیا اور اس کا ہاں دنیا کے لئے ہر وقت پریشانی اور منکریں مبتلا رہنا خیام کو کسی صورت میں ہی پسند نہیں ہے۔ اسی لئے وہ کہتا ہے کہ یہ اس قدر مال و اسباب کا غم اور اس درجہ دنیا کی حسرت آخر کس لئے کیا تم نے کبھی کسی کو ہمیشہ زندہ رہتے دیکھا ہے۔ بھر دو دن کی زندگی کو خود اپنے ہاتھوں کیوں تلخ کئے جاتے ہو۔ تمہارے جسم میں رکھا ہی کیا ہے ایک ذرا سانس ہے وہ بھی اپنا نہیں بلکہ ادھار کا ہے جسے قرض دینے والا حبیب چاہے واپس لے لے۔ پھر ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ اس باکل عارضی غیر مستقل و ادھار کی زندگی کو تو ادھار ہی کی چیز کی طرح بسر کرنا چاہئے۔ خواہ مخواہ اپنی چیز سمجھ کر اس سے اس قدر محبت کہیں کرتے جاؤ اور اس کے لئے بے فائدہ رنج و غم کیوں کرتے ہو۔

گر کار تو شک است ہندویر تو شہت

(۱۹۴)

دور بدیر و دیر بہ بقصیر تو بہت
تسلیم و رضا پیش کن و شاد و بزمی
چوں نیک و بد جہاں بر تقدیر تو نیست

کتاب ہے کہ تیرے کام آچھے ہیں اور تو خوش حال اور فارغ البال ہے تو حقیقت
یہ حالت تیری تدبیروں کا نتیجہ نہیں ہے۔ اور اگر تجھے بڑائی پیش آتی ہے یا تو بڑے کام کرتا
ہے اور یہ حالت بھی تیرے اپنے تصور کی وجہ سے نہیں ہے تو پھر تجھے رنج اور فکر کیوں ہو
تو خوش رہ اور قضا کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ کیونکہ دنیا کا نیک و بد تیرے قبضہ
قدرت اور اختیار سے باہر ہے۔

گرا ز پے شہوت و ہوا خواہی رفت
از من خبر سے کہ بے نوا خواہی رفت
بہ گرجہ کسی و از کجا آمدہ
می داں کہ چہ میکنی کجا خواہی رفت

(۱۹۵)

اس دنیا میں آکر جانوروں کی طرح بہالت اور غفلت کی زندگی گزارنا اور صرف
اپنے جذبات و اپنی خواہشات کا بندہ بننا انسان سے لئے کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے
انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی زندگی کا مقصد بہائم سے ارفع و اعلیٰ ہونا چاہئے
خیام کہتا ہے کہ اگر تو صرف ہوا اور ہوس میں پھنسا رہے گا۔ اور صرف اپنی خواہشات کا غلام ہوگا
تو بچہ سے سن لے کہ اس دنیا سے ناکام و نامراد جائیگا۔ تجھے خدا نے عقل دی ہے تو یہ دیکھ کہ تو
کون ہے اور کہاں سے یہاں آیا ہے اور اس بات کو جاننے کی کوشش کر کہ مرنے کے بعد تجھے
کہاں جانا ہے۔

نیکی و بدی کہ در ہوا و بشر است
شادی و غمی کہ در قضا و قدر است
با چرخ مکن حوالہ کا ندر رہ عقل
چرخ از تو ہزار بار بچارہ تر است

(۱۹۶)

لوگ بالخصوص شعراء رات دن آسمان کی کجروی کی شکایتیں کیا کرتے ہیں اور ان کا خیال
ہے کہ دنیا میں جتنی فتنہ انگیزیاں ہوتی ہیں وہ سب اسی ملک مفسدہ پر داز کے ظلم و ستم کا نتیجہ

ہیں۔ لیکن خیاام ان لوگوں کی عقلوں پر ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ کسی انسان کی طبیعت میں نہیں نیکی نظر آئے یا بدی وہ قدرت نے اسے ودیعت کی ہے اور خوشی و غم جس میں کہ انسان مبتلا ہو وہ نسبت ایردی سے ہے تم ان چیزوں کی ذمہ داری غریب آسمان کے سر نہ رکھو کیونکہ اگر عقل سے کام لو گے تو معلوم ہوگا کہ آسمان تو تم سے بھی ہزار گنا زیادہ مجبور اور بے بس ہے وہ کسی کے لئے کیا کر سکتا ہے۔

ایں کوزہ چو من عاشق زارے بود است
در بند سر زلف نگارے بود است
ایں دستہ کہ در گردن او مے بستی
دستے است کہ در گردن یارے بود است

(۱۹۷)

دنیا کی بے ثباتی کا ذکر پھر آگیا۔ صراحی کو دیکھ کر خیاام کی دور رس نگاہ اس کے نقش و نگار یا اس کی ظاہری شکل و صورت کی خوبی میں محو نہیں ہوتی بلکہ وہ اس میں وہ چیز بھی دیکھتا ہے جو ہر آنکھ کو نظر نہیں آتا۔ یہ صراحی جس کی قلقل کی آواز آج ہمارے دلوں کو سرور سے بھر رہی ہے یہ بھی کسی انسان کی خاک سے بنی ہے جو میری طرح اپنے زمانے میں عاشق زار تھا اور جو کسی معشوق کی زلف کی قید میں پھنسا ہوا تھا۔ اس میں جو یہ دستہ لگا ہوا ہے یہ فی الحقیقت اسکا ہاتھ ہے کہ جو کبھی اس کے محبوب کی گردن میں حائل رہا کرتا تھا۔

خیام ز بہر گنہ ایں ما غم چیست
در خورون غم فائدہ پیش کم چیست
آں ماکہ گنہ نکر و غفران نبود
غفران ز پر اسے گنہ آمد غم چیست

(۱۹۸)

باری تعالیٰ کی رحمت پر کامل بھروسہ اور اس کے علم و عفو کی صفات پر کلی اعتماد جس قدر خیاام کو ہے اتنا مشکل سے کسی کو ہو سکتا ہے۔ اور دو کا ایک بہت مشہور شعر ہے کہ
موقوف جرم ہی پر کرم کا ظہور تھا ۔
بندے اگر قصور نہ کرتے قصور تھا
خیام کا مسلک بھی بالکل یہی ہے اور وہ بھی گناہ نہ کرنے کو گناہ اور خدا سے پاک کی جناب میں نشا کا متراون خیال کرتا ہے۔ اسی نے کہا ہے کہ اسے خیاام پر اپنے گناہوں سے اس قدر خوف اور ان کی وجہ سے اس درجہ رنج و غم کیا ہے۔ کتنا ہے۔ اور پھر رنج و غم کہا ہی جائے تو آخر

اس بچ و غم سے حاصل کیا ہے۔ ٹکڑے ہر سب کے معانی یا نجات معصوموں اور بچوں کا حصہ نہیں ہو سکتی وہ تو گنہگاروں ہی کے حصہ میں آسکے گی تو جبکہ اللہ تعالیٰ کی معافی صرف گنہگاروں کے لئے مخصوص ہے تو پھر غم کس بات کا ہے

خیام کے فلسفہ کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی اس کو روا نہیں رکھتا کہ انسان اس دنیا کی تکلیفوں سے گہرا کر ہی تمام تر شکوہ و شکایت تاریخ عالم میں بسر کرے، نہی کا افسوس اور تشویش کی فکر میں اس کے نزدیک سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ مدت اس زمانے کا قائل ہے کہ جو اس دنیا میں موجود ہے اور اسے لا حاصل شکایتوں میں نہ رہنے کی بجائے وہ اسے پسند کرتا ہے کہ جو کچھ ہی حاصل ہے اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اور لطف اٹھایا جائے۔ وہ کہتا ہے

از ہر زہ بہر در سے نمی باید تاخت
بانیک و بد زمانہ می باید تاخت
از طاسک چرخ و کعبین اقتدر
بہر نقش کہ پیدا شو و آں باید تاخت

(۱۵۹)

یعنی ہر انسان کو عیش و مسرت یا آرام و راحت کی تلاش میں بے فائدہ درد و جھجک مانگتے پھر مانہ چاہئے اور زمانہ اچھا ہو یا بُرا اور موافقت کرے یا نہ موافقت بہر حال ہمیں خود حالات کے ساتھ موافقت کر لینی چاہئے یہ آسمان کا طرقت اور یہ تقدیر کے پائے ہمارے لئے دیے ہیں اچھا یا برا کرنے رہتے ہیں اس لئے ہر طرح نہ مڑتے وقت ہم دونوں بھی بڑے اسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہر طرح دنیاوی زندگی میں بھی تقدیر کے پائے ہمارے ہر نقش نکال دیے اتنی ہو کہ بیکار چاہئے۔

یار تمن و دوست فعل شکوہ و شکایت
کیے کند آنکہ شکایتی حادث و دوست
بہر دست و پا کی شود و شکایت تو
بہر دست و پا کی کرد و دوست

(۱۶۰)

خیام اسے گواہ نہیں کرتا کہ ہم دوسروں کے درجے آزار ہوں اگر دوسروں کے
ہمیں شکست دینی ہے تو ہم بھی اس کا مستحق ہیں اور ہمیں ایسا ہو چکا ہے کہ

خواہ کوئی ہمارا دشمن ہو یا دوست ہمیں ہر حال اس کے ساتھ بھلائی کرنی ہی مناسب ہے اور جو انسان کہ باطبع نیک اور نیکی کرنے کا مادی ہے وہ بدی کر ہی جیسے سکتا ہے۔ تم اگر دوسروں کے ساتھ برائی کرو گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ بھی تمہارے دشمن ہو جائیں گے لیکن اگر تم بھلائی دشمنوں کے ساتھ بھی کرو تو یہ فائدہ حاصل ہو گا کہ وہ بھی تمہاری بھلائی دیکھ کر تمہارے دوست بن جائیں گے اور ظاہر ہے کہ اس دنیا میں دشمن بنانے کی بجائے دوست بنانا بہر صورت بہتر ہے۔

اے دل چو نصیب تو ہمہ غوں شدت

احوال تو ہر خطہ و گروں شدت

(۲۰۱)

اے جاں تو وریں تنم چہ کار آہن

چوں عاقبت کار تو بیر دل شدت

خیام انسان کی پیدائش کے معاملات پر غور کرنا ہے اور اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ

انسانی رگوں کی رات دن کی جو بہ آمد و رفت لگی ہوئی ہے اس کا فائدہ کیا ہے اور سوچتے

سوچتے تنگ آ کر آخر کہہ اٹھتا ہے کہ اے دل جبکہ تیرے نصیب میں یہی لکھا ہے اور تیرا انجام

یہی ہو گا کہ ایک روز خون ہو کر فنا اور ہلاک ہو جائے اور جبکہ تیرے لئے یہی مقدر ہے

کہ تیری حالت ہر عرصہ بدلتی رہی تو پھر برا پیدا ہونا کس لئے ہے اور اسے جان جبکہ آخر کار تجھے

اس جسم سے باہر ہی نکل جانا ہے تو پھر تو اس جسم کے اندر باقی ہی کس لئے تھی۔

وارندہ چو ترکیب طبائع آہستہ

از بہر چہ آہ فکندش اندر کم و کاست

(۲۰۲)

گر نیک آید شکستن از بہر جسم بود

ورنیک نیاید از صو نصیب گراست

انتہائی غور و خوض کے بعد بھی جب خیام کی سمجھ میں نہیں آتا کہ پیدائش و مرگ کا فلسفہ

کیا ہے تو وہ اس صنائع حقیقی پر اعتراضات شروع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب ہمارے پیدا

کرنے والے نے ہمارے طبائع آہستہ کے تو ایسا کیوں کرنے والے ان کی مہیا میں کمی اور

بہشی واقع ہوئی اور جو طبیعتیں کہ مرضی کے تحت ہنر شکست بن گئیں ان میں کمیوں نہ رہیں اور

کیا تو شکست نہیں بنی تنہا ان میں طبیعتوں کا قصور رہتا کہ قصور میں نہ بننے والے طبیعتوں کا

الزام کیوں نہ لایا جاتا ہے

عشق اور چہ بلاست آں ہلا حکم خداست
بر حکم خدا سلامت خلق خطا است
چوں نیاک و بد خلق بہ تقدیر خدا
نہیں روز پس حساب بہ بندہ چہ راست

(۲۰۳)

کتاب ہے کہ عشق اگر بنا ہے تو یہ ہا میری اپنی پیدا کی ہوئی تو نہیں ہے یہ حال خدا ہی کے حکم سے ہے پھر عو کام کہ حکم الہی کے مطابق ہے اس پر دنیا مجھے کیوں برا کہتی ہے اہل دنیا کا یہ فعل کیوں خطا پر مبنی ہے۔ اس دنیا کی نیکی اور بدی کے متعلق جب یہ مسلم ہے کہ وہ حکم خدا کے مطابق آتی ہے اور ہم بھلائی کریں یا بُرائی سب کچھ اسی کے حکم سے ہوتا ہے تو پھر قیامت کے دن بندوں سے کہ جو مجبور و ناچار ہیں حساب کتاب کیا؟

نے لایق مسجد ہم نہ درخور کنشت
ایزد و اندکل مرا از چہ سیرشت
چوں کافر و دشمن و چوں تہمت
نے دین و نہ دنیا و نہ امید بہشت

(۲۰۴)

انسان کی حقیقت اور اس کی مجبوری و بے چارگی پر غور کرنے کے بعد نیام کہتا ہے کہ میں تو نہ مسجد ہی کے قابل ہوں اور نہ بتخانے کے خدا ہی جانے کہ اس نے میری مٹی کس جگہ سے لی تھی اور کس کام کے لئے مجھے پیدا کیا تھا۔ میری حالت تو ایسی ہے کہ فقیر ہوں مگر کافر فقیر ہوں کہ جو فقر کی فضیلت سے بھی محروم رہتا ہے اور محبوب کوں بھی مرتا ہے یا پھر ایک بدکار زن بازاری کی طرح کہ نہ دین کے مطلب کا ہوں نہ دنیا کے مطلب کا اور نہ بہشت ہی کی کوئی امید

در ہر دستے کہ لالہ زارے بود است
آں لاکہ ز خون شہر یارے بود است
ہر برگ منقشہ کہ زمین می روید
خالیست کہ بر رخ نگارے بود است

(۲۰۵)

کتاب ہے کہ جس جنگل میں بھی خود رو در لہ کھلا ہوا نظر آ رہا ہے اس کا ایک ایک پھول دراصل ایک ایک بار شاہ کے بن سے بنا ہے اور نقشہ کا ایک ایک پتہ جو زمین سے اگنا ہے فی حقیقت ایک ایک تل ہے جو کسی حسین مہربین کے چہرہ پر تھا مراد یہ ہے کہ دنیا نے بڑے سے بڑے

بادشاہ اور بہتر سے بہتر حسین اتنی کثیر تعداد میں بنا بنا کر مٹائے ہیں کہ ہر ہر چہا اور ہر ہر پھول گویا
ایک ایک شہر مار ورا یک گلزار کی خاک سے بن کر نکلتا ہے۔

از گردش دہریج مفہوم نیست
جز رخ زمانہ یحییٰ مژدہ موم نیست
ہر حسد بکار خویش و ہر بی نگر
مگر کے بگذشت و ہر معلوم نیست

(۲۰۶)

غور و فکر سے تنگ آ کر خیام کتاب کے اس آئینہ کے چکر سے میری سمجھ میں تو کوئی بات
نہیں آتی اور میرے خیال میں اس کے سوا اور کچھ نہیں آیا ہے۔ کہ زمانے کے ہاتھ سے ہمیں
رخ و الم کے سوا اور کچھ نہیں مل سکتا میں اپنے حالات پر جس قدر غور کرتا ہوں تو یہی محسوس ہوتا
ہے کہ ساری عمر گزر چکی اور مجھے آج تک کچھ بھی معلوم نہیں۔

پیش از من و تو لیل و نہار کے پودا
گردنہ فلک برائے کار کے پودا
ز نہار قدم بجاک آہستہ نہی
کال مردمک چشم نگار کے پودا

(۲۰۷)

کتاب ہے کہ صبح و شام کا ہونا کچھ آج سے نہیں ہے بلکہ مجھ سے اور تجھ سے پہلے بھی اسی
طرح دن نکلتا تھا اور اسی طرح رات ہوا کرتی تھی اور یہ آسمان کا دور بھی کوئی حال کے زمانے
کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ بھی اسی طرح برابر چکر لگاتا چلا آیا ہے۔ اسی طرح انسان پیدا ہوتے اور
مرتے چلے آئے ہیں اور اسی طرح قومیں بنتی اور بگڑتی رہی ہیں اور پیدائش و مرگ کا یہ سلسلہ
اتنے عرصہ سے جاری ہے کہ خاک کے جس ذرے پر بھی تو پاؤں رکھے گا وہ درحقیقت کسی نہ کسی
مستوق کی آنکھ ہے جسے زمانے نے فنا کر دیا اس لئے زمین پر ذرا آہستہ قدم رکھا کر اور اس
ناپائیدار دور و دراز کی زندگی پر غور نہ کر۔

اس گنبد لاجوردی و زریں طشت
بسیار گشت است و دیگر خواہر طشت
یک چند زاقصنائے دوران قضا
مانیز چو دیگر اس سپیدم و گزشت

(۲۰۸)

خیام کہتا ہے کہ یہ دنیا نگہدینی آسمان اور پسندداشت یعنی آفتاب مدت ہمارے
دراز سے اسی طرح چکر لگاتے رہے ہیں اور اسی طرح چکر لگاتے رہیں گے اور جس طرح کہ ہم
سے پہلے لوگوں کے ساتھ ہوا ہے اسی طرح ہمارے ساتھ بھی یہی ہوگا کہ ہماری اپنی مرضی
اور ارادہ کے دھڑ کے بغیر قضا و قدر کے حکم کے مطابق بنیادیں دوسروں کی طرح ہم بھی اس
دنیا میں آئیں گے اور بالکل ناگہانی طور پر کسی دوسرے ہی کی مرضی کے مطابق چند روز میں یہاں
سے چلتے پھرتے نظر آئیں گے۔

دیور حرم اور سجنہ و زمار کا فرق انسان کی نگاہوں میں اسی وقت تک اہم رہتا ہے
کہ جب تک اس کی نظریں مجازاً اور ظاہر کے ظلم میں بھیسی رہتی ہیں۔ جو لوگ کہ اس حد سے تجاوز نہ
کر کے حقیقت کی ایک جھلک دیکھ لیتے ہیں ان کی نظریں عبادت کے ان ظاہری وسیلوں
کی نہ کوئی وقعت باقی رہتی ہے نہ اہمیت۔ ان کی نگاہوں کے سامنے دیر میں بھی وہی جاوہر
ہوتا ہے جو حرم میں نظر آتا ہے اور زمار گئے میں ڈال کر بھی ان کا دل صرف اسی ایک ہستی کے
آگے جھکتا ہے کہ جو معبود حقیقی ہے۔ اسی حقیقت کو خیام نے اس طرح بیان کیا ہے۔

بیت خانہ و کعبہ خانہ بندگی است
ناقوس و اذان ترانہ بندگی است
محراب و کلیسا و تسبیح و صلیب
حقا کہ ہمہ نشانہ بندگی است

(۲۰۹)

کہتا ہے کہ بیت خانہ اور کعبہ دونوں بندگی اور عبادت کے گھر ہیں اور سنو اور اذان دونوں
بندگی اور عبادت کے ترانہ ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنے کے لئے کسی جگہ اور کسی مقصد میں آواز کی
ضرورت نہیں ہے جب دل اس کے آگے جھک گیا تو سراور پاؤں کہیں ہی ہوں اور کسی حالت
میں بھی ہوں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح مسجد کی محراب اور گرجا اور تسبیح اور صلیب
یہ تمام چیزیں صرف بندگی اور عبادت کی نشانیاں ہیں اور اگر خدا کی بندگی مقصود ہے تو پھر
ہاتھ میں تسبیح ہو یا صلیب سب برابر ہے۔

از منزل کفر تا بدیں یک نفس است
وز عالم شک تا پویش یک نفس است
ایں یک نفس عزیز را خوش میبار

(۲۱۰)

گز حاصل عمر با ہمیں ایک نفس است

خیام کتائب کہ کفر اور ایمان کے درمیان صرف ایک سانس کا فاصلہ یا وقفہ ہے اور
شک کے عالم سے یقین کے عالم تک پونچنے کے لئے صرف ایک سانس کو کہ جو کفر اور ایمان میں
حد فاصل ہے بہت ہی عزیز اور خوش رکھنا چاہئے کیونکہ ہمارے تمام عمر کا حاصل اگر کچھ ہے
تو یہی ایک سانس ہے۔

جز حق حکمے کہ حکم را شاید نیست

ہستی کہ ز حکم او بروں آید نیست

ہر چیز کہ هست آں چنان می باید

آں چیز کہ آں چنان می باید نیست

(۲۱۱)

کتا ہے کہ خدا کے پاک کے سوا کوئی اور ابا حکم اس نہیں ہے جو حکمرانی کے لائق ہو اور
تمام عالم میں کوئی ایک ہستی بھی ایسی موجود نہیں ہے جو اس کے حکم سے سر تابی کر سکے۔ اس دنیا کا
نظام کچھ ایسا عجیب و غریب ہے کہ ہر چیز بہاں نیاک اسی طریقہ پر اسے جگہ ہے کہ جیسی اور جہاں
ہونی چاہئے تھی اور کوئی ایسی چیز کہ جو اس طرح نہ ہونی چاہئے تھی کہ جس طرح خدا کی موجود نہیں ہے
اس رباعی میں کلام پاک کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ ان الحکم الا اللہ (حکومت سوائے
خدا کے اور کسی کے لئے نہیں ہے۔)

بس خون کساں کہ خرخ بے باک برخت

بس گل کہ برآمد از گل و پاک برخت

بر حسن و جوانی اسے پس غرہ مشو

بس غنچہ دنا شکستہ بر خاک برخت

(۲۱۲)

دنیا کی بے نیابی کا ذکر خیام اس طرح کرتا ہے کہ اس آسمان نے بہت سے انسانوں کا
ذات بد ریخت بنایا ہے اور اس زمین سے نکل کر بہت سے پتھر لے کر بچے میں اور ان کی
بتیاں بکھڑکی میں نوجوانوں کے لئے کی حرج بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ ایسی جوانی اور بہترین
برسر ور کریں کیونکہ زمانہ کے مانتوں بہت ہی سر بند طبیبان بھی بن گئے مریض مر جا کر خاک میں
مل چکی ہیں۔

سرو فتر عالی روحانی عشق است

(۲۱۳)

سر بہت فصیحہ خوانی عشق است
اسے آنکہ خبر نزار می از عالم عشق
این نکتہ بدال کہ زندگانی عشق است

عشق و محبت کے جذبات کی بہت سے شعراء نے تعریف کی ہیں اور خوب خوب کی ہیں
خیام نے یہ بھی سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ عشق کیا چیز ہے وہ کتنا ہے کہ بالکل و مطلق یعنی
حقیقت کے دفتر کا سر دفتر عشق ہے پھر کتنا ہے کہ جوانی جو انسان کی ہر کامیابی کا زمانہ ہے اس کے
فصیحہ کا چوٹی کا شعر عشق ہے۔ بے خبروں کو مخاطب کر کے کتنا ہے کہ تمہیں کیا معلوم کہ عشق
کیا چیز ہے یہ نکتہ مجھ سے سن لو کہ درحقیقت زندگی ہی عشق کا نام ہے کو یا جس انسان میں یہ جذبہ
عالی موجزنہ ہوا اسے زندہ کتنا فضول ہے۔

طوریست کہ صد ہزار موسیٰ دید است
دیریت کہ صد ہزار عیسیٰ دید است
قصریت کہ صد ہزار قیصر بگذشت
طاقت کہ صد ہزار کسریٰ دید است

(۲۱۵)

دنیا کے متعلق خیام کتنا ہے کہ یہ تو وہ طور ہے کہ جس نے لاکھوں موسیٰ دیکھے ہیں اور
یہ وہ گرجا ہے کہ جس میں لاکھوں عیسیٰ پند و غلط کہ چکے ہیں، یہ وہ محل ہے کہ جس میں لاکھوں
قیصر رہے اور چلے گئے اور یہ وہ طاق ہے کہ جس نے لاکھوں نوشیروانوں کا راج دیکھا ہے یہاں
کسی چیز کو ثبات اور قیام نہیں ہے جو آتا ہے وہ چار دن کے لئے اپنی قیمت بجاتا ہے۔ اور
چلا جاتا ہے۔

در عشق تو از ملامتہم ننگ نیست
بایں خبراں دریں سخن جنگ نیست
آں شربت عاشقی پئے مردانست
نامرداں را ازین قلح رنگ نیست

(۲۱۶)

خیام کتنا ہے کہ ہرے تن کی وجہ سے لوگ اگر مجھے ملامت کرتے ہیں تو کیا کریں
میں نے اب کی بار نہ درنا اس سے شرم آتی ہے اور نہ میں بے وقوفوں اور نادانوں
سے کہ جو اس جزبہ عالی سے واقف ہی نہیں رہتا ہی جاتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ عشق کا شربت

تہ فدا لیروں اور دل والوں کے لئے مخصوص ہے۔۔۔ میں شراب میں نامزدوں، ورنہ زوروں کا کہ جنہیں ہر وقت اپنی جان کا خوف لگا رہتا ہو کوئی حصہ ہی نہیں ہے۔

گل گفت بہ از لقا کے من روئے شیت
چندیں ستم گلاب گر بر من چیت
بلبل بزبان حال با او می گفت
ایک روز کہ خندید کہ ساسے نگر لیت

(۲۱۶)

پھول نے جب اپنے حسن و جمال پر نظر ڈالی تو بے ساختہ ایک آہ کھینچ کر کہنے لگا کہ مجھے زیادہ حسین تو دنیا کے پردہ پر خدا نے کسی کو پیدا ہی نہیں کیا ہے پھر یہ کیا ستم ہے کہ گلاب بنانے والے مجھ پر اس قدر ظلم ڈھاتے ہیں اور آگ پر رکھ کر میرا عرق کشید کرتے ہیں۔ ایک طبل نے اس کی یہ ترکیب سن لی اور اس سے کہا اے نادان اس دنیا میں کوئی بھی ایسا ہے جیسے ایک دن کو بھی ہنسنا نہ ہو اور اس کی بادشاہ میں سال بھر تک رونانا پڑا ہو تیرا ہنسنا یا رونا اتنا آسان ہے جیسے تیرا تھکا ہونا۔

در جلو مسجد و در مسجد و در و کشت
ترشده دوزخ اندوچیا کے بہشت
آن کس کہ زاسرار خدا باخبر است
زین تخم در اندرون دل بیخ نہ کشت

(۲۱۸)

خیام کہتا ہے کہ عموماً ہوا یا دوسرا اور دیر ہوا کشت ان مقامات پر خدا کی تلاش میں جانا لا حاصل ہے۔ ان مقامات پر تو سب کے سب وہ لوگ پہنچے ہیں کہ جن کے دلوں پر یا تو دوزخ کا ڈر غالب ہے اور وہ ڈر انہیں عبادت کرنے پر مجبور کرتا ہے یا پھر وہ لوگ ہیں کہ جن کے دل میں بہشت اور حور کی ہوس بیدار ہوئی ہے اور اس لالچ میں انہیں جہنم گناہ کرتے ہیں۔ خدا کے پیغمبروں کی معرفت سے حاصل ہو کسی اس کا ان عبادت خانوں میں کیا کام پڑے تو خوف اور طمع دونوں ہی چیزیں اس کو دل سے نکال کر مینکدیتا ہے اور اس سے اسے کو اپنے دل کی کہانی میں کہی جوتا ہی نہیں۔

بامطربا دے حور سرشتے کر بہشت
یا آب رواں لب کشتے کر بہشت

(۲۱۹)

بزرگ مطلب و دوزخ فرسودہ کتاب حقا کہ خزاں نیست بہشتی گر بہشت

عیش موجودہ کی پوری پوری قدر کرنا خیاام کا بہشت ہی پسندیدہ سلک ہے وہ کہتا ہے کہ اگر شراب کی بوتل اور مطرب خوش گلو کے ساتھ ساتھ ہمیں کسی جوہر کے جہول کی خوشہ چینی اور اس کی ہم نشینی بھی میسر ہے یا ہرے بھرے کیتوں کے پاس ریاست کے کنارے صحبت یار کا طشت اٹھانے کا موقع مل رہا ہے تو پھر اب تمہیں اور کیا چاہئے اس سے زیادہ اور کچھ بہشت مانگو اور دوزخ کی آگ بہشت بھڑکاؤ میں تم سے قسم کہ اگر کہتا ہوں کہ اگر بہشت کا کوئی وجود ہے اور اگر بہشت کہیں موجود ہے تو وہ یہی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خیاام ہمیں شراب خواری اور عیش پسندی کی تعلیم دینا چاہتا ہے بلکہ اس خود بصورت طریقہ پر وہ ہم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہے کہ دنیا کا عیش اور دنیا کا مال و ذرائع چیزیں نہیں ہیں کہ انسان ہر وقت ان ہی کی تلاش میں مصروف رہے۔ اگر معمولی خوش حالی اور فارغ البالی میسر ہے تو بس وہ کافی ہے اس سے زائد کی ہوس میں اپنا وقت عزیز گزارنا عقل کے خلاف ہے۔

دنیا کی بے ثباتی اور کائنات کی بے بنیاد ہی اور بے حتمی کا خیاام کے دل پر بڑا گہرا اثر تھا لیکن یہ اثر اس قسم کے اثر سے بالکل مختلف تھا جیسا تاریک ہیں اور بہشت بہشت اصحاب پر ہوا کرتا ہے جو دنیا اور کاروبار دنیا کو بیچ اور تپا پیدا رہنمائی کر کے اپنے اوپر عیش و راحت حرام کر لیتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو دریافت کرتے ہیں کہ دنیا کی تمام لذتیں بالکل تپا پیدا ہوا اور عارضی ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ایسی فنا ہو جانے والی چیزوں سے دل نہ لگانا چاہئے اور ان کا رنج و غم کرنے کی بجائے وقت موجودہ میں ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھالینا چاہئے۔ کہتا ہے۔

ہیہات کہ این جسم محکم بہ سج است
وہیں دائرہ و مطلع منجم بہ سج است
دریاب کہ در کشائش موت جہات
والمبتہ بکسہ وسم و آرمہ بہ سج است

(۲۲)

یعنی افسوس کہ یہ اشکال، خوبی و برائی، ہم نظر آ رہی ہیں سب بے بود اور بیک
ہیں اور یہ زمین کہ جس رخیہ تنہا ہوا ہے بے بنیاد محض ہے وہ لوگوں کو یہ نکتہ پہنانا ہے کہ

موت اور زندگی کی کشاکش میں ہم صرف ایک سانس سے وابستہ ہیں اور اس سانس کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے وہ بھی بے حقیقت اور ناقابل اعتبار ہے۔

پا ہر بد و نیک راز تو انم گفت
دام سخن دراز تو انم گفت (۲۲۱)

جانے دارم کہ شرح تمناں و اداں
راز سے دارم کہ باز تو انم گفت

کتنا ہے کہ ہر کس و ناکس اور ہر نیک و بد سے ہیں راز کی بات نہیں کہہ سکتا اور یہی جوڑی باتیں ہمیشہ نہیں بنائی جاسکتیں۔ میں جس حال میں ہوں وہ ایسا نہیں ہے کہ میں اس کی شرح کر سکوں اور جو راز معرفت کہ میرے سینے کے اندر پناہ ہے اسے میں بلی ادا کر نہیں کہہ سکتا۔

در خواب بدم مرا خرومندے گفت
کز خواب کے را گل شاوی نشکنت
کار سے چه کنی کہ با اجل باشد حقیقت
بر خیز کہ زیر خاک سے با پخت (۲۲۲)

شعرا کا بالخصوص ہندوستان کے شعرا کا طبقہ اپنی آسان پسندی و سستی کے لئے مشہور ہے۔ دلچسپ اور دلنریب دنیا کے خیال کے سرسبز و شاداب لالہ زاروں کو چھوڑ کر دنیا کے ہل کے خشک اور نوک دار خاروں میں ابھنا شعرا کے لئے ہمیشہ ایک بہت ہی ناخوشگوار کام رہا ہے۔ لیکن خجام اس حقیقت سے واقف ہے کہ زندگی نام ہے حرکت و عمل کا دس کون دیمو، در حقیقت موت کے دوسرے وہ نام ہیں۔ اسے شعرا و شاعروں کو موت کا بھی صحیح اندازہ ہے اور یہ جانتا ہے کہ قوموں کے اخلاقیات اور ان کی تہذیب بتاتی ہے اور پھر رشتے پر قوم کے شہ کو سب سے بڑا دخل ہے اس لئے وہ نہیں چاہتا کہ اپنی قوم کے نامہ آراء کو آرام طلبی کا مسودہ دیکر کہہ کرے اس لئے کہتا ہے کہ میں سو رہا تھا اور خوب میں مجھ سے ایک عقل مند شخص نے یہ کہا کہ سونے اور بٹ بٹا کر رہنے سے تو کبھی کسی کی قسمت کبھی بدلتی ہے اور کسی کو خوش و خوش مالی میسر نہیں آتی ہے۔ بھلا یہ تو کیا کر رہا ہے جی ہاں ہم سب جیسے موت سے نالہ و پی جا رہے ہیں اور دنیا میں کوئی کام کر رہے ہیں۔

سوئے کی جگہ تو قبر ہے۔ وہاں زمین کے نیچے ابھی طرح آرام کر لیتا۔

چوں چرخ بیکام یک خردمند نہ آشت

خواہی تو فلک ہفت شمر خواہی

(۲۲۳)

چوں باید خرد آرزو با ہمت ہست

چہ مور خور و بگور و چہ گرگ ہست

پیام کہتا ہے کہ جب کسی ایک حکیم اور کسی ایک فلسفی کے سادہ بھی آسان نے اتنی رہتا

نہ کی کہ اس کی مراد اور اس کی خواہش کے مطابق چکر لگاتا تو پھر اس سے حاصل کیا ہے کوئی

اپنا تمام وقت اس فصول فکر میں ضائع کرے کہ آسان سات ہیں با آئندہ کیونکر جب وہ کسی

کے کام ہی نہیں آتے تو سات ہر دے تب کیا اور آئندہ ہوتے تب کیا۔ اسی طرح ہمارے دل

میں یہ آرزوئیں بھری رہتی ہیں کہ اس طرح مرے اور اس طرح مرے لیکن جب مرنا ہی ہے

تو پھر اس میں کیا فرق ہے کہ ہمارے جسم کو ابھی طرب گو رہا ہے اور اسے چوٹیوں

نے کھایا یا کسی میں جسے کسی کی حالت میں مرے پر وہ بدن بھیڑیے کے مٹ میں لیا۔

شادی مطلب کہ حاصل عمر غم ہے

ہر ذرہ ز خاک کعبادے کے و جسے

(۲۲۴)

احوال جہاں و اصل این عمر کہ ہست

خواہے و خیالے و فریبے و دہشت

پیام کہتا ہے کہ زمانہ سے اس بات کی امید نہ رکھ کہ وہ تجھے خوشی اور شادمانی دے گا

کیونکہ زندگی کافی حاصل تو موت اور غم ہے۔ دنیا نے اتنے کعبادے رحمتہ مارے ہیں کہ اب

خاک کا ایک ایک ذرہ ہر تو دیکھتا ہے کہ دنیا کی دنیا یا حتمہ ہی کی خاک کا ذرہ ہے۔ اس

دنیا کا حال اور اس زندگی کی اصلیت خواب و خیال و دہشت کے اور فریب سے زیادہ نہیں ہے

این کہند رہا ز را کہ عالم نام ہست

آرام کہ باقی صبح و شام است

(۲۲۵)

بڑے است کہ در ماندہ صبح و شام

فقر است کہ تکیہ گاہ و در ہر نام است

دنیا کی حقیقت خیام کی نگاہوں میں یہ ہے کہ یہ پُرانا نام جس کا نام دنیا رکھتا ہے

وہ اس اہل حق گھوڑے کا اسیل ہے جسے شام کہتے ہیں وہ ایک ایسی عقل ہے جسے سیکڑوں
 جنسوں نے آباد کیا اور پھر پتھر کر چلے گئے اور وہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس میں خدا کا
 بہرام آرام کر چکے ہیں۔

یارب تو کر بھی و کر بھی کرم است
 عاصی ز چہ رو بروں زباغ ارم است
 باطا عظم ار بہ بخشی آں نیست کرم
 با معصیتیم اگر بہ بخشی کرم است

(۲۲۶)

خیام درگاہ باری تعالیٰ میں بہت گستاخ ہے اور کبھی کبھی ایسے الفاظ بھی زبان
 سے ادا کر دیتا ہے جو کسی دوسرے کی زبان سے مشکل ہی سے نکل سکتے ہیں۔ اسے خدا نے
 پاک و کامل بھروسہ ہے کہ وہ اپنے بندوں پر کبھی سختی نہ کرے گا۔ وہ کہتا ہے کہ یا اللہ تیرا
 نام تو کریم ہے۔ اور کرتی کہتے ہیں بخشش کرنے کو بھروسہ کے کیا بنے کہ گنہگاروں کو جنت
 کے باغ میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔ میں رات دن بھری بندگی اور اطاعت کروں
 اور پھر تو مجھے بخشے تو یہ بخشش اور کرم نہیں ہے البتہ اگر میری گناہکاری کے باوجود مجھے
 بخش دے تو وہ تیرا کرم ہو گا۔

پیش از تو ایسے مرد و لیسے زن بود است
 کا فانی ز جلالہ شان فرین بود است
 زود آ کہ تن تو خاک گرد و زیرا
 خاک تو و گر ہزارہ تن بود است

(۲۲۷)

کتاب ہے کہ تم سے پہلے بھی یہ دنیا اسی طرح آباد تھی اور لا تعداد مرد و عورتیں
 اس میں اپنی زندگی کے دن پورے کر چکے ہیں اور ہر زمانے میں یہ دنیا ان کی موجودگی کی
 وجہ سے بارونق اور آسٹہ و پیر آسٹہ رہ چکی ہے۔ جدیدی کر دے کہ ہمارا جسم بھی خاک میں مل کر
 خاک ہو جائے گا کیونکہ ہمیں خاک کے ذروں سے ہمارا بدن بنا ہے وہ اس سے پہلے ہی ہزاروں
 جسموں کی خاک بن چکی ہے۔ اس کے علاوہ اس دنیا میں اس قدر انسان آئے اور گئے
 ہیں اور آتے ہیں کہ جو کہ خاک میں ملے ہیں۔ اب کی تیرے کی خاک کے ذروں سے کئی کئی
 کائناتیں بنے لڑی ہو وہ خاک اس سے پہلے ہی وہ چاروں میں نہیں بلکہ ہزاروں اور

لاکھوں سمیوں کے بنانے میں کام آچکی ہوگی۔

از باد صبا دلم جو بوسے تو گرفت
مارا لکڑا شست چوئے تو گرفت
اکنوں ز منقش پنج نہ می آید باد
بوسے تو گرفتہ بود خوشے تو گرفت

(۷۲۸)

عشق کا مشقون کے رنگ میں رنگ جانا کوئی نیا مسند یا ہی بات نہیں ہے اور
سیکڑوں شاعروں نے اس مشقون کو مختلف طریقوں سے لکھا ہے لیکن خیام کا اسلوب بیان
بہت ہی سادہ و سبب ہے موثر ہے کہتا ہے کہ باد صبا پتھری خوشبو سے کرا آئی اور سے
میرے دل نے سوگھا اسی دن سے اس کی یہ حالت ہو گئی کہ تجھے تو جھوڑ دیا اور رات دن
پتھری تلاش اور جستجو میں رہنے لگا۔ اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اسے بہا خیاں تک
نہیں آتا۔ یہ نئی عادت یعنی مجھے سہول جانا اس نے مجھ سے سکھی ہے۔ تو کبھی مجھے یاد نہیں
کرتا تھا۔ اور اب میرے دل کی جی وہی عادت ہو گئی گویا پتھری بو سو گئے کر یہ تجربہ پر آجایا
کہ بالکل تیرے ہی رنگ میں رنگا کیا۔

آں قصہ کہ بہرام در و جام گرفت
رو بہ بچہ کرد و شیر آراہم گرفت
بہرام کہ گورے گرفتے و انہم
امر و زنگر کہ گور بہرام گرفت

(۷۲۹)

دنیا کی بے ثباتی اور پیش دنیا کی بے حقیقی، ورنہ یہ ساری باتیں ذکر خیام کے مقام میں
اس قدر بھرا پڑا ہے کہ اکثر سلی بخا ہیں اس کے متعلق یہ خیال کرنے ملتے ہیں کہ وہ خود بھی باریک
بین اور روشنی صورت تھا اور یہی اس کی تعلیم کا حاصل ہے لیکن نئے محکمیت، یہاں نہیں ہے
اس کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ چہ نکہ یہ دنیا اور اس کے تمام عیش و آرام، ایسا نگار میں، اس نے نشان
کو چاہئے کہ ہر وقت ہاتھ پر ماتہ رکھنے بیٹھا رہے یا اپنی ساری عمر رستے اور مارے و آہ کرنے
میں گزرائے وہ تو یہ کہتا ہے کہ یہ دنیا اور اس کے عین جن پر ہم فریفتہ ہو اور جن کی نظر فریبوں
نے ہمیں حقیقت کی تلاش سے بے پرواہ بنا دیا ہے درحقیقت ایک سراب میں تم ان کے دھوکے
میں نہ آنا اور جب تک دنیا میں، جو دنیا کی کے نسب العین سے ایک لمحہ کے لئے



نفل نہ ہو کہو نہ یہ بنا اور اس کے تمام حقیقت جنہیں حقیقت سمجھ کر تم ان کے دیوانے ہو گئے ہو
یہ تمام تر ناپا بار اور بے بنیاد ہیں اور حقیقت ان سے ایک بالکل جدا گانہ چیز ہے جس کی تلاش
میں نہیں ہر دقت اور محنت صرف رہنا پڑتی ہے وہ کتاب ہے کہ وہ محل کہ جس میں ہر ام بیوہ کر
دادش دینا تھا اور شہاب پیا کرتا تھا آج اس کی یہ حالت ہے کہ اس میں سوڑیوں نے بے
وسے رکھے ہیں اور خیروں نے اپنے بھٹ بنائے ہیں۔ اور وہی ہر ام کہ جو گورنر شکار کرتے تھے
نے آج ایک شہاب سے اس کی بے کسی اور بے بسی کا یہ عالم ہے کہ گورنر کا شکار کرنا تو کجا خود گورنری
افسر اس کو شکار کر لیا اور وہ ہزاروں من مٹی کے نیچے دبا پڑا ہے۔

من بندہ عاتقہم رخصتے تو کجاست
تاریک طم نور رخصتے تو کجاست
مارا تو ہشت اگر بہ طاقت بخشی
ایں فرد بود لطف و عطائے تو کجاست

(۲۳۰)

خدا سے پاک کے ساتھ ساتھ ظاہر و خطاب میں خیاں ابنا جواب نہیں رکھتا لیکن اس کی
یہ سنا خیاں کہی باغیانہ سرکش کی حد تو نہیں پہنچیں بلکہ فی الحقیقت دلیرانہ صفات کوئی کا
درجہ رکھتی ہیں۔ اور میں کی وجہ یہ ہے کہ اسے باری تعالیٰ کے رحم اور انصاف پر کامل بھروسہ
ہے۔ وہ دوسروں کی طرح خدا کو ایک معمولی بادشاہ نہیں سمجھتا کہ جو کچھ بے سلامی پر بخند
وٹا ہے ہر دشمن کے خلعت و منہ کے منہ اتق ہوتے ہیں۔ وہ من کے درباروں میں خواہ
کوئی بھی آجائے لیکن انصاف کی وہاں نہیں پاتا ہے اسے اپنے پیدا کرنے والے سے بھی
محبت ہے۔ اور اسے کامل یقین ہے کہ خدا کی محبت اور خدا کا انصاف ہی اس کو گوارا نہ
کرے گا کہ اسے ایک تکریم بندہ کو جو استغناء بھی نہ ہے وہ جب و جب سبب نہ ملے تو ٹھیک ہی سہی
صفات کوئی کی بنا پر نہ اویسے۔ وہ کہتا ہے اور بانہ دل کہتا ہے کہ میں ایک لڑائی
و خطا کار بندہ ہوں لیکن مجھے تیری رہنمائی کی اور تیری دوستی کی تلاش سے وہ لڑائی
سب سے زیادہ میرے دل کے تجربہ میں اندھیرا پڑے اس پر اندھیرا ہمارا ہے جو اس تجربے کی بنا
پر کام ہے۔ اس کے بعد وہ کہتا ہے کہ بارگاہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میری زندگی نہ ہو تو
کہ نام نہ ہو تو مجھے اس کے بدلے میں کیا ملے گا۔ کیا خداوندی رحمت ہے کہ
چھٹی تھی ہر شے اور وہاں رہنے کی ضرورت تھی تو نہ تھا یہ وہی

تیری بخشش اور وہ تیرا لطف و کرم کہاں سے جس کا اس قدر شہرہ ہے؟ ہفت و کرم کے تو
یعنی تھے کہ تو مجھے مجھ سے کام لے بغیر کچھ دینا۔

تاکے زچراغ مسجد و دودکش

تاکے زریاں و وزخ و سو و ہشت

(۲۳۱)

اور بر سر لوح ہیں کہ استا و قننا

اندر ازل ایک بودیے بود ہشت

زہد و دماغ کو فحاشی طلب کر کے خیام کہتا ہے کہ خدا کے بندو، آخر یہ تم اپنی تمام عمر دوزخ
کے ذابوں اور بہشت کی نعمتوں کے ذکر میں کیوں برباد کیا کرتے ہو۔ اس سے حاصل کیا ہوا
مان یا کہ دوزخ بھی ہے اور بہشت بھی ہے اور ان میں عذاب اور نعمتیں بھی ہیں۔ لیکن رات
دن اسی بات تذکرہ کو دہرانے سے حاصل کیا جو عبادت کہ جو یہ تصور اور شراب و دوزخ کے
پرخ سے کھجائے اس کی وقعت ہی کیا اور جو نیکیاں کہ دوزخ کی آگ کے خوراک سے عمل
ہیں آئیں انہیں کس حد تک نیکی کہا جاسکتا ہے دوزخ اور بہشت سب کا خیال تو بڑا کر رہا ہے
نہیں ہے کہ ہم خدا کی تلاش اور خدا کی عبادت میں صرف اس لئے منہمک ہو جائیں کہ وہ خدا ہے
کیونکہ بہشت و دوزخ تو ہمارے اختیار کی پیروی میں ہیں تو خود جا کر دیکھ لے کہ قضا اور
قدر کے ماتحت نازل ہی کے دن جبکہ چہ بھی نہ ہوا تھا سب کچھ لوح محفوظ پر لکھ دیا ہے اور
اس کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔

در مجلس و ہر ساز مستی لست است

نہ چنگ نہ ناسے و نہ دلم در دست است

(۲۳۲)

دندان ہمہ ترک سے پرستی کرد

جز محتسب شہر کہ دائم مست است

اہل حال اور اہل خال کی حالتوں کے انقلاب کا ذکر خیام اس طرح کرتا ہے کہ اب
کچھ عجب زمانہ آگیا ہے کہ اس زمانہ میں رندی و بستی کے سازوں کی آواز سنا دیتا اور
ہم بچہ بچہ گئی ہے اور آج میرے ہاتھ میں نہ تو سہرا دل ہے اور نہ چنگ و رہاب۔ مختصراً یہاں
کہا گیا ہے کہ اب جو چکا ہے کہ رندی کے شراب یعنی بڑی دلی گو یا صوفی کی مجلسوں میں باوجود
معرفت کا دور اب نہیں ہوتا۔ اہل حال وہ تائب کہ جو اب تک رندیوں کو پیرا رہا اور خدا

دنیا بچہ تاکھا وہ اب ضرور ہر وقت مست ہزار ہوتا ہے۔

پرتھو لہ زرقاقت جگرے غیت کہ غیت
شیدا کے تو صاحب نذر کے غیت کہ غیت
یا آں کہ نذر ہی سر سودا کے کسے
سودا کے تو درپچ سر کے غیت کہ غیت

(۲۳۳)

کتناسے کہ تیرے خزان کا زخی دنیا میں ایسا کونسا پیو ہے جو نہیں ہے اور وہ کونسا
صاحب نذر ہے کہ جو تیرے جمال کا شیدا اور وارفتہ نہیں ہے۔ یہ دنیا تمام کی تمام تیرے
بی طلبکاروں اور عاشقوں سے بھری پڑی ہے جسے دیکھو تیرا شیدا ئی اور جس سے ملو تیرا
سودا ئی باوجود اس کے کہ تجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے اور تو اپنے ہزار در ہزار عشاق
میں سے کسی ایک کے لئے بھی غمخوار نہیں خلقت کا یہ عالم ہے کہ ہر سر میں نہن
تیرا ہی سودا بھرا ہوا ہے۔

بیگانہ اگر وفا کند خویش من است
ور خویش جفا کند بداندیش من است
گر نہ ہر موافقت کشد تریاق است
ور نوش مخالفت کشد خیش من است

(۲۳۴)

اپنے اور بیگانے یا است و نہ است مان چنان کہ دنیا میں اگر کوئی ذرا ہے تو وہ
نہ غدار ہی ہے نہ سحر می صاحب نے کہا۔ بلکہ دوست آپ دائم کہ تیرا دوست دوست ہو
اور پریشان حالی دور ماندگی۔ خیاں دہشت سے کہ اگر کوئی غمیں ہا کھن غیر ہوا در وہ وقت
پر میرے کام آئے نہ اسے میں اپنا خیال کرتا ہوں اور کر کوئی اپنا میرا پراپا سے با وقت
رونا دے گا ہے تو وہ میرا دوست نہیں بلکہ دشمن سے سہا گیا اور کھلے کر ہوا غم جو
اور اس سے رشت دور ہونہ ظاہر ہے کہ نہ ہی میرے لئے اکبر و تر بان ہے بلکہ کر
نا جس شہد ہوا اور وہ میرے مزاج کے موافق نہ ہرے اور صفت کو استغمان پیونچا ہے تو وہی
میرے لئے بھیر اور بھڑکے ڈنک نہ نہ۔ جو ہے گا۔

ز آوریان مست بنو و گردوں را سو
ز بردان من جان و جلالش نہ ز خود

(۲۳۵)

ذریع کے نیرود و نو شہر کاوردن و بردن من از بہر حیرتو

ایشیا کا یہ پایہ ناز فلا سفر حب اپنی ہستی کے راز پر غور کرتا ہے تو اس کی سمجھ میں
کچھ نہیں آتا کہ یہ موت و زلیلت اور یہ مرگ و حیات کیا چیزیں ہیں ہم کیوں اس دنیا میں پیدا
ہوتے ہیں اور پھر کیوں بادل نا خواستہ یہاں سے رخصت ہوجاتے ہیں، خدا نے پیدا ہونے پر ہمیں
اختیار ہے اور نہ اپنی موت پر اپنی غور، ہمیں اور اپنی مرنے کے بغیر ہم یہاں رہتے ہیں اور پھر
بالکل اپنی رضا و رغبت کے تحت وہاں سے ہمارے پر مجبور کر دیے جاتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے
اور جب مجبور ہو کر اس کی عقل جواب دہی میں ہے تو وہ بے اختیار کہہ لیتا ہے کہ میرے لیے
کرنے میں یہ سب کچھ کوئی خاص فائدہ نہ تھا۔ اور پھر مجھے یہاں سے لیجانے کے بھی اس کے
مرتبہ اور جلال میں کوئی خاص زیادتی نہیں ہو سکتی اور اس کے باوجود یہ عجیب نشانہ ہے
کہ دنیا میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا جو مجھے یہ بتائے کہ مجھے یہاں لائے اور پھر وہیں لیجانے
کا مقصد کیا تھا۔

بوسے خوش گل بہ زخم خار کے ارزد
گر بادہ خوری ہم بہ خمار کے ارزد
یار کے کہ از و شرار جاں تارہ شود
انصافت بدہ کہ انتظار کے ارزد

(۲۳۶)

انتظار یار کی گھڑیوں کو پر لٹاؤ اور ہجر کی تکلیفوں کو راحت و مسرت بنانا کہ ہے
جہاں کتاب ہے کہ حصول میں ایک ذرا سی خوشی ہو جاتی ہے اور اس کی اپنی سی بات و اس فانی
جہاں کو لایا جاتا ہے کہ ہاں اسے توڑنے میں کچھ ٹوٹا ہوا ہے ہاں ہوا ہوا ہے کہ یہاں شرب چہنہ میں
ایک خمیہ سامہور ہوتا ہے اور اس کے لئے بھی لوگ شمار کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور اسے
اس لائق سمجھتے ہیں کہ اس کے لئے تکلیف ٹھکانی جائے تو پھر معشوق کہ جس کے ایک ہلکا سا
ہزار جانی ناز ہو جاتی ہیں اور جس کے دہار کی بدولت عشاق کی زندگی ہو جاتی ہے
انصاف سے کہہ کر کہا وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کے لئے انتہائی تکلیفیں اٹھائی جائیں

در ملکوت تو از ملاحت زینت رخ فرود
در معشیت کہ است نقصانے بود

(۲۳۷)

بگذار و گیر زانکہ معلوم شد
گیرند و پری دگذارند و رود

مالم صورتیں اپنے خدا کو مخاطب کر کے ختم کنا سے کہ بارالہا! کیا میرے عبادت کرنے سے تیرے ملک یا سعادت میں کچھ اضافہ ہو گیا، اور میں نے جو گناہ کئے ہیں ان سے کچھ بچنے یا تیرے عبادت کو کچھ نقصان پہنچا۔ اگر اس کا جواب نہیں ہے تو پھر مجھے جھوڑے اور مجھ سے مواخذہ مت کر کیونکہ مجھے تیری شانِ شہی کا علم ہو چکا ہے تو دیر میں پاڑ ہے اور جلد ہی چھوڑ دیا کرتا ہے۔

پول رزق تو آنچه عدل قسمت فرمود
یک ذره نہ کم شد و نخواهد افزود
آسودہ زہر چہ ہست می باید شد
آزودہ زہر چہ ہست می باید بود

(۲۳۸)

خیام دنیا کے رنج و غم اور آسے و اسے کے متعلق فکر اسے تو صرف یہ بات پسند ہے کہ انسان جس حال میں بھی پڑے ہوئے ہے اور بیکار کر رہا ہو کر رہی جان نہ دے۔ وہ کہتا ہے کہ جب تمہارا وہ رزق جو از دست انسان ہوتا ہے تمہاری قسمت میں لکھا گیا تھا نہ تو ذرہ بھر بھی کم ہوا اور نہ کبھی اس میں ایک ذرہ کے اضافہ کی توقع تو پھر جو کچھ میرے اس سے اپنا آپ کو زیادہ سے زیادہ مسرور رہو اور دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس سب کی فکر سے بالکل آزاد اور بے تعلق رہو۔

چاخم بغدادے آں کہ او اہل بود
سہ در نمازش اگر شہم سہل بود
خواتمی کہ بیانی بیجا و دست خست
دورخ بہ جہاں صحبت نال بود

(۲۳۹)

خیم بغداد کے گھر میں خان میں غصے پر زبان ہے۔ اہل اور قافل ہو اور ایسے انسان کے قدموں پر گر میں اپنا رہیں۔ کہہ دیا کہ نہیں سے ترکہ رقیب کہ ساتھ یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ دورخ کیا یہ نہ ہو کہ میں میں بتا دوں کہ دنیا میں دورخ کی بات نہ کرنا لی بہت فائدہ ہے۔

چوں کار نہ بردار و ناخواہ پود
 اندیشہ و جہد نا کجا وار و سود
 پیوستہ تشویش ایم و رجسٹا آنکہ
 دیر آمدہ ایم رفتہ سے پاید زود

(۲۴۰)

کتاب ہے کہ حسب یہ یقینی ہے کہ اس دنیا میں جو کچھ کہی جاتا ہے وہ ہماری مرضی اور
 مراد کے مطابق نہیں ہوتا تو ہر ہمارا رات دن فکروں میں گھٹن اور کوشش کرتے کرتے
 مرنا بالکل بے کار ہے۔ ہم فکر اور کوشش کریں تب اور نہ کریں تب بہر حال ہونا وہی ہے
 کہ جو کچھ ہونا ہے تو پھر خواہ مٹاوا اپنی جان کو دکہ دینے سے کیا حاصل۔ ہم تو ہر وقت اسی
 حیرت میں مستغرق رہتے ہیں کہ اس دنیا میں ہم بہت دیر سے آئے ہیں اس لئے وقت پر
 وقت پر والیں پوچھنے کے لئے ضروری ہے کہ جلدی سے یہاں سے روانہ ہو جائیں۔

ایں بحر خجنا پیشہ دغاے غیا و
 ہرگز گر بستم کس را نہ کشا و
 بر جا کہ یکے وید کہ داغے دار و
 داغے و گرش بر سر آں داغ نہاد

(۲۴۱)

آسمان کی شکایت کرنا شعرائے مشرق کا ہمیشہ شعار رہا ہے خیمہ نبی شی کے
 ساتھ ہم آہنگ ہو کر کتاب ہے کہ یہ ظالم اور مکار آسمان کہی کسی کے دل کی گرہ نہیں کھدوتا
 اور اس کے ہاتھوں کہی کسی کی مراد پوری نہیں ہوا کرتی اس کی تو یہ مروت ہے کہ وہ اس
 اس نے یہ دیکھا کہ کسی شخص کے دل پر ایک داغ ہے تو ایک داغ اس کے دل پر دیریتا ہے اور نصیبت
 کے کسی کو نجات دینے کی بجائے ہمیشہ اس کو تازہ مصیبتوں میں گرفتار کرتا رہتا ہے۔

آں مرد نیم کز عدلم ہم ہم آید
 آں نیم مرا جو شتر ازیں نیم آید
 چاہیست مرا بہ عاریت واوہ خدا
 تسلیم کنم جو وقت تسلیم آید

(۲۴۲)

اپنی رفتار طبیعت کے متعلق پیام کتاب ہے کہ میں اس قسم کا نشان نہیں ہوں جو
 موت سے ڈرتا ہو۔ اگر ہماری زندگی دوحصوں میں منقسم ہے کہ ایک اس دنیا کے اندر ہے

دہر دکتے ہیں اور دوسری اس ابدی دنیا کے اندر کہ جسے عدم کہا جاتا ہے تو مجھے وہ دوسرا
نصف حصہ اس نصف سے زیادہ پسند ہے۔ یہ زندگی مجھے خدا کی طرف سے قرض ملی ہے میری
اپنی کوئی چیز نہیں ہے اس لئے جب اسے پھر خدا کے سپرد کر دینے کا وقت آئے گا تو میں
بخوشی سپرد کر دوں گا۔

کلم کن طمع از جہاں کہ میری خورسند
وز شک و بد زمانہ بکسل پیو نہ
خوش باش و مے کہ این دور فلک
ہم بکسلد و نماید این روزے چند

(۲۴۱۳)

دنیا سے دل ٹکانا اور مایہا سے تعلقات بڑبانا خیام کو کسی حالت میں بھی پسند
نہیں ہے۔ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ انسان اس عالم میں آکر اس درجہ بے تعلقی کی زندگی بسر
کر سکے کہ کبھی کسی خوشی اور شیش کا لہجہ اس کے دل میں نہ آئے اور کبھی کسی تکلیف اور مصیبت
سے اس کے دل کو نہ بچ نہ پونے۔ خوش حالی اور فراغ بانی میسر ہو تو اس پر مغرور نہ ہو اور
غمر و فاقہ کی ذہبت ہو تو اس سے دل گرفتہ اور پریشان نہ ہو جائے وہ کہتا ہے کہ اگر تم یہ
چاہتے ہو کہ مرتے وقت تم خوش و خرم ہو اور تمہارے دل پر کوئی بوج نہ ہو تو اس دنیا
کا لہجہ کلم کرو جس قدر دل لے کم ہو گا، اسی قدر تمہاری طبیعت مرتے وقت ہلکی ہو گی اور
دنیا کی اپھانی اور بُرائی سے تعلق قطع کرو۔ جو تھوڑا سا وقت حاصل ہے اسے نعمت سمجھ کر
خوش ہو کہو نہ کہ یہ آسمان کا پیکر جس کی تم شکایت کیا کرتے ہو یہ بھی ایک مار غشی پخیر ہے
اور یہ بھی دو چار روز بعد نہ رہے گا۔

در عالم جہاں بہ ہوش می باید بود
در کار جہاں خموش می باید بود
تا چشم و زبان و گوش بر جا بانگر
چشم و زبان و گوش می باید بود

خیام کا خیال یہ ہے کہ اس دنیا میں ہر انسان کو اپنی دل کی تسکین کے لیے
کتنی چیزیں دی گئی ہیں۔ علم و فن کو کوئی بہت قابل وقت چیز نہیں خیال کرتا اور یہ
چاہتا ہے کہ انسان اپنی ملکہ حاصل کرے اسی لئے کہتا ہے کہ وہی کو زبان یعنی روح

کی دنیا میں عقل اور ہوش کے ساتھ رہنا چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ دل کی آنکھوں سے ہر چیز کی اصلیت اور حقیقت پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ کتنا ہے کہ جب تک ہمارے آنکھیں اور زبان اور کان یعنی حواسِ خمسہ درست اور صحیح رہیں تو یا کہ جب تک ہم زندہ رہیں اس وقت تک ہمیں اس طرح رہنا پڑے کہ جیسے ہماری آنکھ اور زبان اور کان ہیں ہی نہیں۔

آہنا کہ محیط فضل و آداب شہدند
در کشف علوم شمع اصحاب شہدند
روزیں شب تار یک نہ بردند
گفتند فسانہ و در خواہ شہدند

(۲۴۵)

کہتا ہے کہ جن لوگوں نے اپنی ساری عمر علم و فضل کے حاصل کرنے میں بسر کر دی اور علم و ادب کے سمندر بن گئے ہیں انہیں بلکہ جن کا علم و وسوسوں کے لئے شمع ہے بیت کا کام دیتا ان سب کی بھی یہی حالت ہے کہ اس تاریکی اور جہالت سے باہر نکلنے کے لئے سستہ نہیں بھی نہ ملا اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ بس اتنا ہی کر سکے کہ ایک افسانہ لوگوں کو بنا کر سونے کو یا ٹکسوں اور فلسفیوں کی قیاس آرائیاں بہت سے بہت جو درجہ حاصل کر سکی ہیں وہ ایک افسانہ ہے انہیں حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

تا بود و علم ز عشق محروم نہ شد
کم بود ز اسرار کہ مفہوم نہ شد
اکہول کہ بھی بنگرم از دسے خرد
معاومم شد کہ یچ معلوم نہ شد

(۲۴۶)

کتنا ہے کہ جب تک میرے ہلوں میں نہ رہے جیسا کہ میں زندہ رہا کبھی عشق اور محراب سے محروم اور بے بہرہ نہ رہا اور علوم و نظریات میری آنکھوں میں نہ آئے یہی کہ بہت ہی کم تھے جو مجھے معلوم نہ ہوں، لیکن اب جو اپنی عقل کی مدد سے میں غور کر کے دیکھتا ہوں تو حقیقت ہوتا ہے کہ مجھے تو فی الحقیقت کچھ بھی معلوم نہیں ہے اور حقیقتوں کے علم سے میں اسی قدر دور ہوں کہ جس قدر کہ باطل ہوتا ہے۔

تا چندا پیرنگ و بوخواہی شد
پند از پے ہر شت و نگار خواہی شد

(۲۴۷)

گر تپتہ زہریلا و اگر آپ حیات

آخر بدل خاک فرو خواہی شد

کتاب ہے کہ آخر تو کب تک اس رنات و بوکی دنیا کے حلسم میں پھنسا رہے گا اور کب تک اس کی نالائقی اور فضاہری دل فریبیاں سرے دل کو الجھائے رکھیں گی۔ اور کب تک تو کسی چیز کو اچھا اور کسی چیز کو برا سمجھ کر ان کے پیچھے پڑا رہے گا۔ تو یہ سمجھ کہ تو خواہ زہر کا پتھہ بن جائے یعنی کوئی ایسی ہستی بن جائے کہ جس سے سب ڈریں یا آب حیات بن جائے کہ جس کی سب بر طلب اور آرزو ہو بہ حال و بہر صورت انجام ہی ہوتا ہے کہ خاک ہو کر خاک میں مل جائے گا۔

در دہر ہر آنکہ نیم ناسنے دارد

وز بہر شست آستانے دارد

(۲۴۸)

نئے خادم کس بود نہ مخدوم کے

گوشا و بڑی کہ خوش جہانے دارد

کتاب ہے کہ اس دنیا میں جس شخص کے پاس پیٹ میں ڈالت کو آدھی روٹی موجود ہو اور سر پہ پاسنے کے لئے کوئی ٹوٹا بھوٹا تہو پترا بھی اسے میسر ہو نہ وہ ٹو و کسی کا غلام ہو اور نہ کوئی اور اس کی غلامی کرتا ہو اس سے کہہ دو کہ اس دنیا میں عیش و کامرانی کے ساتھ زندہ رہ کیونکہ زندگی کا عیش اور حقیقی مسرت تجھے حاصل ہے۔

روزے کے کہ خراسے ہر صفت خواہد بود

قید تو بہ قدر معرفت خواہد بود

در حسن صفت کوش کہ در روز خرا

نشر کو تا بہ نبوت صفت خواہد بود

(۲۴۹)

زاہدانِ ریاکار کو مخاطب کر کے خیام کتاب ہے کہ جس دن غیب کی جزا انسان کو ملے گی اس دن نہ جب و نہ کب ہوتی ہے نہ علم و نہ دستار کچھ نامزدہ نیچائے کی وہاں نہ فرائض کی لمبائی کی مسابقت سے بھری قدر ہدگی اور نہ پیشانی کے ٹکے کی نسبت سے وہاں تو جو کچھ قدر قیمت دی جائے گی اس روز حرف کوڑی جائے گی جس سے قدر وادارہ رہن جو اس لئے مناسب یہی ہے کہ ان ظاہری ناشیوں اور گارانیوں کو جیو نہ کر سن صفت ماکر کرنے کی کوشش کر دیکھو کیا شر کے ان جب ہم اٹھتے ہیں تو اسی مدد سے ہر کام ہے

اگر جیسی صفت تم میں موجود ہو۔ وہاں ذات اور نسب کو کوئی نہیں پوسنے کا صرف عفت اور کبھی باتیں گی۔

فوسے زکرات در غرور افتادند
فوسے بے پیکر و قہر و افتادند
معلوم شود چو دہا پر وارند
کز کوسے تو دور دور افتادند

(۲۵۰)

خیاں کہتا ہے کہ لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ایک گروہ نے تو غرور اور شیخی کو اپنا شعار بنالیا ہے اور وہ اپنے آپ کو سب سے بہتر خیال کر کے ہر وقت بیوٹی برائیاں کرتے رہتے ہیں۔ درود سداگر دہشت اور ہشت کی خوردں کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اسی پلج کی وجہ سے بدست کیا کرتا ہے لیکن اگر ہر ہی عیب دور کر دیکے جائیں اور حقیقت حال سے تقاب ہو جائے تو معلوم ہو کہ یہ سب کے سب تیری ٹہی سے کوسوں دور جڑے ہیں اور ان میں سے ایک ہی صحیح راستے پر نہیں ہے۔

شب غیبت کہ آہ من بہ جو زار سد
وز گریہ من سبیل بہ دریا زار سد
گفتی کہ بتو پاوہ خورم پس خردا
شاید کہ مرا عمر بہ فردا زار سد

(۲۵۱)

خیاں کا خیال ہے کہ اس دنیا میں عیش و آرام و لذت و نادر ہی میرا آتا ہے اور چونکہ جہاں کی کسی چیز کو قیام و دوام حاصل نہیں ہے اس لئے نہ تو ہمیں رنج و افسوس میں دشت بنانا چاہئے اور نہ مستقبل کی امیدوں پر زندگی بسر کرنی چاہئے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ایک شب بھی رہی نہیں ہوتی کہ میری آپس آسمان پر نہ پہنچتی ہوں اور میرے افسوسوں کا نالہ نہ پا کر وہاں نہ مل جاتا ہو۔ تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پرسوں میرے ساتھ ٹھیک شراب نوشی کرے گا لیکن پرسوں تو بڑی چیز ہے مجھے تو یہ بھی امید نہیں کہ میری عمر کل تک بھی میرے ساتھ وفا کرے گی۔

در راہ چہاں رو کہ سلامت نہ کنند
با خلق چہاں ز می کہ قیامت نہ کنند

(۲۵۲)

در مسجد اگر روئے چہاں رو کہ ترا
در پیش تخیل اہند و اناست نہ کنند

خیام کو نمود و نمائش اور تجتہ اور غرور سے سخت نفرت ہے وہ کہتا ہے کہ دنیا
میں ہمیں اس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے کہ اگر ہم راستے میں جاتے ہوں تو لوگ ہمیں
سلام نہ کریں نہ ہوگیں کے دوس پر ہمارا خوف اس قدر چھایا ہوا ہو کہ ہمیں دیکھنے ہی ادب و
تعلیم کی غرض سے کچھ کھڑے ہوں مسجد میں اگر ہم جائیں تو ایسے انداز سے جائیں کہ ان کو
ہماری طرف کوئی خاص توجہ نہ ہو اور یہ نہ ہو کہ ہر طرف سے وازیں آنے لگیں کہ آئے ہو
اناست کیجئے۔

در راہ خسرو بجز خرد را پسند
چو بہت رفیق نیک بدر پسند
خواہی کہ ہمہ جہاں ترا بہ پسند
می باش بہ خوش دلی و خور را پسند

(۲۵۳)

اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کے متعلق خیام کی دوسری تعلیم یہ ہے کہ جہاں عقل کی
ضرورت ہے وہیں عقل کے سوا اور کسی کا مشورہ پسند نہ کر اور جب تک کہ ایک نیک
رفیق مل رہا ہے اس وقت کسی بُرے رفیق کو اختیار نہ کر۔ تو اگر یہ چاہتا ہے کہ دنیا
تجھے اچھا سمجھے اور تجھے پسند کرے تو اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ ہمیشہ اور
ہر حالت میں خوش اور لباسِ رواں پہنے آپ کو کبھی پسند نہ رہی یعنی غرور اور مہم نہ ہو۔
دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے خیام نے ”مرنجان و مریخ“ کا اصول پسند کیا ہے
وہ دن آرامی سے کسی گناہ کو زیادہ نہیں بچتا اور تب ہی یہی کہ راحت و آرام اور مسرت
و اطمینان کی زندگی اگر گزار سکتے ہیں تو بچے دیوی وک گذار سکتے ہیں کہ جن کے ضمیر پر یہ بوجہ
نہ ہو کہ ان کے ہاتھ سے کسی کا دل دکھا ہے۔ خیام کہتا ہے کہ :-

خدا ہی کہ ترا بہت ابرار پسند
میسند کہ اس را تو از ابرار پسند
از مرگ مہربانیش و غم زلزل و خور
کس بر و بوقت خویش تا جارس پسند

(۲۵۴)

یعنی تو یہ چاہتا ہے کہ تجھے کاموں کا اور بزرگوں کا درجہ نصیب ہو تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ تو کسی کو سنا مانا کسی کا دل دکھانا پسند نہ کرے۔ پھر کتاب ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ نہ تو موت کا خوف بچہ پر غالب ہو اور نہ کبھی رزق کی گارتیر سے دل میں آئے کیونکہ موت اور رزق تو دونوں ایسی چیزیں ہیں کہ چاہے تو تنہا ہی ان سے بچے اور کتنا ہی انہیں تلاش کرے وہ تجھ تک پہنچیں گی اور اپنے وقت پر پہنچیں گی۔

گویند ہشتر گفتگو خواہد بود
والی بار غریب تند خو خواہد بود
از ہشتر مگر حبس نکوفی ناپید
خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود

(۲۵۵)

کتابت کرد کہ ہیں کہ ہشتر کے دن باز پرس اور گفتگو ہوگی اور وہ غریب محبوب یعنی خدا سے تعالیٰ تند خو اور غصہ ناک ہوگا۔ بعد اویسا کہتے ہو کتاب ہے کہ ہشتر کا نتیجہ بھلائی کے سوا کوئی بُرائی نہیں ہوگی۔ ایسا ہرگز نہ ہوگا تو مطمئن رہو۔ انجام نتیجہ خیر ہوگا۔ اور باری تعالیٰ کی رحمت ہرگز اسے گوارہ نہ کرے گی کہ اس کے بندوں کو تکلیف اور اذیت پہنچے۔

گر یک نفست ز زندگانی گذرد
مگذار کہ جز بہشت امانی گذرد
ز شمار کہ سر مایہ این ملک جہاں
عمر است چنان کش گذرانی گذرد

(۲۵۶)

خیام کتاب ہے کہ اگر تجھے اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی گزارنے کے لئے ملے تو اسے کبھی نہ بھولتی دھڑکی سے سو اور کی طرح بے پروا گزار تجھے اس بات سے آگاہ ہونا چاہئے کہ اس دنیا کا سرما یہ ہے کہ کبھی وہ پیری ہو سکے اور سے تو جس طرح بھی گزار سکے گا گذریگی۔ اور اگر بڑی خوشی یا غمینی جیسی زندگی تو نے گزار لی ہے وہی تیرا سرما یہ ہوگی۔

آورد بہ اشتر انجم اول بود
جز حیرت از حیات شیر سے نہ فرود
رفتیم بہ اکراہ و مذاہم پس بود

(۲۵۷)

زیا آمدن و بلودن و رفتن مقصود

ہم کیا چیز ہیں دنیا میں کہاں سے آگئے اور ہمارے اس جگہ آنے کا مقصد کیا ہے؟ ان سوالات نے تقریباً ہر اس دماغ کو پریشان کر رکھا ہے کہ جس میں سوچنے اور فکر کرنے کی قوت تھی۔ خیام بھی اسی فکر میں مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ پہلے تو یہ ہو، کہ ایک اضطراب کے ساتھ مجھے اس عالم وجود میں لایا گیا پھر میں نے یہ دیکھا کہ میری زندگی نے اگر مجھ میں کسی چیز کی زیادتی کی تو وہ صرف میری حیرت تھی جو عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہی اس کے بعد ہم بادل ناخواستہ یہاں سے رخصت ہو گئے اور اب کچھ سچ میں نہیں آتا کہ آخر ہمارے آنے یہاں رہنے اور یہاں سے چلے جانے کا مقصد کیا تھا۔

آہنا کہ خلاصہ ہماں انسانند

براون فلک براق بہت راستد

(۲۵۸)

در معرفت ذات تو مانند فلک

سرگشتہ و سرنگوں و سرگردانند

ذات واجب الوجود کی معرفت میں پریشان و سرگرداں ہونے کے بعد خیام کہتا ہے کہ تیری ذات ایسی ہے کہ وہ لوگ کہ جو اس دنیا میں سب سے زیادہ عقلمند ہیں اور جو اپنی بہت کے کھوڑے آسمان پر دوڑا رہا کرتے ہیں وہ بھی تیری ذات کی معرفت کے معاملہ میں بالکل عاجز و ناچار ہیں اور آسمان کی طرح سرگشتہ سرنگوں اور سرگرداں رہنے کے سوال ان سے بھی کچھ بن نہیں پڑتا۔

خوش باش کہ دہر بکراں خواہد بود

بر حرج ز اختران نشان خواہد بود

(۲۵۹)

خستہ کہ ز قالب تو خواہد بود

دیوار سر اسے دگراں خواہد بود

کہتا ہے کہ رنج و غم نہ کر اور خوش رہ جو کہ یہ دنیا ختم ہونے والی نہیں ہے آسمان پر جو ستارے تھے نظر آرہے ہیں، اسی طرح تھے جس کے اور تیری مٹی سے جو اینٹ بنے گی وہ وہ سڑوں کے ٹکڑوں کی دیوار کے کام آئے گی۔

اشدوس کہ نامہ جوانی طے شد

(۲۶۰)

وہیں تازہ بہار شاو مانی طے شد
والی مرغ طرب کہ نام او بود شبا
فریاد کہ آمد و نذاخت کے شد

اپنی جوانی کو یاد کر کے خیام کہتا ہے کہ افسوس ہے کہ جوانی کا تازہ ختم ہو گیا اور خوشی
اکی یہ تازہ بہار چمیر آئی تھی مانی نہ رہی۔ خوشی اور غری کا وہ پرند کہ جسے شباب کہتے ہیں
آج باتو مگر افسوس کہ یہ خبر نہ ہوئی کہ کب چل دیا۔

در دہر کے بہ گلزار کے نہ رسید
تا پر ویش از زمانہ خار کے نہ رسید
در شانہ نگر کہ تا بصد شاخ نہ شد
دستش بہ سر زلف نگار کے نہ رسید

(۲۶۱)

تکلیف اور رنج کے بغیر کوئی راحت میسر نہیں آتی ایک مشہور معروف بات ہے
اسی کو خیام نہایت خوبصورتی سے اس طرح کہتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی شخص کبھی کسی گلزار
تک بچر اس صورت کے نہیں پہونچا ہے کہ زمانہ کے لمبھوں اس کے دل میں کانٹے نہ جسے پیا
کٹنگی کو یہ فخر اور یہ شرف حاصل ضرور ہے کہ محسوس کی زلف تک اس کی رسائی ہے لیکن وہاں تک
پہونچنے سے پہلے اسے اپنے جسم کو سو جگہ سے شکافتہ کرنا پڑا ہے۔

از آب عدم خم مرا کاشته اند
از آتش غم روح من افراشته اند
گشتہ چو باد میدوم گرد و جہاں
تا خاک من از چہ جا کے برداشته اند

(۲۶۲)

کہتا ہے کہ میں وہ پڑھوں کہ جس کے پیچ کو بکر عدم کے پانی سے سینچا ہے گویا ناپید
ہونا اور مر جانا میرے خمیر میں داخل ہے اور میری روح کو غم کی آگ سے بلند کیا ہے
اب میری بہ حالت ہے کہ ہوا کی طرح سارے جہاں میں اڑ مارا بھرتا ہوں خدا جانتے
میری مٹی کہاں کی ہے۔

کس را پس پر وہ قضا راہ نہ شد
وہ سر خدا را کس آگاہ نہ شد

(۲۶۳)

ہر کس نے سر قیاس خیر سے گفتہ
معاوم نہ گشت و قصہ کوتاہ نہ شد

کہتا ہے کہ قضا و قدر کے پردے کے اس طرف کسی کو جانا نصیب نہ ہوا کہ وہ
دیکھ سکتا کہ اس کے پیچھے کیا ہے اور نہ سنے تعالے کے بید سے کسی کو آگاہی حاصل
نہ ہوتی۔ اپنے قیاس کے مطابق لوگوں نے اس کے متعلق کچھ نہ کچھ کہا ہے لیکن
اصلیت سے کوئی واقف نہیں ہے اور یہ قصہ آج تک سنے نہ ہو سکا۔

یک سال جو بد ور و ز شو و حاصل مرو
وز کو زہ پشت گشتہ وے آب مرو
ماہور کے دگر چرا با پیر بود
یا خد مست چوں خود سے چرا باید کرو

(۲۶۴)

خیام نلامی کا دشمن ہے۔ اسے کسی طرح یہ گوارا نہیں ہے کہ کوئی انسان پیٹ کی
خاطر اپنے ہی جیسے دوسرے انسان کی نلامی کرے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اگر کسی شخص کو
دو دن میں ایک روٹی میسر آجائے اور ایک ٹوٹی ہوئی صراحی سے ٹھونٹ بھر ٹنڈا پانی
پینے کو مل جائے تو پھر اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کی لوگری اختیار کرے
اور انسان ہو کر اپنے ہی جیسے کسی دوسرے انسان کی خدمت کرتا پھرے۔

چنداں مرواں رہ کہ دوئی بر خیر و
گر نیست دوئی ز بر روی بر خیر و
تو او نشوئی و بیاب گر جسد گنی
جاسے برسی کز تو توئی بر خیر و

(۲۶۵)

خیام کہتا ہے کہ اس ظاہری عبادت و ریاضت کے راستے میں اتنی مدت دوزخ کی
پیدا ہو جائے اور تو اسے آپ کو خدا سے الگ کہتی مہنتی تصور کرنے لگے یہ دوئی اگر آج
موجود نہیں ہے تو کل پیدا ہو جائے گی کیونکہ عبادت و ریاضت کی کثرت دل میں غرور اور
انہیت پیدا کر دے گی اور انہیت پیدا ہونے ہی دوئی کا پیدا ہونا لازمی ہے اس سے
مث سب ہی ہے کہ وہ اعتدال سے قدم باہر نہ نکلے وراپنی عبادت ہی کو اپنی گمراہی
کی باعث نہ بنائے۔ تو خدا تو بھی اور کسی طرف نہیں ہیں کتا یہ تو ناممکن ہے لیکن اگر تو

کو شش کرے تو تو ایسے مقام تک ضرور پہنچ سکتا ہے کہ جہاں پہنچ کر تجھ پر خود فراموشی
ٹاری ہو جائے اور تو اپنے آپ کو بھول کر اسی ذات باری تعالیٰ میں فنا ہو جائے۔

آہنا کہ جہاں زیر قدم فرسودہ

واندر طلبش ہر دو جہاں پیو دند

(۲۶۶)

آگاہ نمی شوم کہ ایشان شب و روز

زیں حال چنانکہ بست آگہ بودند

خیام کو ان لوگوں کے حال پر بحث نسیب اور افسوس ہے کہ جو رات دن خود اپنی نگاہوں

سے اس جہان فانی کی ناپائنداری کے ثبوت مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اور پھر بھی اپنی تمام عمر

عزیز اسی کی طلب اور جستجو میں ضائع کیا کرتے ہیں، وہ کہتا ہے کہ وہ لوگ کہ جنہوں نے اس

دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے کس ڈالا، اور اس کی طلب میں جنہوں نے دو دنوں جہان ملاوٹ

میری تو سمجھ میں نہیں آتا اور مجھے معلوم نہیں کہ اس دنیا میں شبانہ روز جو کچھ ہوا کرتا ہے

اور جو حال کہ گذرنا رہتا ہے اس سے واقف و آگاہ تھے۔

کس مشکل اسرار ازل را نکشاو

کس یک قدم از نہاد پیروں نہا

(۲۶۷)

من می نگرم از مبتدی تا استاد

عشر است بدست ہر کہ از ما و زراو

خیام کا عقیدہ ہے کہ آفرینش کے مجید باری عقلمندوں کی رسائی سے باہر ہیں اور وہ

کہتا ہے کہ آج تک کوئی بھی اتنا نہ کر سکا کہ ازل کے رستہ راز کے عقدہ کو کھولتا، اور کسی سے

بہتر اتنا نہ کر سکا کہ اپنی ذات اور اپنی اصلیت کی حد سے قدم باہر نکال کے میں نے تو شاگرد

سے لے کر استادوں تک سب کو دیکھ لیا اور دنیا میں جو شے بھی پیدا ہوا ہے اسے اس

رازِ منفیہ کی عقدہ کشائی سے عاجز رہی پایا۔

بدخواہ کساں هیچ بہ مقصد نہ رسد

یک بد نمکند تا بپوش صد نہ رسد

(۲۶۸)

من نیکیا تو خواہم و تو خواہی بدین

تو نیکیا نہ بینی و بد من بد نہ رسد

کتاب ہے کہ دوسروں کا بُرا چاہنے والا کبھی اپنی مراد کو نہیں پہنچا کرتا، وہ اگر کسی کے ساتھ ایک بُرائی کرتا ہے تو اُسے لازمی طور پر سو بُرائیاں خود مل جاتی ہیں۔ میں تو تیرا بھلا چاہتا ہوں اور تیرا برا چاہتا ہے تیری مرضی ایسا ہی کر لیکن یہ ابھی طرح یاد رکھ کہ تجھے کوئی بھلائی یا فلاح نصیب نہ ہو گی، اور تیری بُرائی چاہی ہوئی مجھے کوئی نقصان نہ پہنچائے گی۔

نرم دل آں کسے کہ معروف نہ شد

درجہ و دراعہ و در صوف نہ شد

(۲۹۹)

سحرِ غ صفت بہ عرش پر وارے کرو

وزنج خوابہ جہاں بوف نہ شد

خیام کو نمود و نمائش اور طلبِ جاہ و شہرت سے سخت نفرت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اپنی خوشی اسی شخص کو حاصل ہے اور خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس دنیا میں شہور نہ ہو اور جسے نام کی طلب نے اپنے جال میں پھنسا کر اس بات پر مجبور نہ کیا کہ وہ جیب و دستار اور خرقة و زمار ہنکر لوگوں کے سامنے آئے اور اپنا لباس دکھا دکھا کر ان سے اپنی عزت کرائے، اور اسی شخص کو اطمینانِ قلب حاصل ہے کہ سحرِ غ کی طرح ہو اور اس دنیا کے دہندوں اور دنیا کی دلفریبیوں سے بالاتر رہ کر عرش پر پرواز کرتا رہے، اور بھی بھول کر بھی اس دنیا کے کندھروں میں ادا کی طرح بسر نہ کیا کرے۔

افسوس کہ سرمایہ زکھت بیروں شد

در دستِ اجل بسے جگر باخون شد

(۳۰۰)

کس نامد ازاں جہاں کہ تاپڑ بھم ازو

کا حوال مسافرانِ عالم چوں شد

کتاب ہے کہ افسوس بعد افسوس زندگی کا سرمایہ ہاتھ سے جاتا رہا اور مرنے کا وقت پہنچا اور اس موت کے ہاتھوں لاکھوں اور کروڑوں جگر خون ہو گئے لیکن آج تک اس دنیا سے لوٹ کر کوئی ایک شخص بھی نہ آیا پس سے اتنا پوچھ لینا کہ آخر جو لوگ کہ یہاں سے سفر کر کے گئے تھے ان پر کیا نڈری۔

فر واک نصیب نیل بختاں بخشند

قسمے بہ من رند پریشاں بخشند

(۳۰۱)

گرتیاب آیم مرا از پیشان شمس مر
وزید با ششم مرا بدیشان بخشید

خیام کو رحمت باری تعالی پر کامل اعتماد ہے اور وہ کسی طرح بھی اس کے ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ رحیم و رحمان اور فیاض و مہربان خدا اپنے گناہ گار بندوں کو عقوبت و دوزخ میں مبتلا کرے گا۔ اس کا اعتقاد ہے کہ بندوں کا کام ہی خطا اور گناہ کرنا ہے اور ہماری خطاؤں سے درگزر کرنا اس کی شان بخاری ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کل قیامت کے دن جب نیک نجتوں کو ان کا حصہ تقسیم کیا جائے گا تو پھر ریزہ ریزہ حال ہو بھی کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ہی ملے گا۔ اگر میں نیک ثابت ہوا تب تو کوئی بات نہیں سب میرا شمار نیک نجتوں میں ہو جائے گا اور اگر میں برا قرار پایا تو اللہ کی رحمت میری پشت پناہی کے لئے موجود ہے جہاں اور ہزاروں بڑے بخشنے والے ہیں گے وہاں ایک میں بھی بخشد یا جاؤں گا۔

خطے کہ زروئے پار بر خاسته شد

تو ظن نہ بر می که حسن او کاسته شد

(۲۷۲)

در باغ رخسار بہر تماشا گاہ جان

گل بود پسیرہ نیز آراستہ شد

دنیا میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں ایک وہ کہ جو ہر چیز کا صرف برا ہی پہلو دیکھا کرتے ہیں اور ان کی نگاہ برائیوں اور عیبوں کے سوا کبھی رعنائیوں اور اچائیوں پر نہیں پڑتی چاند میں بھی اگر وہ دیکھتے ہیں تو صرف داغ اور پھولوں میں بھی اگر انہیں کچھ نظر آتا ہے تو صرف کاسٹے اچھی سے اچھی چیز بھی ان کے نزدیک معیوب ہوتی ہے اور حسین سے حسین شے ان کے دل کے لئے نامرغوب مسرت اور اطمینان سے ان کے دل نا آشنا رہتے ہیں اور دنیا کی کوئی ایسی بات خوش نہیں کر سکتی لیکن اسی دنیا میں وہ لوگ بھی آباد ہیں کہ ہر شے میں بھی ایک چیز تلاش کر لیتے ہیں اور جن کی حسن نگاہیں برائیوں میں بھی بھلائیوں تلاش کر لیتی ہیں۔ وہ کسی چیز سے ناخوش نہیں ہوتے حتیٰ کہ بچہ و غم میں بھی ان کے لئے مسرت کا پہلو نکل آتا ہے۔ خیام اسی قسم کے خوش باش اور خوشامس لوگوں میں سے ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مستحق کے صاف ستھرے پھرے پر اگر خط نکل آیا ہے

تو اس میں بُرائی کیا ہے اور تم یہ کیوں خیال کرتے ہو کہ اس سے اعلیٰ کی دلکشی اور سن میں کوئی کمی واقع ہو گئی۔ اس کا چہرہ ہماری روح کی تفریح اور سیر کے لئے ایک باغ ہے اس باغ میں پھول تو پہلے ہی سے موجود تھے اب سبزہ بھی آگ آیا اور اس کی خوبصورتی اور رنگی اور بھی بڑھ گئی۔

خون از دل افکار بردوں می آید

وزویدہ خونبار بردوں سے آید

(۲۷۳)

گرخوں بچکد از مژہ ام نیست عجب

زیرا کہ گل از خار بردوں می آید

خیام اس دنیا کو دارالمن سمجھتا ہے اسے یہ توقع ہی نہیں ہے کہ اس دنیا سے ہمیں کبھی کوئی خوشی سیر آ سکتی ہے اسی لئے اسے کبھی مایوسی نصیب نہیں ہوتی اور وہ ہر حال میں خوش اور مستلذ رہتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا دل زخمی ہے اور اس سے خون بہ رہا ہے اور اس قدر کثرت سے بہ رہا ہے کہ آنسوؤں کے ساتھ آنکھوں سے بھی ٹپکنے لگا لیکن اگر ایسا ہے اور سیری پلکوں سے خون کے سُرخ سُرخ قطرے گر رہے ہیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے۔ پلکیں ہوتی ہی اس لئے ہیں کہ ان سے خون ٹپکا کرے پھول آخر کانٹوں ہی سے تو نکلا کرتے ہیں۔ ایک شے اور قدرتی بات پر اتنا تعجب کیوں؟

دشمن کہ مرا ہمیشہ بد می بیند

حقاً کہ نہ از روئے خرد می بیند

(۲۷۴)

در آئینہ درون خود می نگرد

آں صورت مردہ رنگ خود می بیند

کہتا ہے کہ اگر دشمن مجھے ہمیشہ بُرا خیال کیا کرتا ہے اور ہر وقت میرے عیب ہی نکالا کرتا ہے تو خدا گواہ ہے کہ اس کا یہ فعل عقل پر مبنی نہیں ہے۔ وہ بہر قوت ہے اور اپنے دل کے آئینہ پر جب نظر ڈالتا ہے تو چونکہ اس کا دل حسد اور بغض سے کالا ہو رہا ہے اس لئے اسے جو کچھ نظر آتا ہے وہ اس کی اپنی ہی بد رنگ اور کریمہ النظر صورت ہے نہ کہ میری۔ وہ مجھ میں وہی بُرائیاں دیکھتا ہے جو اس کے اپنے دل میں بھری ہوئی ہیں اس لئے وہ حقیقتاً میری بُرائیاں نہیں بلکہ اس کے اپنے عیب ہیں۔

ہا مرد ہم نیک بد نہ می باید بود
 وریا دیہ دیو و دونه می باید بود
 مفتون معاش خود نہ می باید بود
 مشرور بہ فضل خود نہ می باید بود

(۲۴۵)

مردم آزاری از پرستی، اور غرور سے الحقیقت بھی بدترین قسم کے گناہ ہیں اور خیاام بھی انہیں انسان کی انتہائی ہستی خیال کرتا ہے اور بہت سی انسانی کمزوریوں کو ممکن ہے کہ خیاام معاف کر دے لیکن یہ یقین جرم اس کے نزدیک ناقابل معافی ہیں اسی لئے وہ ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ اس دنیا میں اچھے لوگوں کو برا نہ کریں رہنا چاہئے یعنی اس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے کہ ہمارے ہاتھ سے کسی اچھے آدمی کو تکلیف نہ پہونچے یہ نہ ہونا چاہئے کہ جنگل کے جانوروں کی طرح ہم ایک دوسرے کے پیٹ میں سینگ بھیجیں اور کتوں کی طرح ایک دوسرے کی بوٹیاں نوچتے اور کاٹتے ہیں۔ اپنی روزی کما بھی ہمیں دیوانہ اور مفتون نہ ہونا چاہئے کہ جو سارا وقت بس اسی کی دُمن میں گزارے، اور اگر ہم میں کوئی خوبی یا کمال ہے تو اس پر مغرور بھی کہی نہ ہونا چاہئے۔

خیام کے دل میں نہ اس دنیا کی کوئی عزت ہے اور نہ اس دنیا کے اندر ہمارے چند روزہ قیام کی وجہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ دنیا میں ہمارا آنا ہمارے اپنے اختیار میں ہے اور نہ یہاں سے ہمارے جانے میں ہماری مرضی اور پسند کو کوئی دخل ہے تو وہ اس تمام کا رخانے اور اس میں انسان کے اس طرح مجبور ہو کر آنے جانے کو بالکل بیچ اور ناقابل اعتناء خیال کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ:-

یاران موافق ہمہ از دست شدند
 وریائے اجل بجاں بجاں پست شدند
 بو وند بیک شراب و مجلس عمر
 دورے و وسعہ پیشتر ز ناست شدند

(۲۴۶)

یعنی جتنے بھی ہمارے ساتھی اور دوست تھے وہ سب کے سب ہمارے ہاتھ سے نکل گئے اور ایک ایک کر کے موت کے قدموں کے نیچے کچلے جا چکے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ہم اور وہ زندگی کی محفل میں ساتھ ساتھ شراب پی رہے تھے اور جس طرح ہم زندہ ہیں

اسی طرح وہ بھی زندہ تھے۔ بس فرق صرف اتنا ہوا ہے کہ وہ ہم سے دو ایک روز پہلے ہی
مست ہو گئے ہیں اور ہمارے مست ہونے میں ابھی دو ایک دن کی کسر اور باقی ہے

ساقی علم سپاہِ صبح رپو دو
برخیزو سے پینا نر را در وہ زو و
بکشائے زہم دو ز کس خواب آلود
برخیز کہ خفتنت سے خوابد بود

(۲۷۷)

اس زندگی کے عبرت نامک انجام کے متعلق خیام کہتا ہے کہ اسے ساقی رات کی
تاریکیوں کو صبح کی سپیدی نے دور کر دیا پس اب اٹھ اور جلدی سے شراب دیدے
اپنی یہ فیئد بھری آنکھیں خدا کے لئے کھول اور ہوشیار ہو جا اب یہ وقت سونے کا
نہیں ہے بس اب اٹھ بیٹو اگر تجھے سونے کا ایسا ہی شوق ہے تو اطمینان رکھ کہ اس کے
بعد بس اب سونا ہی سونا ہے۔

گویند کہ مرد را ہنر می باید
یا نسبت عالی پدر می باید
امروز چہاں شدہ است در نیو بیتا
کایہا ہمہ تیج بہت ز رمی باید

(۲۷۸)

دنیا کی زر پرستی اور زر طلبی کے متغیر ہو کر خیام کہتا ہے کہ مشہور تو یہ تھا کہ انسان
کو انسان بننے اور عزت حاصل کرنے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہنر ہے یا اگر
ہنر نہیں تو خاندانی شرافت اور عالی نسب کی ضرورت ہے گو باعام طور پر یا تو علم و ہنر کی
قدر کیجاتی ہے یا خاندانی شرافت اور حسب و نسب کی لیکن یہ ہمارا زمانہ نہ معلوم کس
قسم کا ہے کہ آج نہ کوئی علم و فضل کو پوچھتا ہے اور نہ حسب و نسب کی کوئی قدر کیجاتی
ہے یہ دونوں چیزیں فلول و رہے کار ہو گئی ہیں اور اب شہرت و عزت حاصل کرنے
کے لئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ دولت و زر ہے۔

محم دست نہ تشنہ بجائے نہ رسید
محم پاسے تمنا بہ مقامے نہ رسید
وال دل کہ باندہ بود در ناکامی

(۲۷۹)

ہم عاقبت الامر بہ کاسے نہ رسید

بخت کی ناسازی اور چرخ کج رفتار کی فتنہ پر دانی کی شکایت ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے، خیام بھی اپنی نامرادیوں کا رونا اس طرح روتا ہے کہ مدت العمر پیاسے رہنے کے باوجود کبھی میرا پاتھ جام تک نہ پہنچا۔ گو یا تمام عمر طلب و تلاش میں سرگرداں رہنا بھی کچھ کام نہ آیا اور مطلب دلی حاصل نہ ہوا اسی طرح جس منزل کی تلاش میں میرے پاؤں چکر لگا رہے تھے اس منزل اور مقام تک بھی رسائی نہ ہو سکی۔ یہ دل ہمیشہ سے ناکامی ہی کا لشکار رہا تھا اور افسوس ہے کہ اس کا انجام بھی ناکامی و نامرادی کے سوا اور کچھ نہ ہوا۔

آں قوم کہ سجاوہ پرستند خزاں

زیرا کہ نیر بار سالوس دراند

(۲۸۰)

وہیں از ہمہ طرفہ ترکہ و خرقہ ز ہد

اسلام فروشند و ز کافر ہتراند

ایسے لوگ اس دنیا میں ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جو گندم نما اور جو فروش ہیں اور جنہوں نے تسمیع و سجاوہ اور جبہ و دستار دکھا دکھا کر لوگوں کو فریب دیا ہے اور دنیا کمائی ہے ایسے لوگوں کے متعلق خیام کہتا ہے کہ وہ لوگ جو خدا کو چھوڑ کر سجاوہ اور تسمیع کی پرستش کیا کرتے ہیں گدھے ہیں کیونکہ ان کی پشت پر مکر و فریب کا پشتار لدا ہوا ہے اور وہ اس کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ زہد اور پارسائی کا لباس پہن کر یہ لوگ دین و ایمان کو بچا کرتے ہیں اور کافروں سے بھی بدتر ہیں۔

چوں نیست ترا جز آنکہ روداد قرار

چندیں ز پئے مراد دل رنجہ مدار

(۲۸۱)

ہاں تا نہ نہی بر دل خود چندیں بار

لمذ شستن و بکذا بشتن آخر کار

دنیا کی طلب میں پریشان اور حصول دولت کی خاطر سرگرداں و جہراں رہنا خیام کو ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ اس کا فلسفہ تو اسے صرف ایک بات سکھاتا ہے اور وہ یہ کہ کبھی کسی رنج یا تکلیف سے پریشان نہ ہو بلکہ ہر حال میں خوش و خرم رہو۔ وہ کہتا ہے کہ جبکہ

تمہیں یہ معلوم ہے کہ تمہیں اس سے زیادہ یا اس کے سوا کچھ اور نہیں ملے گا جو کہ خدا نے
 دے رکھا ہے تو پھر ظاہر ہے کہ دل کی خواہشوں کے پیچھے اپنے آپ کو رنجیدہ رکھنے سے
 کیا حاصل۔ پس بہتر یہی ہے کہ اپنی زندگی کی ضرورت پوری کر لینے پر قناعت کر کے اپنے
 دل کی خواہشات کے پیچھے دیوانے نہ بنو اور مفت کا یہ بوجھ اپنے دل پر نہ رکھو آخر یہی لو ہوتا
 ہے کہ ایک دن سب کچھ تپوڑ چھاڑ کر اس دنیا سے گذر جاتا ہے۔

بایار جو آر مبدہ پاشی ہمہ عمر
 خوابے باشد کہ ویدہ ہاشی ہمہ عمر
 ہم خیر عمر حلت است باید کرد
 لذات جہاں چشیدہ پاشی ہمہ عمر

(۲۸۲)

زندگی کے حسرت ناک انجام پر جب خیام کی نگاہ جاتی ہے تو وہ بے اختیار پکار اٹھتا
 ہے کہ تمام عمر اگر تم نے اپنے محبوب مطلوب کے ساتھ عیش و ثناء یا تب کیا، اس کی وثقت
 اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ایک خواب تھا جو تم نے دیکھ لیا۔ انجام کو دیکھو کہ انجام
 کیا ہوتا ہے وہ تو یہی ہے کہ خواہ تم ساری عمر دنیا کی لذتوں کے مزے لیتے رہے ہو پھر ہر جا
 و ہر حدت یہاں سے جانا اور وہ سراسر اکبر بے ثبات ہے۔

بایار خوشم جام شراب او لے لے
 وز دست غمش ویدہ پر آب او لے لے
 چوں عالم دوں و فنا نخواہد کردن
 در عالم دوں مست و خراب او لے لے

(۲۸۳)

خیام کہتا ہے کہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ اپنے محبوب کے ساتھ ایک جام شراب پیوں
 اور اس کے غم کے ہاتھوں میری آنکھیں ہمیشہ پر خم اور شکبار میں جب یہ مانی ہوئی
 بات ہے کہ یہ ذلیل اور ناپاک دنیا کسی کے ساتھ وفا نہیں کرتی تو پھر اس کی دیکھ پیوں کی
 خاطر رنجیدہ و پریشان رہنے سے کیا حاصل؟ بہتر ہے کہ اس ذلیل عالم میں انسان خشک
 رہے پس مسخ اور شرب رہے تاکہ اسے کسی بات کا بوجھ نہ ہو۔

چوں حاصل آدمی دریں جام کے دور
 بزر و دل و دارن جہاں نیست و گر

(۲۸۴)

خرم دل آنکہ یک نفس زندہ ہو و
واسو وہ کہے کہ اونزاوازا دور

اس عمر بے یقا کا اختتام اور اس دنیاوی زندگی کا انجام خیاام کے ہمیشہ پیش نظر رہتا ہے اور اسی بنا پر وہ کہتا ہے کہ جبکہ اس دور وازوں والی سراسے جس میں ایک راستہ آنے کا ہے اور ایک جانے کا انسان کو اس کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کہ مدت العمر اس کا دل درمندر ہے اور پھر آخر کار وہ اپنی جان دیدے تو کچھ تو میں اس شخص کو خوش نصیب اور خوش دل کہوں گا کہ جو کبھی عالم وجود میں آیا ہی نہیں اور اسی انسان کی زندگی کو آرام و اطمینان کی زندگی خیال کروں گا کہ جو ماں کے پیٹ سے کبھی پیدا ہی نہ ہوا۔

وے کوزہ گر کے پدیدم اندر بازار
بر پارہ گلے ہی لکڑ و سپار
وال گل زبان حال باد می گشت
من مجھو تو پو وہ ام مرا بنسکو دار

(۲۸۵)

خیام خاک کے ایک ایک ذرہ سے سبق لیتا ہے اور درختان سبز کے ایک ایک پتے میں اسے معرفت کر دگار کی ثابت نکی ہوئی نظر آتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ گل بازار میں ہیں نہ یہ تماشا دیکھا کہ ایک برتن بناسے والا کھار تھوڑی سی مٹی میں پانی ملا کر کوزہ بنانے کے لئے اسے پیروں سے کچل رہا ہے اور اس کے لاتوں پر باتیں مارے چلا جاتا ہے اور وہ بیسے اور بے بس مٹی زبان حال سے دور و کر اس سے یہ کہہ رہی ہے کہ او بے رحم اور ظالم انسان اپنے انجام کو نہ بھول تجھے بھی ایک دن خاک میں ملا کر خاک ہو جاتا ہے۔ پیرے عبرتناک اسخاں کو دیکھ اور اس سے سبق حاصل کر کیونکہ میں بھی ایک دن تیری ہی طرح انسان بھی اور اسی طرح فخر و غرور کے ساتھ زمین پر پاؤں مار کر چلا کرتی تھی لیکن آج خود ایک تودہ خاک ہوں قبروں کا نظارہ ہر شخص لئے ہے عبرتناک اور سبق آموز ہوا کرتا ہے اور اگر وہ صاحب فکر ہے تو اس سے طرح طرح کے درس لے سکتا ہے حاصل کیا کرنا ہے خیاام بھی قبر و پرستار ڈالتا ہے تو اس کی فلسفیانہ طبیعت غور و فکر کا مبتلا ہو جاتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ

ایں اہل قبور خاک گشتن و غبار

(۲۸۶)

کتاب پیام خیام



Calcutta Art Press Delhi.

اور غریب کا فرق اور امتیاز باقی نہ رہے۔

اسے دل ہمہ اسباب جہاں خوشی گم
دیں خانہ پر از نسبت و آراستہ گیر
خوش باش ویریں نشین کون و فساد
روز سے دو سہ شبستہ و بر خاستہ گیر

(۲۸۹)

دنیا میں رہ کر رنج و غم میں زندگی بسر کرنا اور ہر وقت غم و ردا میں مرنا خیاام کے نزدیک
میں گناہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اسے دل عیش و کامرانی کے تمام سامان مہیا کر لے اور اس گھر
کو ہر قسم کی نسبتوں سے بھر کر آراستہ کر لے اور جب تک تجھے اس عالم کون و فساد میں رہنا
ہوے خوب خوش اور خرم رہ اور پندرہ و چار روز میں آرام کرنے کے بعد اپنا راستہ بگڑ
اور یہاں سے رخصت ہو جا۔

اسے دل ہمہ اسباب جہاں خواستہ گیر
باغ طربت بہ سبزہ آراستہ گیر
وانگاہ بر آں سبزہ شے چوں شبنم
نیشستہ و پاداد بر خاستہ گیر

(۲۹۰)

اسی پہلی رباعی کے مضمون کو پھر اس طرح لکھتا ہے کہ اسے دل دنیا کا تمام سامان
مہیا اور فراہم کر لے، اور اپنی خوشی و نشاط دانی کے باغ کو سبزہ سے چھی طرح آراستہ کر
یعنی خوب خوش رہ اس کے بعد شبنم کی طرح رات کی رات اس سبزہ پر بیٹھ کر صبح ہونے
ہوتے اڑ جا۔

اسے دوست غم جہاں بہو وہ مخور
بہو وہ غم جہاں سبیر سوزہ مخور
چوں یو دگدشت و غیبتہ نابود و پیر
خوش باش و غم جہاں نابو وہ مخور

(۲۹۱)

پھر کہتا ہے کہ دوستو! اس خواہے ہو وہ دنیا کا غم نہ کھاؤ ورنہ بے فائدہ اس
بڑا سہ وزٹوٹے چوٹے کسٹہ کی فکر میں اپنے آپ کو نہ کھاؤ تم و بھر رہے ہو کہ
جو کچھ یہاں موجود تھا وہ ضرور ناپید ہو گیا۔ اور جو کچھ اپنی تاک ناپید ہو گیا۔ ورنہ نہیں رہتا

اور اس کی کسی خبر نہیں تو پھر یہی مناسب ہے کہ بے فکری اور خوشی کے عالم میں زندگی گزار دو اور کل کے متعلق کہ جس کا ابھی کوئی رجوع ہی نہیں ہے غم نہ کھاؤ۔

گر گوہر طاقت نہ سقتم ہرگز
ورگرد رہت زرخ نہ اقم ہرگز
نوسید نیم ز بارگاہ کرمست
زیراکہ اپنے را و نہ گفتیم ہرگز

(۲۹۲)

پیام اللہ تقاے کی بخشش پر پورا بھروسہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے مانا کہ میں نے تیری عبادت کے موتی نہیں پروئے یعنی تیری عبادت کبھی نہیں کی اور تیرے راستہ کی گرد اپنے چہرے سے کبھی نہیں جھاڑی یعنی کبھی تیرے راستہ پر جہاڑی نہیں جو اس راستے کی خاک میرے چہرے پر پڑتی اور اسے جھاڑنے کی ضرورت پیش آتی۔ لیکن اس تمام قصور و خطا کے باوجود میں تیری بخشش کی بارگاہ سے ناامید نہیں ہوں کیونکہ میں نے کبھی کسی کو تیرا شریک نہیں دیکھا ہے، ورنہ ایک کو کبھی دو نہیں کہا ہے۔

از چہ رفتگان این راہ و راہ
باز آمدہ کو؟ کہ بیا گوید راہ
ز تار و پیر سراجہ از روئے نیاز
خیر سے نہ گزارنی کہ نمی آئی باز

خیام کہتا ہے کہ آج تک اس دنیا سے جو لوگ جا چکے ہیں ان میں سے ہر ایک کبھی واپس ہی کوٹ آیا ہے جو رہاں کا پیہ نہیں تھلائے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہاں کیا سعادت پیش آئے؟ اس سے جو کچھ بھی اس دنیا میں حاصل ہے اسے کہیں غم و نیاز کی وجہ سے چھوڑ دینا کیونکہ میری ہاں لوٹ کر کبھی نہیں آتا ہے۔

ورکتہ درم شغفہ بدم گفتی خیر
در آہ چہان دور جاں شورانگہ
واکنوں کہ بہ فرمان تو ام حیرانم
انقصہ چہاں وار کہ قوار و مرزا

خدا ہم وقت سے بہار لائے یعنی رشی اور ارادہ سے تو اس دنیا میں آئے ہیں کیا آپ

میں تو سب سے بدستور ہوں۔ دیکھتی تھی کہ پردے میں پڑا سو رہا تھا تو اسے حکم دیا کہ اٹھ اور دنیا میں جا کر سارے
 بات میں شور برپا کر دے۔ میں تیرے حکم سے مجبور رہتا چلا آیا۔ اور اب جبکہ تیرے ہی حکم
 کی تعمیل میں نہ وقت ہوں تو مجھ پر سختی نہ ہوئی چاہئے بس ابسار کہہ کہ شراب کی بوتل ٹیڑھی
 بھی رہے اور شراب بھی نہ گھرے یعنی میں تیری مرضی اور تیرے ارادہ کے سامنے مجبور رہی
 رہوں اور مجھے تکلیف و اذیت بھی نہ پہونچے۔

لو دے کہ ہو وقت بہ خور و خواب نیاز
 کر نہ نیاز شدت این چار اشار
 سر یک بتو ایچہ و ادب تانہ نیاز
 تا نیاز چنان شوی کہ بودی ز آغاز

(۷۹۵)

اپنے تار اور اپنے انجام پر غور کرتے کرتے خیام جب پریشان ہو جاتا ہے اور کچھ
 سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا سبب اور کیا حکم ہے تو مجبور ہو کر وہ اس طرح اعتراضات بھڑکاتا ہے
 کہ کاش میری جان کو یہ کہانے اور سونے کے جھگڑے نہ لگے ہوتے، ورنہ جس طرح میری رشت
 آئے، سب اسی طرح میرا جسم بھی ان قیود سے آزاد ہوتا، لیکن کیا کیا جائے کہ میرے جسم سے
 ہمارے سر کی رشتہ بن سے کہ میرا جسم بنا ہے نیچے نیاز مند بنا دیا اور میرا سر ان ضرورتوں کے
 آسکے جھکا رہا یہ آتش و آب اور خاک و باد کی آلودگیاں اگر نہ ہوتیں تو میری روح کو
 نہ غذا کی ضرورت تھی اور نہ آرام اور خواب کی اور ضرورت اگر نہ ہوتی تو پھر یہ نیاز مندی
 بھی نہ ہوتی جو باعث پستی و ذلت ہے۔ اور پھر یہ چاروں شریک بھی ایسے ہیں کہ میرے
 مرتے ہی جو جو کچھ جس کسی نے دیا تھا واپس لے لے گا۔ آگ آگ میں ہوا ہوا میں خاک
 خاک میں اور پانی پانی میں مل جائے گا اور میں ویسے کا دیا ہی رہ جاؤں گا کہ جیسا کہ
 ابتدا میں تھا۔

مستوق کہ عمرش چو غم باد و دراز
 اور در "تعلیل" بنو کرد آغاز

(۷۹۶)

بہشت و جہنم و سب سے چشم و پرشت
 در دور آسپاں آغاز

بہشت و جہنم و سب سے چشم و پرشت
 در دور آسپاں آغاز

کہی ہیں یہ رہائی کی، اسی نوعیت کی ہے۔ اس میں نہ فلسفہ و حکمت ہے اور نہ ہندو مغلطت صرف ایک سادہ سبب النفل یا معبود کے کو نظم کرنا منصوص تھا اور بس۔ کہنا ہے کہ میرے شوق نے خدا اس کی عتر اتنی ہی لپی کر کے کہ جتنا میری مصیبتوں کا سلسلہ ہے آج پھر از سر نو مجھ پر ہنسی کرنی شروع کی ہے۔ وہ ہر بانی یہ ہے کہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے دیکھاؤ چلا گیا گو یا بالکل ایسا ہی کہ جیسے وہ مثل ہے کہ نیکی کر اور دریا میں ڈال۔ عاشق کی آنکھ چونکہ ہمیشہ پر غم اور آنسوؤں سے ہماری رہتی ہے اس لئے اس کے دریا فرض کر لیا اور معشوق کا عاشق کی طرف دیکھنا ایسا کہ خیر تھا جسے انجام دے کر گو یا اس نے دریا میں ڈال دیا۔

از غم تو چونکہ می تراشد شب و روز
گزار کہ بر تو خاک پاشد شب و روز
روز و شب خویش را بشاد می گذران
اسے پس کہ نباشی تو و پاشد شب و روز

(۲۹۷)

اس بات میں میری مرغوب اور دلپند خیال موجود ہے جو خیاام کے فلسفہ کی روح ہے یعنی رنج و غم نہ کرنا اور زندگی کو خوشی و شادمانی میں گزارنا۔ کہنا ہے کہ جبکہ یہ مشاہدہ ہے کہ ہر دن اور ہر لمحہ ہماری عمر میں سنہ ایک خبر و ہر اکٹھی اور چھپائی رہتی ہے تو بھی اسے اتنا مدفع نہ دے کہ وہ تو اسی طرح کلم کرتا کرتا ایک دن میری عمر کا فاتحہ ہی کر کے تجھے خاک کے نیچے و باد سے اورتا اس حسرت ہی میں رہ جائے کہ مائے اس زندگی سے کوئی نطفہ نہ اٹھایا۔ تو بھی ایسا کر کہ اپنے دن اور رات کو خوشی اور خرمی میں گزار کیونکہ ہونا ہی ہے کہ ایک دن تو نہ ہو گا۔ اور شب و روز سی طرح رہیں گے۔

باردیم پاک حاصل و عاقل آئینہ
ہر نا اہلان خبر از فرستاد گریز
گر ز ہر و بد ترا خرد مستند ہوش
ورنوش مستور دست نا اہل بریز

(۲۹۸)

خبر و ندو اور رنج و غم کی زندگی گزارنے سے بدیں چیز سے خیاام کو سخت
عجب سے دیوید سے ہوا ان سے بدیں چیز سے خیاام کو سخت
خبر و ندو اور رنج و غم کی زندگی گزارنے سے بدیں چیز سے خیاام کو سخت

ہزاروں کوں دور بھاگو۔ اگر عقل نہ تھی تو اسے پی جائے کیونکہ اس میں
بھی کچھ نہ کچھ حکمت پوشیدہ ہوگی۔ لیکن کوئی جاہل اور سبیل عقل شخص اگر شہ کا بھرا یا لہ بھی
پیش کرے تو اسے پینکدو۔

یارب تو جہاں آں مہر مہرا نگیز

آراستہ بہ سنبھل سنسیر

(۲۹۹)

پس حکم بھی کنی کہ درو سے مست

ایں حکم پیمان ہو کہ کج دار و مرید

گناہ کی لذت اور ممنوعات کی دلکشی پر شراب نے بہت کچھ طمع آزمائی کی ہے اور ثابت

جب تک انسان کی مجبوریاں اور عذریاں باقی ہیں اسی طرح یہ سند مترفع بحث

میں تار سے کا خیام نے بھی اس مسئلہ کے متعلق بہت سی نہایت دلچسپ اور پر لطف باتیں

کہی ہیں۔ اس رباعی میں بھی وہ کہتا ہے کہ یا اللہ یہ عجب مانتا ہے کہ تو نے اس پر ہی جہاں

کو تو اس قدر دلاؤ ویر حسن اور اس کے ساتھ ایسے مشکابو کیسے زید سے ہیں کہ جو دیکتا ہے ہی

اوٹ جاتا ہے۔ اور ایسا کرنے کے بعد ہمیں تو یہ حکم دیتا ہے کہ اس کی طرف دیکھو بھی نہیں اب

تو ہی انحراف کر کہ یہ کیسے ممکن ہے یہ تو بالکل ایسا ہی حکم ہے کہ کسی کو بھرا ہوا پیالہ یا بوتل دیدیا

اور اس سے یہ کہا جائے کہ دیکھو اسے پیڑا کر کے۔ کھوڑ کوئی نظرہ کرنے نہ پائے مطلب یہ ہے

کہ حسن کی طرف اگر ہمارے دل کو رغبت ہے یا دنیا کی کسی اور لذت کی طرف ہماری طبیعت

کا میلان ہے تو اس میں ہمارا تصور کیا ہے۔ تو ہی نے ہمیں ایسی طبیعت دی ہے جو حسن کا اثر

قبول کرتی ہے اور تو نے ہی حسن و جمال کو اس درجہ دلکشی بنایا ہے۔ پھر ہم سے یہ توقع کہنی

فصول ہے کہ ہم مقصودائے بشریت سے بالاتر ثابت ہوں گے۔

اسے واقف اسرار ضمیر ہم کس

در حالت عجز و استغییر ہم کس

(۳۰۰)

یارب تو ہر احوال پہ وہ وعذر پذیر

اسے تو پہ وہ عذر پذیر ہم کس

کبھی کبھی خیام ایک سیدھے سے مسلمان کی طرح ہی درگاہ باری تعالیٰ میں عرض

تجانبہ گزرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس رباعی میں وہ بڑے فن و حسن دل سے دھارے

ہاتھ اٹھاتا ہے اور مار کا درد اور بے حرکت میں مرض کرنا ہے کہ اسے سب کے دلوں کے بیدار
 بنانے والے اور اسے بے خبر و رہنما کسی کی حالت میں ہر شخص کی دست گیری کرنے والے
 خدا! میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں تو میری توبہ قبول کر اور میرے سزا کو پھیرائی کا
 شرف بخش تو ہی سب کا سزا دہشت والا اور سب کی توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

آنانہ دواں کشتن این زیر طاس

و انجام خرابی نہیں نیکیاں طاس

(۳۰۱)

دانستہ نمی شود بہ معیار مقبول

سنبیدہ نمی شود بہ مقیاس نیاس

اس دنیا کے آناز اور اس کے انجام پر مدتوں غور و فکر کر کے پریشان اور عاجز
 ہو جانے کے بعد خیام کتنا سمجھتا تھا کہ سہان پر جو یہ سنہری طباں دوڑنا پھرتا ہے اس کی ابتداء
 کی حقیقت اور اس نیکی بنیاد کی بربادی و تباہی کے انجام کی ماہیت عقل کے معیار سے
 معلوم نہیں کی جا سکتی اور نیاس کی ترنہ واسے تو سننے سے عاجز ہے۔

از حادثہ زماں آئندہ میسر

وز ہرج و مرج نیست پایندہ میسر

(۳۰۲)

این یک دم نقد را نیست می وال

از رفتہ میندیش وز آئندہ میسر

خیام کہتا ہے کہ آئندہ زمانے کے حادثات کے متعلق کسی سست کچھ مت پوچھو اور اس

بات کی مطلق فکر نہ کر کہ کل کہا ہو گا اور سی طرح جو کچھ اس زمانے میں تجھ پر گزر رہا ہے
 وہ چونکہ عارضی اور نامائداں چیز ہے اس لئے اس کے متعلق ہی تشویش کی ضرورت نہیں۔
 اگر ایک کامیاب زندگی کی خواہش ہے تو ای ایک لمحہ کو غمت سمجھ کہ جو بچے اس وقت
 حاصل ہے اور اسے خودی و مشاومانی میں گزارنا نہ گذرے ہوئے سے کچھ مطلب رکھ کہ کیا
 کچھ گزر چکا ورنہ آئندہ کے متعلق یہ بے مثال دل میں پیدا ہونے دے کہ ل کہا ہو گا۔

سے چرخ سبب خوش و دواں پروردگار

بہرگز و کجا تو بر مراد و دل کس

پر نہ گھٹا اثر نہیں و دست سبب

ٹاکس تو کسے کتنی وکس را نا کس

وہ سرے شہر کی طرح آسمان کی شکایت خیاں کی زبان سے بھی کہی جاتی ہے۔ کتاب ہے کہ اسے کپٹے اور کپٹوں اور نا اہلوں کے پریش کرے داسے آسمان تو سے کہتی ہے نہ ہو گا کہ تو کسی کے دل کی مراد پوری کر دے اسے پرش اور اسے فلک بس تیری تو یہی عادت ہے کہ تو نا انشوں کو توڑنا کرنا حسب غرض شان بنا دیتا ہے اور جو لائق ہیں اور درحقیقت ہر عزت کے مستحق ہیں انہیں ہر دبا کر اور ان پر جو ر و ظلم کر کے نا اہل اور ویس بنا دیتا ہے۔

مرغے ویدم شستہ بر بادہ ٹوس

دریش تادہ کاہ کیگا وکس

(۳۰)

باکلا تھی گنت کہ افسوس افسوس

کو باکلا تیرے باکلا کجا نا لہ کرے

اس دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی کا ہی خیاں ہر کے دل پر بہت سی گہرا اثر ہے اس کے متعلق اس نے طرح طرح سے بہت سی رباعیوں میں اظہار خیال کیا ہے۔ اس رباعی میں بھی یہی ذکر ہے۔ کہ یہ شہر ٹوس کے قلعہ پر ہے ایک پرند کو پیش ہوا دیکھا جس کے سامنے ابرن کے مشہور اور جہل القدر بادشاہ کیگا ٹوس کے بیڑے کی بڑی رکی تھی۔ وہ جالور اس کے سے کہہ رہا تھا کہ یہاں بنا دانا ہے اسے افسوس بادہ حضور کے نویت اور تار سے کیا ہوئے جو اس بادہ پر بھی کرتے تھے اور اب بادہ کے سے اور بادہ کی آواز کیوں نہیں آتی؟

ما چند کھم عاصہ نادانی خویش

بگشتہ دلی من زیریشانی خویش

(۳۱)

زنا مغال کہ بر میان خواہم ہرست

داز چہ از رنگ مسیحاں خوش

خیام عید رہا کی طرح سے بیزار ہے اس دنیا کی بے ثباتی اور حیرت ہوتی ہے کہ اسے اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کی غیر سب سے نہ ہونے کی خبر ملتی ہے۔ سچ اگر کہ یہ طریق خیاں ہندوؤں کے سے پھر اس دنیا میں آئے اور ہماری آبادی کے اور ہماری

پست اور ذلیل، اخلاق کا مشاہدہ کر کے تو شاید یہ صحیح ہی اسلام سے تو بہ کر کے کفر اختیار کرے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اپنی نادانیوں کے تذکرے کب تک کئے جاؤں اور کب تک یہ رونارہ کئے جاؤں کہ تم ایسے گمراہ ہیں، ایسے ذلیل ہیں، اور ایسے پست اخلاق ہیں؟ میری پریشانی نے میرے دل کو غم سے بھر دیا ہے۔ اور میں ہر وقت قوم کی تباہی اور اس کے شیرازہ کے انتشار پر آنسو بہا یا کرتا ہوں۔ میں جو ارادہ کر رہا ہوں کہ آتش پرستوں کی طرح نکلے میں جہنم ڈال دوں اگر میں ایسا کر گزروں تو تمہیں معلوم ہے کہ کیوں ایسا کروں گا۔ اس کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ مجھے خود کو مسلمان کہتے شرم آتی ہے اسلام نے جن اخلاق فاضلہ کی تعلیم دی تھی اور ہمیں انسانیت کے جس عروج پر پہنچا دیا تھا وہاں سے گر کر اور ان تمام خوبیوں کو چھوڑ کر اب میں کس منہ سے کہوں کہ میں مسلمان ہوں۔

اڑنا بد ہا زرد و مکن چہرہ خویش
وز آدرہا آب مکن نہ چہرہ خویش
بر دار ز دنیا کے دنی ہرہ خویش
زاں پیش کہ دہری کشد دہرہ خویش

(۳۰۶)

غم فر داور فکر ماضی پیام کے فلسفہ میں بے معنی اور لغو چیزیں ہیں نہ وہ اسے گورا کرتا ہے کہ گزشتہ کے لئے سر کڑے بٹھا رہے اور نہ اسے یہ پسند ہے کہ آئندہ کی فکر میں اسے دل تنگ اور پریشان رکھیں وہ کہتا ہے کہ جو کچھ ابھی تک عالم وجود میں نہیں آیا ہے اس کے اندیشے سے اپنا پتہ زرد نہ کرنا اور جو کچھ آچکا اس کے خوف سے اپنا پتا پانی نہ کر۔ اس ذلیل اور کمپنی دنیا سے جو کچھ حصہ تجھے ملے وہ لے لے اس سے قبل کہ زمانے کا سنگدل یا کچھ اپنا چہرہ سنبھال لے اور تیرا کام تمام کر دے۔

ایام شباب رفت و خیل شمش
تلخ است مرا عیش و لے می شمش
ہیں قامت بھی تیر سے نشستہ کہاں
نہ کرو دام نہ عصا و خوش و غمش

(۳۰۷)

کتاب کے گہرے بیرونی اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے اندر سب تذکرے اب ہر ایک نے میرا پیش رخ کر لیا ہے لیکن میں اپنی کتاب کو چھوڑ کر اپنی زندگی میں رہا ہوں۔

میرا تیر سا قد بھک کر کمان بن گیا ہے مگر مجھے کچھ پرواہ نہیں سنا میں نے ایک سدا کے ذریعہ
سے اس کمان پر چڑھ چڑھایا ہے اور اسے برا پر کھینچا رہتا ہوں۔

اسے چرخ ہر املش بہ بدستی خویش
بشناس بلند می من و پستی خویش
من خود ز غم عشق و تمیدستی خویش
پوستہ ملول با ستم از ہستی خویش

(۳۰۸)

آسمان کو مخاطب کر کے خیام کہتا ہے کہ اے آسمان اپنی بدستی میں مجھے ہلک نہ کر
ذرا اپنی پستی پر اور میرے بلند مرتبہ پر نگاہ ڈال کہ تو کیا چیرے اور میں کون ہوں میں وہی تو
ہوں کہ جسے اس نے اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا ہے اور جسے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا تو مجھ
سے کیوں الجھتا ہے میں تو خود ہی عشق اور مفاسی کے غموں میں گرفتار ہوں اور ہمیشہ غمگین
اور اپنی زندگی سے تنگ رہتا ہوں۔

غم چند خوری بکار نہ آئندہ پیش
رج است نصیب مردم دورانیش
خوش باش و جہاں تنگ کن بر دل خویش
کز خوردن غم قضا نہ کرد و کم و بیش

(۳۰۹)

کہتا ہے کہ جو مصیبتیں ابھی تک آنی ہی نہیں ہیں ان کا غم کب تک کھایا کرے گا
اور کل کی فکر سے آج ہی تیرے دل پر ہول سوار رہے گا خوب سمجھ لے کہ جو لوگ دورانیش میں
اور پہلے سے پہلے آئندہ کے معلق غور و فکر کرتے رہتے ہیں ان کے نصیب میں غم اور پریشانی
کے سوا اور کچھ نہیں ہے تجھے چاہئے کہ تو ہر وقت خوش و غم سے اور اپنے دل کے لئے
اس دنیا کو ایک برقع اور ایک مصیبت نہ بنا لے کیونکہ قضا و قدر ہر حکم تیرے غم کھانے اور
بھانے سے بدل نہیں سکتا اور جو مصیبتیں پیش آتی ہیں ان میں کسی قسم کی کمی نہ آجائے گی۔

پند سے و ہمہ تن اگر بھین داری گوش
از ہر خدا جامہ تزد و پر پیوستن
حقے ہمہ روزہ است و دنیا بکرم
از ہر دے ملک ابد را مفرد من

(۳۱۰)

کتاب ہے کہ اگر تیرے تو میں تجھے ایک نصیحت کروں اور وہ یہ ہے کہ خدا کے لئے تو مکر
 دنیا کا جامہ نہ پہن اور اپنا تقدیر اور اپنی پار سائی جتنا جتا کر لوگوں کو دھوکا نہ دے کیونکہ
 یہ دنیا جس کے حاصل کرنے کے لئے تو مکر و فریب کا جال پھیلا نا چاہتا ہے صرف چند روزہ
 بلکہ شاید دم بھر کے لئے ہے اور وہ جتنے کہ جسے تو اس دنیا کے لئے قربان کرنا چاہتا ہے
 ہمیشہ رہنے والی چیز ہے ایسی صورت میں یہ مناسب نہیں ہے کہ تو محظہ بھر کی دنیا کے بدلے
 میں عقیقی کی دائمی و رابہی زندگی کو بیچ ڈالے۔

درکار گہ کو زہ گرے بودم و دوش

دیدم دو ہزار کو زہ گویا و خموش

(۳۱۱)

ہر ایک زبان حال با من گفتند

کو کو زہ گر و کو زہ خرو کو زہ فروش

اس دنیا کی نابا بنداری اور بے نہائی ہر وقت خیاام کے پیش نظر رہتی تھی۔ یہی وجہ

ہے کہ اس کی رباعیوں میں اکثر یہ مشیون پیا جاتا ہے کہ کتاب ہے کہ کل میں ایک کھار کے کارخانے

میں گیا تھا وہاں ہزار ہا کو زہ سے نظر پڑے کہ جو بیٹا ہر تو بے جان اور خاموش تھے لیکن باطن

ہر صاحب فکر کو ایک پیغام دے رہے تھے۔ زبان حال سے ان کو زہوں نے مجھ سے کہا کہ

جناب اب وہ کو زہ سے بنائے والے اور کو زہ سے خریدنے والے اور کو زہ سے بیچنے والے سب

کہاں ہیں۔

نہیں پیر میں عمر کہ ہر شب افلاک

برود خستہ و کرد گریبا نش چاک

(۳۱۲)

مہر روز ہے زمانہ شاد و غمناک

از آب پر آورد و فرد پر دہناک

کتاب ہے کہ ہر رات کو یہ سہارن صحت سے بونوں کی دھوکے لباس پہنتے اور پھر اٹھ کر

پھاڑ ڈالتے ہیں اور سرور و بہانہ بہت سے خوش اور رنجیدہ آدمیوں کو پانی سے نکالتے ہیں

اور خاک میں دفن کر دیا کرتا ہے، گویا یہ دنیا ایک نہا شاگاہ ہے جہاں صحت و ان ہی ہوا کرتا

ہے کہ انسانی کٹھن لباس کسی نچانے والے کی انجلیوں کے اشارے سے پر آتی ہیں اور سوڑھی پر

نابج کر دیا ہر جہاں ہیں۔

اے چرخ فلک نہ مان شناسی نہ نمک

پیوستہ مرا برہنہ سازی چرخ فلک

اے چرخ ز نے دو شخص پوشیدہ تھو

پس چرخ ز نے بہ از تو اے چرخ فلک

(۳۱۳)

آسمان کو چرخ سے تشبیہ دے کر خیام کہتا ہے کہ اے آسمان کے چرخ تو اس قدر بے تیر اور ناقدر شناس ہے کہ نہ تو روٹی کو پہچانتے اور نہ نمک کو۔ تو ہمیشہ مجھے پھیلی کی طرح تنگوار کہتا ہے اور تن ڈھکنے کے لئے پیرانک نہیں دیتا۔ عورتوں کے چرٹے سے اتنا تو فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے دو چار آدمیوں کے بدن تو ڈھک جاتے ہیں، پس تجھ سے نو عورتوں کا چرخہ ہی بہتر ہے۔

از آتش آخرت نہ می داری پاک

در آب ندامت نشدی بہرگز پاک

چوں باد اجل چراغ عمرت بکشد

ترسم کہ ترا زنگ نپندیرد خاک

(۳۱۴)

خیام کہتا ہے کہ تو ایسا گناہ گار ہے کہ تجھے آخرت کی آگ مینی دوزخ کا خوف بھی گناہوں سے باز نہیں رکھتا۔ تجھے اپنے مذہب اور خراب افعال پر کبھی شرم بھی نہیں آتی کہ ندامت اور شرم کے ہانی ہی سے تیرے گناہ دھل جاتے۔ جب وہ وقت آئے گا کہ موت کی آندھی تیری عمر کے چراغ کو گل کرے گی تو اس وقت مجھے اندیشہ ہے کہ شاید تجھ جیسے گناہ گار کو خاک ہی قبول نہ کرے گی۔

گر گل نبود نصیب ما خارا نیک

ور نور نہ می رسد بہ ما نار نیک

ور خرقة و خالقہ و شینی نبود

ناقص و کلیسیا و زمار نیک

(۳۱۵)

کہتا ہے کہ بلا سے اگر ہمارے نصیب میں چور نہیں تو دشت بن گیا ہرے میں کھانٹے تو ہیں۔ اگر نور تک ہماری رسائی نہیں ہے اور اس سے سب سے بدبو سے کا ہمارے موقع نہیں ہے تو غم کس بات کا؟ آگ تک تو ہماری رسائی ہے۔ سی مرت اگر جبہ و قبا

اور خانقاہ اور شیخو خست کا مرتبہ ہمیں حاصل نہیں ہے تو نہ ہو پر وا کس بات کی ہا تا توں اور
 اگر جا اور جیو تو موجود ہیں انہی سے کام چلا لیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ہمیں دنیا کا عیش و آرام
 یا مذہب اسلام کا منافی سامان میسر نہیں ہے تو اس سے ہمارا کیا بگڑتا ہے۔ اس دنیا کے
 چند روزہ قیام کو ہم تکلیف ہی میں بسر کر لیں گے اور تسبیح کا کام نہ مارے لے لیں گے۔ خدا نو
 ہمارے دلوں کو اور ہماری غبٹوں کو دیکھتا ہے تسبیح کے دانوں یا جیو کے تانوں کو تھوڑی
 دیکھتا ہے۔

پوں باد بہ زلف اور سچیدن شکل
 وز اسب غمش عشاں کشیدن شکل
 گفتند بیدہ روئے او شوال دید
 گردیدہ ماست دیدہ دیدن شکل

(۳۱۶)

کہتا ہے کہ ہوا کی طرح مشوقوں کی زلف تک پہنچنا سخت دشوار ہے اور اس کے
 غم کے گھوڑے سے باگ کینچ لینا بہت مشکل ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس محبوب مطلوب کو آنکھ
 سے نہیں دیکھ سکتے ہیں اگر دیکھنے والی آنکھ ہماری آنکھ ہے تو واقعی اسے دیکھنا بہت مشکل ہے

از جرم حنیض خاک تا اوج زحل
 کردم ہمہ مشکلات گردوں راحل
 بیروں جستم ز بند ہر مکر و حیل
 ہر بند کشادہ شد مگر بند اجل

(۳۱۷)

خیام کہتا ہے کہ زمین سے لیکر آسمان تک اس آسمان کی پیدا کی ہوئی جتنی بھی دشوار
 و مشکل ہیں میں نے ان سب کا حل تلاش کر لیا اور ان سب کو آسان بنا دیا اور ہر مکر اور
 ہر حیل کی قید سے کوہ کو دکر باہر نکل آیا لیکن ایک قید ایسی ہے جسے نہ کسی طرح نہ لوث سکی
 اور وہ اجل کی قید تھی۔

اسرار تحقیقت نشو و حل بہ سوال
 نہ نیز بہر باختر لغت و مال
 تا جاں نہ کنی خون بخوری پنجہ سال
 از قال تر رہ نہ نمایند بہ حال

(۳۱۸)

کتاب ہے کہ حقیقت کے پسید بحث و تحقیق کے ذریعہ سے حل نہیں ہوا کرتے اور نہ مال
 زر لٹا کے فقیر بن جانے سے یہ مقصد حاصل ہوا کرتا ہے۔ گی یا معرفت الہی نہ تو علمی مباحث
 کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور نہ دنیا کا عیش و آرام پیوڑ کرنا سبب بنیانا ہی اس کام
 کے لئے کچھ مفید ہوا کرتا ہے۔ جبکہ آدمی برابر بچاں بس تک بنی جان اپنے مقصد کے لئے
 قربان نہ کرے اور اپنا خون دل نہ کھائے اس وقت تک قال سے حال کی طرف رہنمائی
 نہیں کی جاتی اور ظاہر سے باطن کی طرف جانے کا راستہ نہیں ملتا۔

کس غلو و عجم را ندید است ایدل
 کو کس کہ ازاں بہاں رسید است ایدل
 امید و ہراس با بچہ رست کزاں
 جز نام نشانے نہ پدید است ایدل

(۳۱۹)

جنت دوزخ کے فاصلے سن کر خیام کتاب ہے کہ اسے دل آجتک نہ کسی نے جنت
 کو دیکھا ہے اور نہ دوزخ کو۔ دنیا میں ایسا شخص دنیا ہے جو اس جہاں سے آیا ہو اور اپنی
 آنکھوں دیکھے حالات سے ہمیں خبردار کرے۔ ہمارے دل میں بہشت کی امید اور دوزخ
 کا خوف صرف اسی لئے موجود ہے کہ ہم اصلیت سے تو آگاہ نہیں ہے اور ان چیزوں کے
 نام کے سوا کہیں ان کا نشان اور پتہ موجود نہیں ہے گویا امید ہو یا خوف سب فرضی اور
 خیالی چیزیں ہیں۔

یزد چو نخواست آنچه من خواستہ ام
 کہ گزرد در است آنچه من خواستہ ام
 گر جملہ صواب است کہ او خواستہ است
 پس جملہ خطاست آنچه من خواستہ ام

(۳۲۰)

خیام کتاب ہے کہ جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ بھی خدا کو منظور نہ ہوا اور اس دنیا میں مجھے ہمیشہ
 اٹ ہی باتوں سے واسطہ پڑتا رہا کہ جو میری مرضی کے خلاف تھیں تو پھر مجھ کو میرا چاہیے
 کھٹکاتا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ جو کچھ خدا نے چاہا وہ سب بہائی اور وہ سب سچا تو خدا
 ہے کہ میں نے جو کچھ چاہا وہ سب غلط اور مہنی پر خطا تھا

از خالق کردگار و زربہا و عجم

(۳۲۱)

تو مید مشو بہ جرم و عصیان عظیم
گرفت و خراب بودہ باشی امروز
فردا بخشد پر استخوان ہائے رحیم

خیام کا دل امیدوں سے بھر پڑے۔ وہ کہی کسی حالت میں بھی مایوس ہونا پسند
نہیں کرتا وہ کہتا ہے کہ اس خالق کا راز اور اس رحم و کرم والے خدا سے کہی نا امید ہونو
خواہ تیرے جرم و گناہ کی فہرست کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ آج اگر تو شراب پی کر سرت پڑا
رہے گا۔ اور بچے کسی بات کا بوش نہ ہو گا تو یقین رکھ کہ کل ہی گناہ میری بخشش کا باعث نہیں
اور وہ کریم و رحیم میری ٹلی اور ستری ہونی پڑوں کویشے گا کیونکہ اگر گناہ نہ ہو تو کچھ بخشش کیسی

گر میں گنہ روئے زمیں کر دستم
عفو تو میداست کہ تیر دستم
گفتی کہ برہنہ تیر دستم
عاجز تر از میں عفو کہ اکنول دستم

(۳۲۲)

کتنا ہے کہ اگر میں نے دنیا بھر کے گناہ بھی کئے ہوں، دوساری کر رہی اور شراب
خواری میں گزار لی بڑ چہ بھی مجھے امید ہے کہ تیرا عفو و کرم میری دستگیری کرے گا اور یہ
معاف کروا جاؤں گا۔ تو نے کہا ہے کہ جب میں عاجز و ناچار ہوں گا تو اس وقت تو میرا
ہاتھ بڑھے گا، در میری مدد کرے گا تو اسے میرے خدا اب، اس سے زیادہ عاجز میں اور کیا
ہوں گا بتا کہ اب ہوں، وقت آ گیا ہے کہ تو میری مدد کرے اور مجھے اس سے زیادہ عاجز
نہ ہونے دے۔

یار تو کلمہ ہر شتہ من چہ کہم
پیشم و قسیم تو است شتہ من چہ کہم
ہر شیک و بد سے کہ از من آمد و بود
تو بر سر من تو شتہ من چہ کہم

(۳۲۳)

اپنی مجبوری و بے اختیار بی برائی میں غور کرنے کے بعد خیام یہ دیکھتا ہے کہ
زمانہ کو قضا و قدر سے اس قدر وابستہ ہے کہ اس کی طرح ناپید ہونا ہے اور کسی بھی زندگی کے
انحال میں بھی اسے کوئی دخل نہیں پڑتا وہ اپنے سینہ کیسے دے گا کہ اسے کب کب سے

کہ یا اللہ میں کیا کروں میرے خیر کی بٹی تو نے اپنی مرضی سے جیسی چاہی ویسی کر دئی اور میرے
جامہ تن کا تانا بانا ان یار شتم سے جیسا تو نے چاہا ہُن دیا اب اچھا یا بُرا جو کچھ بھی میں کرتا ہوں
اور جو افعال بھی مجھ سے ظہور میں آتے ہیں وہ تو ہی نے تو میری تقدیر میں لکھ دیئے ہیں پھر میں
کیا کر سکتا ہوں اور گناہ و خطا سے کس طرح باز رہ سکتا ہوں۔

بِالْغَفْلِ مِمَّا يَشْتَرِي بِرُغْمٍ وَرُغْمٍ
وَزَكَرْوَةٍ خَوْشِ تَنٍّ بِدُرُومٍ خَوْشِ تَنٍّ
گیرم کہ زمین در گزرائی بہ کرم
اس شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کتم

(۳۲۲)

ہم سے جب کوئی خطا سرزد ہو جاتی ہے اور کسی کی سعی و سفارش سے یا خود اپنے
رحم و کرم کے جذبے سے مجبور ہو کر اگر حاکم وقت اسے معاف کر دیتا ہے تو ہم اسے بخیانتی
خوش قسمتی خیال کرتے ہیں اور اس طرح نہ اسے بچ جانے پر ہمیں دلی مسرت ہوتی ہے لیکن خیام
کی طبیعت اس سے بہت زیادہ غیر تمند اور اس کے جذبات و خیالات اس سے بہت زیادہ
بلند ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ بارالہا میں رات دن اپنے نفس سے لڑتا رہتا ہوں اور تاحدا مگر
اس کی خواہشوں کے خلاف کام کرتا ہوں لیکن اگر پھر بھی مجھ سے کوئی خطا یا گناہ سرزد ہو جاتا
ہے تو اپنے اس فعل سے مجھے سخت رنج پہنچتا ہے۔ اب اگر میں یہ بھی فرض کر لو کہ تو اپنے رحم و کرم
سے کام لے کر میری خطائیں بخش دے اور مجھ سے کچھ باز پرس نہ کرے تب بھی میں تو اس غیرت
کے مارے مرا جاتا ہوں کہ تو نے مجھے گناہ کرتے دیکھ لیا۔ اس شرم کو میں کیا کروں۔ اس عیش و
مے تو وہی بہتر تھا کہ مجھے میرے قصوروں کی سزا مل جاتی۔

شد دعوی دوستی دریں دیر حرام
الفت نہ کہ ہر دمے کجا؟ دوست کلام
دامن زہمہ کشیدن او سے باشد
از دور ہر یکے سلام است و کلام

احباب زمانہ کی سردہری اور وفائی سے تنگ آ کر خیام کہتا ہے کہ اس دنیا میں دوستی
کا دعویٰ کرنا تو حرام ہو گیا ہے بھلا محبت کس سے کرے، محبت کے قابل انسان ہیں کہاں
اور دوست کا وجود ہے کس جگہ، یہاں تو یہی مناسب ہے کہ سب سے اپنا دامن بچائے

ہو سکے ہیں جا اور دور ہی سے سب کو دیکھ کر مایا جاسکے۔

تاملین نہ بری کہ من بخود موجودم

(۳۲۳)

یا میں روئے تو آہ بخودم پیو دم

چوں بود حقیقت مرا اندر سے بود

من خود کہ پدم کیا بدم اس کے بودم

پیام کہتا ہے کہ کبھی کبھول کہ بھی یہ گمان نہ کرنا کہ ہر ایک اگر سننے والا کوئی نہیں ہے اور

میں اسے نہ سمجھتا ہوں، نہ خود موجود ہو گیا ہوں، یا یہ کہ یہ دشا اور راز نیراں ہیں نہ اندر خود طے کی

ہے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میری جو کچھ بھی اصلیت سے وہ اسی ذات باری کی

تشریف سے بنے ہیں، غیارہ آخر کو ان تمام کمال تھا اور کب تھا؟

منصور زبانیہ آفرینش مایہم

(۳۲۴)

در ہم خود چہ ہر ہمیش مایہم

ایں دائرہ ہاں چہ انکسری است

سچہ ہر شے نقش و نشین مایہم

خیام کو اپنے اثرات، شرافات، شہرت، عزت ہے کہنا ہے کہ دنیا میں خدا نے جو کچھ

بھی پیدا کیا ہے اس تمام آفرینش کا مقصد وہم ہیں۔ اور عقل کے ہم میں بھارت ہم ہی

ہیں، اس دنیا کے دائرہ کو اگر کہیں گے تو ہمیں سمجھنا ہے اور اس میں نہ اس کا بھی شک نہیں ہے کہ

اس انگوٹھی کا ٹکڑہ کر کے فی سبب نہ وہ ہم ہیں۔

استحیرہ زبانیہ آفرینش مایہم

(۳۲۵)

از ادیم کہ لایق ہستیم

گر سہیل تو یا ہے فرد و ناہل است

من ہر پشانی الی ہر دہندیم

انہ کے جو دوست تھے ان کے ساتھ ساتھ رہنے والے تھے، ان کی سب سے بڑی بات یہ تھی کہ

جتنے اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اسے آسمان پر بھرتی کر دینا ہے تو میں اسے لو اور اسے

تو اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے

یہ تو ہے اور اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے

دوسے سے درگزر میں ہی ایسا کہاں کا لائق ہوں اور عقلمند ہوں تو مجھے بھی مال لائق تصور کر کے مجھے آزاد کر دے۔

من ظاہر ہستی و درستی و انعم
من باطن ہر فراز و پستی و انعم
با ایں ہمہ از دانش خود بیزارم
گر مرتبہ و راستے مستی و انعم

(۳۲۹)

خیام کہتا ہے کہ ہستی اور ہستی کا جو یہ سلسلہ اس دنیا میں لگا ہوا ہے اس کے ظاہر سے میں خوب واقف ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جو پیدا ہوتا ہے وہ مرنے والا ہے اس کے علاوہ دنیا کے اور تجھے نشیب و فراز میں ان کی اعلیت سے بھی مجھے آگاہی ہے اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہاں کن لوگوں کو عروج حاصل ہوتا ہے اور کون لوگ زوال میں پڑے رہتے ہیں۔ لیکن اس تمام علم و وقوف کے باوجود میری یہ حالت ہے کہ میں اپنی اس آگاہی و دانش سے محنت بیزار ہوں گا اگر وہ مجھے یہ بتائے کہ دنیا میں بے خودی اور ہستی سے کوئی اور بڑا مرتبہ بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کے لئے اس سے بہتر حالت اور کوئی نہیں ہے کہ وہ اپنا تمام وقت مستی اور بخودی میں گزارے کیونکہ جتنا وقت زیادہ ہوتا ہے ہی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں۔

افسوس کہ بے فائدہ فرسودہ شدیم
وژد اس سپہر سرنگوں سودہ شدیم
ورد او نداشتا کہ چوں چشم زدیم
تا بودہ بکام خویش تا بودہ شدیم

(۳۳۰)

عمر کی بے ثباتی اور دنیا کی زندگی کی بے حاصلی کا خیام کے دل پر خاص اثر ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ سخت افسوس ہے کہ ہم بالکل بے فائدہ شراب و خستہ ہوئے اور ایسے آسمان کے نذرانہ منہیا سے پنا گلا گزرا یا۔ واضح رہے کہ دنیا کے ایک ملک ہیکانے میں ہم ناشاد و نامراد اس دنیا سے ہٹا دیے گئے۔

در مسجد اگر چه با نیاز آمد ایم
حقا کہ نہ از بہر نماز آمد ایم

(۳۳۱)

زیچار روز کے سچا وہ دزدید یکم
آں کہنہ شدہ است باز آید یکم

کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ میں سر نیاز لے کر مسجد میں داخل ہوا ہوں، لیکن
خدا گواہ ہے کہ نماز پڑھنے کی نیت سے نہیں آیا ہوں بلکہ پہلے ایک دن یہاں سے میں نے
ایک جا نماز پرانی تھی وہ اب پرانی ہو گئی اور بیٹھا چلی اس لئے اب پھر آیا ہوں کہ ہو سکے تو
کوئی نیا مسئلہ پھر چرائے جاؤں۔ مقصد یہ ہے کہ آج جن نمازیوں سے تم مسجد میں بھری ہوئی
دیکھتے ہو یہ سب کے سب فریب کار اور دغا باز ہیں ان میں سے کوئی بھی نماز پڑھنے کی
غرض سے مسجد میں نہیں آتا بلکہ ہر ایک کی کچھ نہ کچھ دنیاوی غرض ہوتی ہے، کوئی پارسائی
دکھا کر دوسروں کی نگاہوں میں عزت حاصل کرنا چاہتا ہے، کوئی اپنی نماز کو بیباک
مانگنے کا ذریعہ بناتا ہے۔ اور کوئی اس کے وسیلہ سے لیڈری اور مشیوائی تلاش کیا کرتا ہے

من در رمضان روزہ اگر مے خورم

ناظرین نہ پر ہی کہ بے خبر مے خورم

(۳۳۳)

از محنت روز من چوں شب بود

پنداشتہ بودم کہ سحر مے خورم

کہتا ہے کہ اگر میں رمضان کے روزے کھا گیا اور پابند موم نہیں ہوں تو تم یہ
مت سمجھو کہ میں نے بول کر یہ بے خبری کے عالم میں ایسا کیا ہے روزہ کی تکلیف نے میرے
دن کو رات بنا دیا تھا اور اب جبکہ وہ رات تھی لوہیں نے بلا تکلف سحر می سمجھ کر کھانا کھایا ہے

زین گو نہ کہ من کار جہاں می بینم

عالم ہمہ را بینکاں براں می بینم

(۳۳۴)

سیران اللہ بھر چہ در می شکر م

ناکامی خویشستن در آں می بینم

کہتا ہے کہ اس دنیا کے دوسرے کو اس انداز پر چاہنا ہوا ہے کہ میں دیکھتا ہوں یہی
نظر آتا ہے کہ تمام دنیا تباہ و برباد ہو رہی ہے اور ہر چیز فنا کے رستہ پر نامزن ہے، کہا
خدا کی شان ہے کہ جس چیز پر بھی نظر ڈالنا ہوں وہی بے اثر ہے اپنی ناکامی اور نامرادی
دیکھانی دینی سب دور ہیں کی ترنت امید کی جگہ نہیں آتی

در دائرہ وجود ویر آئندہ اکیم
وز پائید مردی بہ زیر آئندہ اکیم
چوں کمر نہ بر مراد ما می گذرد
اسے کاسن سے آدر سے کہ میر آدر ۱۵

(۳۳۳)

اے ہے کہ وجود کے اس دائرے یعنی دنیا میں ہم درستہ آئے ہیں، اور ناموافق
حالات بات بات کی کمی کے ہیں مردی کے مرتبہ سے نیچے گر رہا ہے۔ ہمارے ہر جگہ ہماری
خواہش و ارادہ کے مطابق نہیں گزرتی، نہ ہر کائنات بسا ہونا کہ وہ ہماری ہر جانی چیز
میں ناخوشگوار زندگی سے تو ہم تنگ آگئے ہیں اور ہم نے پھر پانا۔

پاک اندھ در حکم و ناپاک شہر حکم
سودہ در اندھیم و شہناک شہر حکم
بودیم ز آب دیدہ در آتش دل
دادیم بیاد نگہ و در خاک شہر حکم

(۳۳۵)

ہم نے سوچا کہ ہم سے جب ہم آئے ہیں، ایک محفل اور حضور مراد سے
دنیاوی باتوں پر ہنس کر تم سے، پتہ آپ کو شرب کر لیا، درجب کے تر غلبہ و زنا پاک
ہو کر گئے، وقت کی شگباری، اور وہ وزیری کی درجست ہمارا دل مجھے دتا رہتا پیرشی
ہم نے پنی عمر بربادی و آزار خاک میں مگر خاک ہو گئے۔

چوں آتش اگر بر آسمان بر گذریم
وز آب رواں اگر چہ پاکیزہ تریم
در خاک شویم از ازل کہ خاک کے بودیم
باد مست جمال بادہ بہ تانچہ ریم

(۳۳۶)

اے آتش اگر آسمان پر ہو نہیں یا نہ جگہ سے ہو
سماں و قضاوت میں ہمارے ہر قدم پر ہے، ہم نے ان میں نہایت کوشش کی
پیدا شد خاک سے ہے یہاں سے کہ درامداد کو آج ہے، جس دیکھتے ہیں اس سے
میں دل لگانا یا اس کی محبت میں اپنی جان لگانا، فطرت ہے اس میں ہی بہتر ہے کہ شرب
نہیں اور نہ دنیا سے بہتر ہے جانیر۔

اس وقت تک براہِ پیٹے رہیں کہ جب تک خوشی اور مسرت کے پیروں سے غم و الم کا سفر نہ کچل جائے۔

ایک جو غم ایسا نڈار کہ خوش
گر چائشک بود شام نڈار کہ خوش
چوں بختہ بامی رسد از مطلع غیب
از کس طمع خام نڈار کہ خوش

(۳۴۰)

کتاب ہے کہ اس دنیا کا ایک جو کے برابر ہی مجھے غم نہیں ہے اور میں خوش ہوں اگر
ایک وقت مل گئی اور دوسرے وقت فاقہ گذراتی بھی میں خوش ہوں غیب کے باد چلیا
سے جبکہ پکا پکا یا ہمیں ملتا رہتا ہے تو بھر ہم کسی اور سے کوئی بھیہ وہ لپچ نہیں رکھنے اور
میں خوش اور منتہن ہیں۔

پوستہ ز گردش فلک غمگینم
بائع خیس خوشین در کینم
علی نہ کہ از سیر جہاں پر خیزم
عقل نہ کہ فارغ از جہاں بشینم

(۳۴۱)

کتاب ہے کہ اس سماں کی گردش سے میں رات دن رنجیدہ اور مل رہا ہوں
اور اپنی کینی طبیعت سے کہ جس میں صد باضم کی خواہشات بھری ہوئی ہیں ہمیشہ میری لڑائی
رہتی ہے نہ مجھے اتنا علم و فضل حاصل ہے کہ اس دنیا سے دست بردار ہو جاؤں اور نہ اتنی
عقل کہ دنیا کو چھوڑ کر اور تارکِ لذات ہو کر کسی گوشے میں بیٹھ جاؤں مطلب یہ ہے کہ اگر
کافی علم اور کافی عقل ہوتی تو میں یہ سمجھ سکتا کہ یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں ہے۔

تا چند اسیر عقل جاہر و زہ شوم
در دہر چہ صمد سالار چہ رجب زہ شوم
در وہ تو بجا سہ - نہ زلال پیش کہ آ

(۳۴۲)

در کار کہ کوزہ گز ما کوزہ و سوز
کتاب ہے کہ اس بے وقوف اور معوجہ عقل کے ہم کب کب قید ہی رہیں۔
دنیا کی زندگی کا حاصل تو بہر صورت دہی ہے، خواہ ہم سو برس رہیں یا ایک دن۔

حالت اور۔ یہ صورت ہے تو پھر ناخبراب سے پیالہ بھر دے قبل اس کے کہ ہم خاک میں مل جائیں اور ہماری خاک پیالے اور عراسیاں بنانے کے لئے کمار کے کارخانے میں پونچ جائے۔

بر فرش خاک خفتگان سے پیٹم

در زیریں نشتگان سے پیٹم

(۳۳۳)

چند آنکہ بہ صحرایے عدم سے پیٹم

تا بہ دکان و رفتگان سے پیٹم

خیام جب اس عالم فانی کے رسم و رواج اور اس دنیا کے ناپائیدار کے نظام پر فلسفیانہ نظر ڈالتا ہے تو اس کی عقل حیران رہ جاتی ہے اور کسی طرح اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس آہ و شد کا مطلب کیا ہے اور کیوں ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اس دنیا میں آتے ہیں چند روز قیام کرتے ہیں اور پھر ایک نامعلوم دنیا کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اسی عالم تحریر سے بیدار ہو کر وہ کہتا ہے کہ میں جب فرش زمین پر نظر ڈالتا ہوں تو یہاں بھی سب سوئے ہوئے نظر آتے ہیں اور زمین کے نیچے نگاہ کرتا ہوں تو وہاں بھی لوگ پیچھے ہوئے اور مدھون دکھائی دیتے ہیں اور پھر اپنے تصور کی آنکھ سے جتنی دور تک ہی عدم کے جنگل کی سیر کرتا ہوں تو وہاں بھی نظر آتا ہے کہ ہاتھ نئی نئی رہیں بھری پٹی ہیں کہ جو ابھی دنیا میں نہیں آئی ہیں یا پھر ان مدھون سے جنگل پیٹے پڑے ہیں کہ جو یہاں سے جا چکے۔

بار خمت تو من از کدہ شد لستم

باتو شد تو ز رنج رہ شد لستم

گر لطف تو ام سفید رو انگیزد

یک ذرہ ز نامہ سید شد لستم

(۳۳۴)

کہتا ہے کہ سے باری تعالیٰ جہاں تیری رحمت میرے ساتھ ہے تو مجھ کو کناہوں کی اچھی پروا نہیں اور ان کا بچہ خوف نہیں ہے اور تیرے لطف و کرم کا توشہ جب کہ میری کمر میں بند ہوا ہے تو مجھے ہمسند کی تکالیف کا مصائب ڈر نہیں ہے۔ اگر تیری مہربانی اور تیرا کرم مجھے قیامت کے دن سفید رو بنا کر اور میرے حشر کو نورانی ارکے اٹھائے گا تو مجھے اپنے نامہ اعمال کی سیاہی کا کوئی خوف اور کوئی اندیشہ نہیں خواہ وہ کتنا ہی سیاہ کیوں نہ ہو۔

اسے دوست بیانا غم فروا بخور کم
 دیں ایک دم نقد را غنیمت شمار
 بے حکمت نیست ہر گناہے کہ سر
 پس مانع آیند ز ہر چہ خور کم

(۳۴۵)

پیام پیش امروزہ کا نائل ہے اس کی نظریں غم زدائی کوئی حقیقت نہیں ہے
 کہتا ہے کہ دوستوں کو کل کے غم میں کہل کیا ہوگا اپنی جان کیوں کو نہیں، یہ سنوڑی سی
 فرست جو اس وقت حاصل ہے اسی کو غنیمت بنو گے اس سے فائدہ آتا ہے۔ بعد اگر
 گناہ بھی کرتے ہیں تو خدا کے حکم سے کرنے ہیں اپنی مرضی، روایت اختیار سے نہیں کرتے پھر
 خواہ مخواہ کے لئے آئندہ کے غم و فکر میں کیوں اپنی جان بھرتے ہیں جو چہ ہم کر چکے وہ بھی اسی کے
 حکم سے کیا تھا اور آئندہ جو کچھ کریں گے وہ بھی اسی کے حکم سے نہ رہے وہ جانے اور اسکا

تا نکلن نہ بری کہ از ہاں می ترکم
 وز مردن و ز رفتن چاہی می ترکم
 مردان یہ حقیقت ثابت نہ اس با کم
 چوں نیک نہ زیستہ از آں می ترکم

(۳۴۶)

کہتا ہے کہ تم یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ میں اس دنیا سے ڈرتا ہوں یا مرنے سے اور
 جان دینے سے مجھے خوف آتا ہے۔ یہاں ہرگز نہیں ہے مرنے کا چیز ہی کیا ہے جس سے کوئی
 ڈرے اس سے مجھے کیوں خوف آتا؟ میں تو صرف اس چیز سے ڈرتا ہوں کہ میں دنیا میں
 میں نے اچھی طرح اور نیک زندگی بسر نہیں کی اور اب اپنے خالق کے سامنے کیا منہ
 لے کے جاؤں۔

گر من ز سہ معانہ مستم
 گر کافر و کبر و بہت پرستم
 مہر حاتمہ پر من گناہے زار
 من زارن خودم جہانک مستم

(۳۴۷)

کہتا ہے کہ اگر میں نے شرب پی سہا، نہ سب پی کر رہا ہوں تو کیا ہوا
 تو کسی کو کیا اور اگر میں کافر اور کبر و بہت پرست ہوں تو میں نے کس کو سزا

کتاب پیام خیام



Calcutta Art Press Delhi.

اس کا اثر کیا پڑتا ہے، جتنے گروہ اور جتنے فرقے ہیں سب کے سب میرے متعلق طرح طرح کے
شک اور گمان رکھتے ہیں، اثر انہیں مجھ سے واسطہ نہ کیا، برا یا بھلا جو کچھ بھی ہوں اپنے لئے ہوں
اور نہیں۔

مشرقی ہستی کہ باتو گویم یک دم
کز اول کار خود چہ بود دست آدم
محنت زدہ سرشتہ انداز گل علم
یک چند جمال بخور و برداشت قدم

(۳۴۸)

کہتا ہے کہ تو مرمراز ہے آجکے ایک راز کی بات بتا دوں۔ یہ آدمی جواب دے آپ کو
شریت انہی بوقات کہتا ہے اور ساری دنیا پر حکومت کرنے کی آرزو رکھتا ہے اس کی ہوس
کیا ہے اور اجناس انتہا تک اس پر کیا کیا گزرا کرتی ہے۔ تقنا و قدر کے کارکن من و غم
کی مٹی سے ایک پریشان حال اور محنت کا مارا ہوا پتلا گوندہ کے تیار کر دیتے ہیں وہ چند روز
اس دنیا میں رہ کر اپنی قبر کی دور دنیاں کھا جاتا ہے اور پھر چپکے سے چل دیتا ہے۔

اک آہنت کہ من یوسف مصر چہنم
یا قوت گراں مایہ پر زور و حکم
گشتیم چو یوسفی نشا سے بہنا ہے
لغتاً کہ بچوں غرق نگر پیر ہنم

(۳۴۹)

ابن مالک خیال و سیرۃ و خیام اس طرح بتاتا ہے کہ جب میں باغ میں گیا تو بیویوں
و نسیم کی اشد ہنس و ست و مزاح ہو کر یہ کہہ رہا تھا کہ یہ باغ اگر مصر کا ملک ہے تو میں
اس مصر کا یوسف ہوں اور میرے منہ کی سرخی کا باعث یہ ہے کہ میرا منہ لعل و یاقوت سے
بہر ہوا ہے۔ میں نے اس کی یہ نفی کیا کہ اس سے کہا کہ اگر تو یوسف ہے تو اپنے یوسف ہو کر
کوئی نشانی ہی ہو دکھا۔ اس نے امانہ کے لئے نہیں بتا کہ میرا کرتا خون میں نہا ہوا اور سرخ
اسے اس ذرا کے خیام کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں یوسف کا اہل کمال ہونا مستحالی
کی نہیں بہتہ حضرت یوسف کو اپنے کمال حسن کی بدولت کیا ہوا، مگر تو وہ کرنا جسے خون میں
بھگا کر ان کے بھائی باسند کے پاس لے گئے تھے یا پھر وہ بھی بھئی بھئی جو بیٹیاں ہر شے اڑا
کی نذر ہوئی۔

باز اٹھ تو گر دست و رازی کروم
از روستے حقیقت نہ مجازی کروم
در زلف تو ویدم دل دیوانہ خویش
من با دل خویش دست و رازی کروم

(۳۵۰)

کتاب ہے کہ تیری زلفوں کے ساتھ اگر میں سے دست و رازی کی اور انہیں تھوپا
تو حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی مجازی یا فرضی بات نہ تھی بلکہ تیری زلفوں میں مجھے اپنا دیوانہ
دل چسنا ہوا نظر آیا تھا اور میں اپنے اسی دل کے ساتھ دست و رازی میں مصروف تھا۔

صبح است دے برے گل رنگ ز نیم
وہیں شیشہ نام و سنگ پر سنگ ز نیم
دست از اہل دراز خود باز کشیم
در زلف دراز و وارن چنگ ز نیم

(۳۵۱)

ذات باری کی معرفت کی شراب سے مست ہو کر خیام کہتا ہے کہ دوستو! صبح کا سماں
سماں ہے و در چار چار کوٹ خراب کے نی لیں، درنگ و ناموس کے اس نازک شیشے کو
اٹھا کے پھر پر توڑ دیں، اپنی بی بی امیدوں سے اور تناؤں سے تو پھر ہاتھ اٹھالیں اور پھر
کسی کی زلف و رازی میں ہاتھ ڈالیں یا جنگ و رباب کے تاروں پر مطلب یہ کہ امیدوں کے
سوار سے پر جینے سے یہ بہتر ہے کہ جو پیش ہی آج مہیا ہو سکے اس سے فائدہ اٹھالیں۔

آں پہ کہ نہ جام و بادہ دل شاد نیم
وز نامہ و گذشتہ کم یاد نیم
ایں عاریتی رواق زندانی را
یک لحظہ نہ بند منقل آزاد نیم

(۳۵۲)

کہتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اب دنیا کے تمام دہندوں کو چھوڑ کر اور سرِ قسم کے فکر و اندیشہ
سے منہ موڑ کر ہم خوب شرب نہیں نہ آئندہ کی کچھ فکر نہ کرے گذشتہ کا ستم جو پہ پہوتہ رہا
ہو ہی چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے نہ ہو کر رہ گیا۔ چہر ان کے مثال سے اپنے دل کو کیوں
تکلیف دی جائے اور آئندہ و گذشتہ ہی پر کیا منحصر ہے بہتر تو یہ ہے کہ اپنے اس فرضی
غیر خانہ کو کہ جس کا نام دنیا ہے کہہ دینی منقل اور اپنی فکر سے باہر نکال دیں اور اس کے کسی

خیال کو اپنی تل کے قیور خانہ میں قید نہ رکھیں۔

آں نکلے کہ از اجل گر بزاں گروم
چوں برگ ز شاخ عمر بزاں گروم
عالم ز نشاط دل بہ غزال کہنم
زاں پیش کہ خاک خاک بزاں گروم

(۳۵۳)

کہا ہے کہ اس دلت کہ جب میں موت سے بھاگتا پھروں اور ٹوٹے ہوئے بتے کی طرح
سمر کی شاخ سے ڈٹ کر اڑتا پھروں یہی بہتر ہے کہ اپنے دل کی مسرت کی خاطر تمام دنیا کو
چھان ڈالوں قبل اس کے کہ وہ وقت آئے کہ خاک ہو کر مجھے خال چھاننی پڑے۔

بیک روز ز بند عالم آزاد نیم
بیک دم ز دن از وجود خود شاد نیم
شاگرد می۔ وز گار کردم بسیار
ز دور جہاں بنو ز استاد نیم

(۳۵۴)

کہتا ہے کہ دنیا کے غم و الم سے میرا ایک دن بھی خالی نہیں گذرتا۔ اور ایک بحث بھی
ایسا نہیں ہوتا کہ بے بنی زندگی اور اپنا وجود اچھا معلوم ہو، اور اس سے مجھے خوشی حاصل
ہو میں نے یہ تین زمانے کی سٹا گروی کی یعنی جس حرت اس نے مجھے چلانا چاہا اسی طرح چلا
اور جیسی زندگی بسر کرنے کا اس نے حکم دیا میں نے بسر کی لیکن اخوس کہ اتنی مدت دراز کی
سٹا گروی کے بعد بھی میں تنگ کہی استاد زہن سکا اور یہ نہ بہت نہ آئی کہ اپنی مرضی
اور اپنی خواہش سے مراد بنی زندگی بسر کر سکتا۔

گرد گیر می چگونہ پر وانه کہنم
با عشق توئے چه کونہ آغا کہنم
بیک نخلد سر شایب ویر می نگار
تا چشم بروئے دیگر سے باز کہنم

(۳۵۵)

کہتا ہے کہ بارگاہ شایب کے زونے بخت اپنی محبت کے مس میں قید کر کے رکھتا ہے تو وہاں
میں کیسے کہیں اور جا سکتا ہوں اور ترا عشق دل میں کر کے کیسے نکال سکتا ہوں کسی اور کے
ساتھ مسئلہ محبت شروع کر دوں نہ سے غم نہ جو آنسو یہی آنسو ہے جس سے تکل رہے ہیں

اتنا کا ایسا تار بندھا ہے کہ ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں ٹوٹتا اور ہر دفت آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کی چلن پڑی رہتی ہے اور اتنا موقع ہی نہیں دیتی کہ کسی دوسرے پر ٹنگا دڑے۔

آں آہ کہ پیش هیچ محرم نہ زخم
واں دم کہ پیش هیچ ہمد صم نہ زخم
گر دریا بکم کہ جز تو کس می کشنود
حقا کہ بپر صم از دم و دم نہ زخم

(۳۵۶)

کہتا ہے کہ تیری یاد میں جو آں میں تنہائی میں بھرتا ہوں اور کسی محرم راڈ کو بھی ان کی خبر نہیں ہونے دیتا اور ہم نشین پر ہی ظاہر نہیں ہونے دیتا ان کے متعلق اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تیرے سوا کسی اور کے کانوں تک ہی وہ آواز پہنچ جاتی ہے تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں دم بند کر کے مر جاؤں گا اور پھر ہرگز ہرگز سانس نہ لوں گا

من گو ہر خواہ قیمت کم نہ دہم
در تو بعد ہزار مرہم نہ دہم
خاک در تو بہ مہمکت ہم نہ دہم
یک سو کے ترا بہر دو عالم نہ دہم

(۳۵۷)

کہتا ہے کہ میری ذات میں جو جو ہے یعنی تیرا عشق اسے میں کہی کم قیمت پر فروخت نہیں کر سکتا اور تیرا درد جو میرے دل میں ہے اسے میں ہزار مرہموں کے بدلے میں بھی عینہ نہیں کر سکتا۔ تیرے دروازے کی ذرا سی خاک اگر مجھے مل جائے تو عینہ کی سلطنت سے بھی اسے بدلنا پسند نہیں کر سکتا اور تیرا ایک بال اگر کہیں میرا آجائے تو دونوں جہاں کے بدلے میں بھی اسے الگ نہیں کر سکتا۔

دشمن بہ غلط گفت کہ من فلسفیم

ایزد و اند کہ انجہ او گفت نیم

لیکن چو دریں غم آشیاں آید اضم

آخر کم از ان باز کہ من ندانم کہ یکم

(۳۵۸)

کہا ہے کہ میرے دشمنوں نے یہ خواہ ازادی ہے کہ میں فلسفی ہوں خدا گواہ ہے

کہ یہ جھوٹ ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے میں ہرگز ویسا نہیں ہوں گویا میں کبھی اس فکر میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا کہ یہ دنیا کیا ہے اور کس طرح عالم وجود میں آئی۔ لیکن فلسفی نہ ہونے کے باوجود بھی آخر جبکہ میں اس دارالحمین میں آئی گیا ہوں تو اب اس سے کم اور کیا ہو سکتا ہے کہ میں یہ بھی نہ جانوں کہ میں کون ہوں، وہ کیا ہوں اور دنیا اسی حیرانی اور ناواقفیت کو فلسفہ کہتی ہے۔ اسی بناء پر مجھے یہ نام کیا جاتا ہے کہ میں فلسفی ہوں۔

اس امر اذقیلت کی تلاش میں فلسفہ کی ناکامی کا منہمکہ اس سے زیادہ اچھے طریقہ پر اور کسی طرح نہیں اڑایا جاسکتا تھا۔ کس قدر خوبصورتی کے ساتھ خیام نے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک انسان کی انتہائی جمالت اور ناواقفیت یہی ہو سکتی ہے کہ اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں اور ایک بڑے سے بڑا فلسفی بھی تمام عمر کے غور و خوض کے بعد زیادہ سے زیادہ اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اپنے عجز کا اعتراف کرے اور کہدے کہ جہاں تک اشیائے عالم کی حقیقتوں کا تعلق ہے میں کچھ بھی معلوم نہ کر سکا۔ اور اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فلسفہ کی انتہا وہ ہے کہ جہاں سے انسان کی جمالت اور ناواقفیت شروع ہوتی ہے اور عقل کی انتہائی رسائی اور انتہائی نایسانی ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

اسرار ازل مانہ تو دانی و نہ من

و میں عرف متما نہ تو دانی و نہ من

(۳۵۹)

ہست از پس پر وہ گفتار کے من تو

چوں پر وہ برافتد نہ تو دانی و نہ من

خیام نے اپنی عقل کی نایسانی اور اپنی قوت فکر کی کمزوری کا نہایت کھلے دل

سے بار بار اعتراف کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ازل کا بید ایک ایسا بید ہے کہ جسے نہ تو

جانتا ہے اور نہ من اور یہ ایک ایسا معما ہے کہ جسے حل کرنا نہ میرے لئے ممکن ہے نہ تیرے

لئے یہ میں اور تو کی شخصیں اور یہ ساری تو تو میں میں بھی پردے کے پیچھے سے ہو رہی

ہے اور پردے ہی کے دم تک ہے جس وقت پر وہ اٹھا تو نہ تو رہے گا اور نہ میں

سب اسی ایک ذات واحد میں مدغم ہو جائیں گے۔

سے چرخ ہمیشہ درخبر دی بامین

(۳۶۰)

ورمان دگر کے و دردی بامین

در صلح چه ماند کاں نکر دم با تو
در جنگ چه بود کاں نکر دی با من

آسمان کی صداوت کا گدہ دوسرے شعرا کی طرح کبھی کبھی خیام کی زبان پر بھی آجاتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اسے آسمان تو ہمیشہ مجھ سے بڑا ہی رہتا ہے۔ دوسروں کے درد کی تو تود واپن جاتا ہے لیکن میرے لئے ہمیشہ درد ہی بنا رہتا ہے۔ صلح و آشتی کی میں نے ساری تدبیریں کر دی ہیں اور اس کو کشش میں کوئی وقتہ اٹھانہ رکھی مگر تیرا یہ حال رہا کہ تو ہمیشہ ہر ہر پرکار ہی رہا اور لڑنے میں کبھی کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔

برنجیز و مخور غم بہان گذراں
خوش باش و دوسے بہ شادمانی گذراں
در طبع جہاں اگر وقائے بودے
نوبت بخودت نیامدے از دگر اں

(۳۶۱)

خیام کی طبع آزاد ایک لمحہ کے لئے بھی اسے گوارا نہیں کرتی کہ دنیا کے رنج و غم میں پھنس کر انسان اپنی اس دور و زہ زنگی کا کوئی حقد نہ اٹھائے اور جس طرح روتا ہوا پیدا ہوا تھا اسی طرح روتا ہوا رحلت ہو جاتے وہ اپنے ہی نوع کو جو پیغام دینا چاہتا ہے وہ یہ ہے کہ اسے وہ سب اٹھائے اور اس ناپائدار اور گذر جانے والی دنیا کا ذرا سا بھی غم نہ کھائے تو خوش رہے اور جوئے میں سر آجائیں، نہیں خوشی اور خرمی میں بسر کرے۔ اس دنیا سے کوئی توقع نہ رکھنی فضول ہے کیونکہ اس کی طبیعت میں دغا کا مادہ ہوتا ہے اور یہ کسی کے پاس رہنا گوارا کر سکتی تو آج تک یہ پہونچتی ہی کیسے؟ چونکہ اس نے کبھی کسی کے ساتھ وفائیں کی اسی لئے تو آج تک یہ پہونچ ہی گئی ورنہ تجھ سے پیشتر کہ دور کرد انسان گذر چکے ہیں ان میں سے کسی کی بھی ہر ہمتی۔

کس نیست در س گفت و شنو ہمدم

شد نالہ من بجم نفس و محرم من

بے گریہ چو نیست دیدہ پر خم من

من سر بہم یا بسر آید غم من

(۳۶۲)

خیام کہتا ہے کہ اس گفت و شنید میں کوئی بھی میرا ہمدم و دساز نہیں ہے بس

میرا پناہ اور میری بختی فریاد ہے کہ وہ میری ہم نفس اور محرم راز بن گئی ہے۔ جب حالت یہ ہے کہ میری آنکھوں کو آنسوؤں کے بغیر کوئی لمحہ نہیں گذرتا اور میری عمر ہر وقت گریہ و زاری ہی میں بسر ہوتی ہے تو پھر اب یہی ہونا ہے کہ بالآخر میں نے اس لمحہ درخشاں کی بدولت اپنا سروید یا اور یا پیر پنج و غم ہی تمام ہو گیا۔

مسکین دل در دمنده دیوانہ من
ہشیار نہ شد ز عشق جانانہ من (۳۶۳)
روز ہے کہ شراب عاشقی پیدا دند
در خون سگر زوند پیمانہ من

یہ میرا نزدیک و دے بھرا ہوا در دیوانہ دل ہے عشق محبوب سے ہشیار نہ ہوا اور ہمیشہ نشہ الفت سے نہ شرابی رہا جس دن کہ عشق و محبت کی شراب بہت رہی تھی اسی دن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا ہالہ ساقی نے خون ٹکر سے پر دہ تاور نہ کیوں ایسا ہوتا کہ ہمیشہ میرے دل کا خون ہوتا رہے۔

قوت متشکر اندور مذہب و دیں
جمع متشیر اندور سناک و تہیں (۳۶۴)
ناگاہ مشاورتے بر آید نہ نہیں
کاسے پشیر الی راہ نہ آنسوئے تہیں

خیام کہتا ہے کہ انسانوں کی ایک جماعت مذہب اور دین کے معاملات میں غور و فکر کر رہی ہے اور ایک گروہ ہے کہ وہ سناک اور تہیں کے سمندروں میں ٹوٹے کھارہا ہے لیکن بیکار ایک پکارے والا جو چپا بنما سے سناٹا آ کر نہ کرے گا کہ اسے بے وقوف تو تم سب سیدھے راستے سے دور ہو رہے ہو کہ وہ ہے اور نہ چاہے۔

کشتہ شب و روز بہ نیا ناز
اندیشہ نمی کنی تو از روزگار (۳۶۵)
آخر کشتہ بہ میں و باز آستین بزد
کجا پاہر جگر نہ سے اندر باد زرد

اے دنیا تو مخاطب کر کے خیام کہتا ہے کہ سناک و تہیں دونوں دنیا کی دھیسپوں ہیں

منہمک رہنے اور دنیا کی ظاہری آراستگیوں پر جان دینے والے تھے کہی اس پر لٹاک
دن کا خیال نہیں آتا کہ جب تو اور تیرے اعمال حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوں گے۔ اسے
غافل کہی تو ذرا دیر کے لئے ہوش میں آ اور آنکھیں کھول کر دیکھ کہ زمانہ کی طاقتور ہاتھ دوشوں
کے ساتھ کیا کر رہا ہے اور کس طرح انہیں ایک ایک کر کے مٹائے ڈالتا ہے۔

گر پر فلک دست بدر سے چوں یزدان
بردا شکستے من اس فلک راز مہاں (۳۶۶)
دیو فلک دگر چناں ساختے
کارا وہ بہ کام دل رسیدے آساں

آسمان کے جو رجسٹریں تنگ آ کر خیاام کہتا ہے کہ اگر مجھے اس آسمان پر وہی قدرت
حاصل ہوتی ہے کہ جو خدا کو بے تو میں سے بالکل دور کر دیتا اور اس کا نام و نشان باقی نہ کرتا
اور پھر اس کی بجائے ایک اور آسمان ایسا بناتا جس کے ذریعہ لوگ اپنی مرادوں کو پہنچ جایا
کرتے اور یہ نام ادبیاں باقی نہ رہتیں جو آج ہیں۔

شمر مہیبت ناپید از پس تنباہی کردن
زین ترک اوامر و نواہی کردن (۳۶۷)
گیرم کہ سراسر اس جہاں ملک تو شد
جز آنکہ رہا کنی چہ خواہی کردن

دنیا اور دولت دنیا کی خیاام کی نظریں میں کوئی منزلت نہ رکھتی وقت نہیں ہے
وہ کہتا ہے کہ یہ جو تو تمام دنیا کو تباہ کر رہا ہے اور اپنا قبضہ دزد سردوں کے ملکوں پر بٹا رہا
کی خاطر لاکھوں بندگان خدا کا خون بہاتا ہے اس سے تجھے شرم نہیں آتی اور نہ اس سے
کوئی شرم آتی ہے کہ تو نے خدا سے احکام پس پشت ڈال دیئے اور اوامر و نواہی سب کو چھوڑ
رکھا ہے۔ میں فرمیں گے یقیناً ہوں کہ ساری دنیا پر تیرا مذکا نہ قبضہ اور تصرف ہو گیا ہے
تو یہ بتا کہ تو سوائے اس کے کہ اس سب کو یونہی چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو جائے اور
کیا کرے گا۔

تو نادمہ بہ بادشاہی کردن
با خویشین آسے زین تنباہی کردن (۳۶۸)

چیرے نہ بدی و ہسم نہ ہستی فزا
پیدا است کہ امروز چہ خواہی گردن

کتاب ہے کہ تو دنیا میں اس نے نہیں آیا ہے کہ اپنے ہی جیسے انسان پر حکمرانی اور بادشاہت کرے۔ یہ جو تو نے تباہ کاری اختیار کر رکھی ہے اس سے باز آ جا۔ ابھی کل ہی کی بات ہے کہ تو کوئی چیز نہ تھا اور کہیں تیرا وجود تک نہیں تھا اور کل پھر یہی ہوتا ہے کہ تیرا نام و نشان ہی نہ ہوگا۔ ان باتوں سے تیری قوت و طاقت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے، ورنہ بالکل ظاہر ہے کہ آج کہا کر سکے گا۔ تو یا تو مجبور محض ہے اور کچھ نہیں کر سکتا پھر کیوں خواہ مخواہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے

برنو جب عقل و ندگانی گردن
شاید گردن دے ندائی گردن
استادِ نور و زگار چاہکدست است
چند اں بہ سرت زند کہ دانی گردن

پیام کتاب ہے کہ اس دنیا میں اگر ہمیں جذبات یا دیرینہ روایات کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہئے بلکہ عقل کی ہدایتوں پر کاربند رہ کر اپنا زمانہ حیات گزارنا چاہئے۔ لیکن اگرچہ ہونا تو ایسا ہی چاہئے مگر تم اس طرح زندگی بسر کرنی جانتے نہیں۔ پھر کتاب ہے کہ تم جانو یا نہ جانو تمہارا اُسستا و زمانہ ہے جو بہت ہی چاہکدست ہے وہ مار مار کر تمہیں سیدھا کر دے گا اور سر پر اتنی ضربیں لگائے گا کہ تمہاری عقل درست ہو جائے گی اور تمہیں زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہو جائے گا۔

چوں حاصل آدمی دریں شورشال
جز خوردن غصہ نیست تا گذرن جان
خرم دل است آن کہ زیں جہان و دیر
آسودہ کے کہ خود نیامد بہ جان

کتاب ہے کہ جبکہ یہ یقینی ہے کہ اس ہنگامہ مار و دنیا میں انسان کے اپنے سوائے غم و غصہ کھانے کے اور کچھ نہیں آتا اور یہی رنج و غم کھاتے کھاتے وہ مر جاتا ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ وہ شخص بہت ہی خوشحال ہے کہ جو یہاں سے جلدی رنج و غم ہو گیا اور اس سے زیادہ آرام و راحت میں وہ سب جو کہی اس دنیا میں آیا ہی نہیں، اس سے دل کے یہ رنج و غم

یعنی تم دغہ چکے ہی نہیں۔

از گردش این واژه بے پایاں

برخور واری دو نوع مردم را وال

(۳۶۱)

یا با خبر سے تمنا از نیک و بد اش

یا بے خبر سے ازا خود و از کار جہاں

خیام کہتا ہے کہ اس واژه یعنی آسان کی گردش سے کہ جس کا کہیں سرا نہیں ہے

دو ہی قسم کے آدمیوں کو فائدہ اور فتنیں پہنچ سکتا ہے یا تو ان لوگوں کو جو اس سے ہر نیک

و بد سے پورے طور پر واقف ہوں یا پھر ان لوگوں کو کہ جو اپنے آپ سے بھی بائیں

بے خبر اور بے خود ہوں اور دنیا کے ہر کام سے بھی کامل بے خبری ہو۔ مطلب یہ ہے کہ

یا تو انسان کو کامل علم اور وقوف حاصل کرنا چاہئے اور یا پھر کامل بخل و دی اورستی میں

زندگی بسر کر دینی چاہئے۔

دانی کہ چراست تو بہ نا کردن من

زیرا کہ حرام نیست مے خوردن من

(۳۶۲)

ہر اہل مجازست بہ تحقیق حرام

مے خوردن اہل راندہ برگردن من

کہتا ہے کہ مجھے خبر بھی ہے کہ میں تو بہ کیوں نہیں کرتا اور شراب برابر پیتا رہتا ہوں من

باعتنا یہ سب کہ پیرا شراب پینا حرام نہیں جبکہ بدو ترک کہ اہل مجاز اور اہل ظاہر ہیں ان کے

رئے شراب پینا حرام ہے لیکن جو راندہ باشند اور اہل راندہ ہیں وہ اس کا عذاب

میری گردن پر کو یا میں ذمہ دار ہوں کہ ان سے اس کے متعلق کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔

احوال جہاں بردلم آسان می کن

واقعال پدم زخفق پناں می کن

(۳۶۳)

امر و نہ خواستم بدار و فر و ابامن

انچہ از کرام تو می سزد آں می کن

خیام کا جوش عبودیت جب زور کرتا ہے تو وہ اپنے خالق اور اپنے مالک سے

بہرہ ما کرتا ہے کہ بارالہا تو اس دنیا کے حالات کو میرے دل پر آسان کر دے اور میرے

تناسوں پر اس طرح بدو ڈال کہ وہ دنیا کو نظر نہ آئیں اور میں لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل نہ ہوں
آج جبکہ میں دنیا میں بدو، تو مجھے خوش و خرم رکھ اور کل کو حشر کے میدان میں تیری رحمت اور تیرے
کرم کے جوشایاں پرو و برتاؤ میرے ساتھ کرنا۔

یارب ز قبول و ز ردوم باز رہاں
مشتغول خودم کن از خودم باز رہاں
تا ہیشارم ز نیک و بد سے ادا غم
مستہم کن و از نیک و بد ہم باز رہاں

(۳۴۴)

پھر وہ یہ دانا لکھتا ہے کہ یا اللہ تو مجھے رو و قبول کے جھگڑوں سے رہائی دیدے
اور اپنی طرف مشتغول کر کے مجھے خود میرے اپنے آپ سے جھٹکا رادنا دے جس وقت میں تلاش
میں ہوں اس وقت تک میں نیک و بد کے پھانسنے اور ان میں سے ایک کو قبول اور ایک کو
رد کرنے پر مجبور ہوں۔ نتیجتاً ایسا مست اور بچو و بناوے کہ نیک و بد کی تیر ہی باقی رہے،

وردا من این چرخ نوا نگیر کن
بایار تو سر ز یک گریہاں بر کن
دے کہ زمانہ را بنیاد سرور
کو تہ کہن از و سے کہ دراز است سخن

(۳۴۵)

خیام کہتا ہے کہ اس حادثہ گزرا نے آسمان کے دامن میں مجھے چاہئے کہ اپنے
محبوب کے ساتھ ایک ترسیان سے سر نکال یعنی ہر وقت اس کی صحبت سے ملنے اور
ہر تیرا ہاتھ زمانہ کے سر اور ہڈ کو نہیں پاسکتا اسے اس طرف سے ہٹالے یعنی دنیا سے
جھگڑوں اور اسرار دنیا کی تحقیق سے باز آجا کیونکہ یہ ایسے چوڑے نقشے ہیں اور تیرے
چکائے نہیں چک سکتے۔

دارم ز بھالے فکاب آئینہ گویا
وز گردش روزگار نس پر و زودوں
از وہ نہ رہے بھی سیانہ پر آشوب
در سبب و سے بچو صراف پناہوں

(۳۴۶)

جس نقدیہ میں زمانہ کا سحر و جادو ہے اس میں آئینہ گویا ہے۔

اور اس کیفیت کو پانے والے سفلہ فائدہ کے امتحان میں یہ حالت ہے کہ منہ پر ڈاکو بھری آنکھوں کی وجہ سے ایک آنسوؤں سے بھرا پیالہ رکھا ہوا ہے اور سینہ کے اندر دل ایسا ہو گیا ہے کہ گویا خون سے بھری ایک صراحی ہے۔ مطلب یہ کہ دل خون ہو گیا ہے اور ہر وقت روتے اور آنسو بہاتے گزرتی ہے۔

رند کے دیدم شستہ بر خنک زمیں
نے کفر نہ اسلام نہ دنیا و نہ دیں
نے حق نہ حقیقت و شریعت نہ یقین
اندر وہ جاں کرا بود نہ مہرہ ایں

(۳۷۷)

کہتا ہے کہ میں نے زمین کے گورے پر ایک رند کو سوار دیکھا جسے نہ کفر سے مطلب تھا نہ اسلام سے اور نہ دین سے غرض تھی نہ دنیا سے نہ حق سے اسے واسطہ تھا نہ حقیقت سے اور نہ شریعت سے کوئی تعلق نہ یقین و ایمان سے، تجاوز تو کہ دونوں جہان میں ایسے دل گردہ کا انسان کون ہو سکتا ہے

آں را کہ وثوق است براحوال جہاں
شادی و غم و رنج بر و شد آساں
چوں نیل آب و بد جہاں بسر خدا بد شد
خواہی ہمہ درد باش خواہی درماں

(۳۷۸)

قیام کہتا ہے کہ جس شخص کو دنیا کی حقیقت سے آگاہی حاصل ہے اس پر رنج اور خوشی دونوں آسان ہو جاتے ہیں نہ رنج کی باتوں سے وہ رنجیدہ ہوتا ہے اور نہ خوشی کی باتوں سے خوش جبکہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ اس کا نیک اور بد دونوں عارضی اور فانی ہیں اور دونوں میں سے کسی ایک کو بھی قیام نہیں ہے تو اب تمہاری خوشی چاہئے مجھ درد و تکلیف بن کر زندگی بسر کرو اور چاہے دکھ درد کا علاج بن جاؤ۔

روز سے کہ ز تو گزشتہ شد یاد کن
خدا کہ نیا در است فریاد مسکن
از بد و گزشتہ اندیشہ مدار
حالا خوش باش و کمر بر باد کن

(۳۷۹)

خیام کے فلسفہ کا لب لباب یہی ہے کہ انسان اس دنیا میں رہ کر اپنی عمر غریزہ فطریہ یعنی اور اندیشہ فردا جسے مشغول اور بے فائدہ کاموں پر صرفت نہ کرے جو کچھ ہو چکا ہے وہ ہو چکا اور اب کوئی ملاقفت اسے اس میں نہیں کر سکتی جو کچھ ہوتا ہے اس کا تمام ثر و دار و مدار و انحصار ہماری موجودہ محنت و کوشش پر ہے اس لئے اس کے غم میں پریشان ہونا اور اس اندیشہ میں اپنی جان گھلاتا کہ کسی اور ملاقفت نے پہلے سے ہمارے لئے سب کچھ کر کے رکھ دیا ہے اور اب ہم کسی طرح آنے والی مصیبتوں کو نہیں ٹال سکتے بالکل مشغول اور لغو کام ہے۔ چنانچہ جو دن گزر گیا ہے اُسے نہ لکھیں یاد نہ کر اور جو دن کہ ابھی آیا نہیں ہے اس کے خوف سے آہ و زاری میں مشغول نہ ہو نہ گزرے ہوئے کا غم کر اور نہ آنے والے کا ہلکہ جو فرصت اور وقت بچھ حاصل ہے اُسے اچھی طرح گزارا اور اپنی عمر برباد نہ کر۔

زیریں گنبد گردندہ بدافعالی میں
وزجملہ دوستانِ ہاں خالی ہیں (۳۸۰)
تا بتوانی تو یک نفس خود را باش
فردا مطلب گذاروی حالی ہیں

اس دنیا میں اپنی زندگی بسر کرنے کے متعلق خیام ہمیں یہ مشورہ دیتا ہے کہ اس چکر لگانے والے گنبد یعنی آسمان کی بدافعالیاں دیکھتے رہیں اور یہ سمجھیں دیکھتے رہیں کہ دنیا ہمارے تمام دوستوں سے خالی ہو گئی پھر ہمیں رہنمائی دے کہ دل شکستہ نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ جب تک ممکن ہو اپنا ہر لمحہ خوشی و شرمی میں گزارنا چاہئے نہ آئندہ کے لئے دل میں کسی چیز کی طلب ہونہ گذشتہ کا افسوس بلکہ فردا اور وی سے بالکل قطع نظر کر کے صرف حال پر اپنی نگاہ رکھنی چاہئے کہ وہ ہمیشہ و مسرت میں گزرے۔

از آمد و از رفتن ماسودے کو
وز تار امید عمر کا پودے کو (۳۸۱)

در چہرِ حریف جان چندیں پاکاں
می سوزد و خاک می شود دودے کو

خیام کہتا ہے کہ اس دنیا میں ہمارے آنے اور جاسے سے آخر فائدہ کیا ہے اور ہماری عمر کی امیدیں کچھ بھانا ہے اس کا بانا کہ اس آسمان سے پتھر نہیں گرا رہا

کیفیت ہے کہ لاکھوں پاک اور مقدس انسانوں کی باتیں جلتی ہیں اور بل کر آگہ ہو جاتی ہیں۔
لیکن دھواں تک نظر نہیں آتا۔

آں قصر کہ بر چرخ بھی زد پہلو
بردگرہ او شہاں نہاد ندے رو
دیدیم کہ بر کنگرہ اشش فاختہ
بنشستہ بھی گفت کہ کو کو۔ کو کو

(۳۸۲)

عبر تکدہ دنیا پر نگاہ ڈال کر خیام کہتا ہے کہ ایسے ایسے شاہی محل کہ جو ہر سان سے
باتیں کیا کرتے تھے اور جن کی چوکھٹ پر بادشاہ تک اپنا سر رکھا کرتے تھے۔ ان کی ہم نے
یہ حالت دیکھی ہے کہ ان کے کنگرے پر ایک فاختہ بیٹھی ہوئی کو کو کو کر رہی ہے۔ فارسی میں
”کو کو“ کے معنی ”کہاں“ کے ہیں، اس لئے یہ مطلب ہوا کہ فاختہ حسرت و افسوس کے ساتھ
پتخ سر ہی رہے کہ ”کہاں گئے، کہاں گئے؟“

در دیدہ تنگ مور نور است از تو
در پائے ضعیف پشت زور است از تو
ذات تو مراست هر خدا دزدی را
هر ضعف که نام مراست و مراست از تو

(۳۸۳)

ذات باری تعالیٰ کو مخاطب کر کے خیام کہتا ہے کہ اسے قادر ذوالعجلال تو وہ ہے کہ
ایک چیونٹی کی ٹہنی سی آنکھ میں چور و دشمنی ہے، وہ بھی تیرے ہی دم سے ہے۔ اور ایک چہر
کی کمزور ٹانگوں میں جو طاقت ہے وہ بھی تیری ہی دی ہوئی ہے، تیری ذات یقیناً اسی طاقت
ہے کہ تو حرا ہو اور ہر ایسی صفت کہ جو بری ہے تجھ سے دور ہے۔

اسے آنکہ پدید کشم از قدرت تو
پر و رہ شد دم بنار و نعمت تو
صد سال با متناں گنہ خواہم کرد
یا حرم مست بپیش یا رحمت تو

(۳۸۴)

کہتا ہے کہ میرے خالق و مالک میں تیری ہی قدرت کی بڑت عالم و جود میں
آیا ہوں۔ اور تیری ہی ناز برداریوں نے از رشتوں نے میری پرورش کی ہے۔ اب میں پیکش

کے سے کہ، تا ترن، رست نہ بادہ سے پیامبر سے گناہ برابر سو برس تک خوب گناہ کروں گا۔ ادا کے
مشتبہ یہ کہ جو بھروسہ طریقہ ہے۔ خیم ہم کہنا چاہتا ہے کہ اگر میں اپنی تمام عمر جو مشکل
موسا کی زندگی لے کر گناہ کئے چلا جاؤں تب بھی تیری رحمت کا دامن سے قدر
و وسیع ہے کہ وہ کسی تیری رحمت سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔

(۳۸۵)
پتوں رفت از جسم جو ہر روشنی تو
یا جنس و گزین کس مسکن تو
آیند و روند بچیں نشنا
تا زیر زمین چہ سے رو برتن تو

لہذا ہے کہ جب دوسرا اور تیرے جسم سے یہ تیرا جو ہر روشنی نکل گیا تو تیرا بدن
دوسری چیزوں کے ساتھ تیرے لئے مسکن بنا دے گا اور تیری قبر پر آنے اور جانے
وائے یہی نہ جان سکیں گے کہ خاک کے نیچے تیرے جسم پر کیا گز رہی ہے۔

(۳۸۶)
ارتین چو برقت جان پاک من و تو
خشتے دوہند بر خاک من و تو
وانگہ برائے خشت گور و گراں
ور کا لہدے کشند خاک من و تو

خیم کہتا ہے کہ جب میرے دوسرے جسم سے جان نکل جائے گی۔ تو لوگ ہماری
قبروں پر دوائیٹیں رکھ دیں گے۔ اور اس طرح گڈے کو پاٹا دیں گے۔ اور پتھر یہ دوائیٹیں
بھی نہ رہیں گی۔ کیونکہ جب دوسروں کی قبروں کے لئے ایسی ہی دوائیٹوں کی ضرورت ہوگی
تو ہماری ٹیٹیں ہی نہیں بلکہ میری اور تیری خاک کو بھی لوگ سے جائیں گے اور سانچے میں ال
ڈاں کر اس کی ٹیٹیں ڈھال لیں گے۔

(۳۸۷)
گر باخردی تو حرص را ہند و مشبو
در با سے طمع خام سے انکا مشبو
چوں آتش تیر باشک و چوں آب و دل
چوں خاک بہر باد پر اکستہ و مشبو

نیو و دسا کی زبانوں اور دھچکیوں میں محو ہو جانے والوں کے ختم کرتا ہے

کہ اگر تم عقل مند ہو تو حرص و ہوا کے بندے نہ بنو اور فصولِ پالچ کے آگے اپنا سر نہ جھکاؤ۔ تمہارا سر اس سے بہت زیادہ معزز ہے کہ وہ دنیا کی ذرا ذرا سی چیزوں کے آگے جھکتا پھرے۔ تمہیں چاہئے کہ آگ کی طرح تیز رہو کہ حرص و ہوا کا تمام خس و خاشاک اس کے قریب پہنچتے ہی جل جاپا کرے اور پانی کی طرح رواں رہو تاکہ گندگی اور غلاظت کہیں جمع ہی نہ ہونے پائے۔ یہ نہ ہونا چاہئے کہ تم خاک بن جاؤ کہ ہوا کا ہر ایک جھونکا نہیں پریشان کر دیا کرے۔

نا کردہ گناہ در جہاں کیست ؟ بگو
آنکس کہ گنہ نہ کرد و چوں زیست ؟ بگو
من بد کم و تو بد مکافات دی
پس فرق میان من و تو چیست ؟ بگو (۳۸۸)

اپنے خلق اور اپنے مالک پر ناز کرنے والا خیاام اس کی رحمت و کرم پر کامل بھروسہ رکھ کر اپنے دل کی بات اس طرح کہتا ہے کہ اے پاک بے نیاز تو مجھے یہ تو بتا دے کہ دنیا میں وہ کونسا انسان ہے کہ جس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا تو وہ اس دنیا میں زندہ ہی کیسے رہا۔ کیونکہ انسان تو خطا اور زیان سے مرکب ہے۔ اب ایسی حالت میں اگر میں کوئی بُرائی کروں اور تو مجھے اس کا بدلہ بُرائی سے دے دو پھر مجھ میں اور تجھ میں فرق ہی کیا باقی رہا۔ جو کچھ ایک عہد کرتا ہے وہ ہی اگر معبود بھی کرنے لگے تو معبود کا امتیاز کس طرح قائم رہ سکے گا۔ تجھے تو اپنی مشانِ معبودیت قائم رکھنے کے لیے یہی کرنا چاہئے کہ ہم بُرائیاں کریں اور تُو اُن کا بدلہ ہمیشہ ہمیں بھلائیوں کی صورت میں دے

اے زندگی تن و تو انم ہم سے تو
جانے دے اے دل جانم ہم سے تو
تو ہستی من شدی از آنی ہم من
من نیست شدم در تو از انم ہم تو (۳۸۹)

منزلِ فنا فی اللہ میں پنچکر خیاام کہتا ہے کہ اے دوستی کہ میرے جسم کی زندگی اور قیامت سب کچھ تو ہی ہے اور اے میرے دل اور میری جان میری اور میرا دل بھی سب کچھ تو ہی ہے۔ تو چونکہ میری ہستی اور میری جان بن گیا ہے اس لئے تو بالکل میں ہو گیا ہے اور میں چونکہ تجھ میں نیست اور فنا ہو گیا ہوں اس لئے میں بالکل "تو" ہو گیا ہوں۔

اسمیت: اے میرا بیٹا کہ گفتار خیر شروع

پاسان عشق و فنا نہ کر دوس شو

دانی پرنی چو نیست مسا این مقام

انگار درون نماید بیرون شو

اپنے دل کو محاسب کر کے خیالہ کہتا ہے کہ اسے دل تجھ سے پہلے کس نے کہا ہے کہ تو

دنیا کے غم سے نران جا۔ پایہ کہ اس آسمان کے عشوہ خانے میں رہ۔ تجھے خبر ہے کہ اگر تو یہ

چھٹا ہے کہ یہ دنیا گمراہی کے قابل حکمہ نہیں ہے اور یہاں مقام کرنے کا سامان میسر نہیں

سب زینہ کیا رٹا جا چکا ہے، مجھے بے رحمی کے اندر سے باہر نہ نکلا، اور بس یہاں سے

$$-\frac{1}{2} \frac{d}{dt} \left(\frac{1}{2} \frac{d}{dt} \right)$$

کتابخانه عمومی روزگار

ما را ز کج اندیشه‌ها پاک و مده

بول پز کبیر زلف

یہ باز: سبکدوش و عمر پر باد و مدد

و نہ کہ میں خود کو ہنس رہا تھا۔ اور سرخ شہنشاہ پر مسخرہ ہنس رہا تھا۔

لے کر پھاڑ کر کے زخم کھول دیا۔ اس سے یہ کہنا ہے کہ خوش طبعانہ ہونے کے غر میں اس قدر

تذکرہ: اگرچہ یہ مدرسہ برٹش کونسل کی پادشاهی دولت میں کوان افکار و آراء میں ہیں

ہر کسی پر زیادہ زلف میں چسپاں ہوا ہے اور یہ شراب ہے یعنی ہر سنیاں و بکر، چٹا ٹھوکر

برباد نہ کرنا چاہئے۔

اس کے پانچ روزگار پانچ آسودہ

[illegible]

تاریخ اسلام

مجلسه ۱۱۱

خیر مراد از توبه و بازگشت به سوی خداوند است و نه بازگشت به سوی دنیا و مادیات.

وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو بڑا ہی احمق سمجھا کرتا تھا۔

1. 2. 3. 4. 5. 6. 7. 8. 9. 10. 11. 12. 13. 14. 15. 16. 17. 18. 19. 20. 21. 22. 23. 24. 25. 26. 27. 28. 29. 30. 31. 32. 33. 34. 35. 36. 37. 38. 39. 40. 41. 42. 43. 44. 45. 46. 47. 48. 49. 50. 51. 52. 53. 54. 55. 56. 57. 58. 59. 60. 61. 62. 63. 64. 65. 66. 67. 68. 69. 70. 71. 72. 73. 74. 75. 76. 77. 78. 79. 80. 81. 82. 83. 84. 85. 86. 87. 88. 89. 90. 91. 92. 93. 94. 95. 96. 97. 98. 99. 100. 101. 102. 103. 104. 105. 106. 107. 108. 109. 110. 111. 112. 113. 114. 115. 116. 117. 118. 119. 120. 121. 122. 123. 124. 125. 126. 127. 128. 129. 130. 131. 132. 133. 134. 135. 136. 137. 138. 139. 140. 141. 142. 143. 144. 145. 146. 147. 148. 149. 150. 151. 152. 153. 154. 155. 156. 157. 158. 159. 160. 161. 162. 163. 164. 165. 166. 167. 168. 169. 170. 171. 172. 173. 174. 175. 176. 177. 178. 179. 180. 181. 182. 183. 184. 185. 186. 187. 188. 189. 190. 191. 192. 193. 194. 195. 196. 197. 198. 199. 200. 201. 202. 203. 204. 205. 206. 207. 208. 209. 210. 211. 212. 213. 214. 215. 216. 217. 218. 219. 220. 221. 222. 223. 224. 225. 226. 227. 228. 229. 230. 231. 232. 233. 234. 235. 236. 237. 238. 239. 240. 241. 242. 243. 244. 245. 246. 247. 248. 249. 250. 251. 252. 253. 254. 255. 256. 257. 258. 259. 260. 261. 262. 263. 264. 265. 266. 267. 268. 269. 270. 271. 272. 273. 274. 275. 276. 277. 278. 279. 280. 281. 282. 283. 284. 285. 286. 287. 288. 289. 290. 291. 292. 293. 294. 295. 296. 297. 298. 299. 300. 301. 302. 303. 304. 305. 306. 307. 308. 309. 310. 311. 312. 313. 314. 315. 316. 317. 318. 319. 320. 321. 322. 323. 324. 325. 326. 327. 328. 329. 330. 331. 332. 333. 334. 335. 336. 337. 338. 339. 340. 341. 342. 343. 344. 345. 346. 347. 348. 349. 350. 351. 352. 353. 354. 355. 356. 357. 358. 359. 360. 361. 362. 363. 364. 365. 366. 367. 368. 369. 370. 371. 372. 373. 374. 375. 376. 377. 378. 379. 380. 381. 382. 383. 384. 385. 386. 387. 388. 389. 390. 391. 392. 393. 394. 395. 396. 397. 398. 399. 400. 401. 402. 403. 404. 405. 406. 407. 408. 409. 410. 411. 412. 413. 414. 415. 416. 417. 418. 419. 420. 421. 422. 423. 424. 425. 426. 427. 428. 429. 430. 431. 432. 433. 434. 435. 436. 437. 438. 439. 440. 441. 442. 443. 444. 445. 446. 447. 448. 449. 450. 451. 452. 453. 454. 455. 456. 457. 458. 459. 460. 461. 462. 463. 464. 465. 466. 467. 468. 469. 470. 471. 472. 473. 474. 475. 476. 477. 478. 479. 480. 481. 482. 483. 484. 485. 486. 487. 488. 489. 490. 491. 492. 493. 494. 495. 496. 497. 498. 499. 500. 501. 502. 503. 504. 505. 506. 507. 508. 509. 510. 511. 512. 513. 514. 515. 516. 517. 518. 519. 520. 521. 522. 523. 524. 525. 526. 527. 528. 529. 530. 531. 532. 533. 534. 535. 536. 537. 538. 539. 540. 541. 542. 543. 544. 545. 546. 547. 548. 549. 550. 551. 552. 553. 554. 555. 556. 557. 558. 559. 560. 561. 562. 563. 564. 565. 566. 567. 568. 569. 570. 571. 572. 573. 574. 575. 576. 577. 578. 579. 580. 581. 582. 583. 584. 585. 586. 587. 588. 589. 590. 591. 592. 593. 594. 595. 596. 597. 598. 599. 600. 601. 602. 603. 604. 605. 606. 607. 608. 609. 610. 611. 612. 613. 614. 615. 616. 617. 618. 619. 620. 621. 622. 623. 624. 625. 626. 627. 628. 629. 630. 631. 632. 633. 634. 635. 636. 637. 638. 639. 640. 641. 642. 643. 644. 645. 646. 647. 648. 649. 650. 651. 652. 653. 654. 655. 656. 657. 658. 659. 660. 661. 662. 663. 664. 665. 666. 667. 668. 669. 670. 671. 672. 673. 674. 675. 676. 677. 678. 679. 680. 681. 682. 683. 684. 685. 686. 687. 688. 689. 690. 691. 692. 693. 694. 695. 696. 697. 698. 699. 700. 701. 702. 703. 704. 705. 706. 707. 708. 709. 710. 711. 712. 713. 714. 715. 716. 717. 718. 719. 720. 721. 722. 723. 724. 725. 726. 727. 728. 729. 730. 731. 732. 733. 734. 735. 736. 737. 738. 739. 740. 741. 742. 743. 744. 745. 746. 747. 748. 749. 750. 751. 752. 753. 754. 755. 756. 757. 758. 759. 760. 761. 762. 763. 764. 765. 766. 767. 768. 769. 770. 771. 772. 773. 774. 775. 776. 777. 778. 779. 780. 781. 782. 783. 784. 785. 786. 787. 788. 789. 790. 791. 792. 793. 794. 795. 796. 797. 798. 799. 800. 801. 802. 803. 804. 805. 806. 807. 808. 809. 810. 811. 812. 813. 814. 815. 816. 817. 818. 819. 820. 821. 822. 823. 824. 825. 826. 827. 828. 829. 830. 831. 832. 833. 834. 835. 836. 837. 838. 839. 840. 84

اور تو اس دار فانی سے رحلت کر جائے گا۔ تو بھر کیا نہ کیا اور کہا نہ کہا سب برابر ہے۔

فریاد کہ عمر رقت پر پہنچو وہ

ہم نغمہ حرم و ہم نفس آلودہ

فرمودہ ناگردہ سسپہ رویم کرد

فریاد ز کردہائے ناخبر مود

(۳۹۳)

خیام کہتا ہے کہ انوس یہ میری تر مدت ہیں صنایع ہو گئی تھیں بھی حرامہ کے کہنے
در زندگی کا ہر لمحہ معصیت و گناہ ہیں آلودہ رہا۔ جو کچھ مجھے حکم ملا تھا اس کے نہ کرنے پر
میرا منہ کالا ہوا ہے تو اب جن باتوں سے منع کیا گیا تھا ان کے کرینے پر فریاد ہے۔ کو یا
اوامر کی مدول جلی کی بدولت تو سیہ روی نصیب ہوئی ہے، اب دیکھتے کہ نواہی سے پرہیز
نہ کرنا کیا رنگ لاتا ہے

روز کے پنی مرا تو مست افتادہ

در حلقہ زلف بہت پرست افتادہ

و ستار ز بہر قدح ز دست افتادہ

در پائے تو سر نہادہ لیست افتادہ

(۳۹۴)

کہتا ہے کہ ایک دن تو مجھے دیکھے گا کہ شراب میں بدست کہیں پڑا ہوا ہوں، اور کسی
بستہ برست کی زلف کے حلقہ میں دل پھنسا ہوا ہے اور کیف اور مستی کا یہ عالم ہو گا کہ سر سے
پکڑی اور ہاتھ سے پالہ گر چکا ہو گا۔ درہن ماہر و ذلیل تیرے قدموں میں سر رکھنے
پڑا ہونگا۔

نقشے است کہ بر وجود مار بخینہ

صد بوا بجیے ز ماہر انگینہ

من ز ال بہ ازین نمی توانم بود

کز توب مرا چنیں شہ درینہ

(۳۹۵)

خیام کہتا ہے کہ اسے میرے پیدا کرنے والے ہمارے وجود پر تو نے خود ہی نقش
شکار بنائے ہیں اور پھر خود ہی تو ہم سے نماز خانہ ہوتا ہے یہ کس قدر تعجب کی بات ہے
... اسے تعجب اور ترس ہے کہ ہمارے ہر انا بننا ہوتا ہے اور ہم ترسے ہیں تو

اس میں ہمارے کما تصور سے بہتر کتنا ہے کہ جیسا میں ہوں اس سے بہتر میں اس سے نہیں ہو سکتا
کہ تو نے کتنا ہی نہ ہم و جنات کا احساس دیکر مجھے نیچے کر دیا ہے اور میں خود اپنی ٹنگا ہوں
میں ذلیل و خوار بن گیا ہوں اگر میں اپنی نظروں میں ذلیل ہو کر تو بہت کر تا تو یہ ممکن تھا کہ عزت
نفس کا اس بے بھارتی اور میں اس سے بہتر انسان بن سکتا۔

اے من در میخانہ بہ سبب است رفتہ

ترک بد و نیامد ہر دو عالم گفتہ

(۳۵۶)

گر ہر دو جہاں چو گوئے اقتضای باوی

بر من بچو سے چو مست با شتم خفتہ

کہتا ہے کہ میں وہ ہوں کہ مست و مدہوش او نہ تھا پڑا ہوا اپنی بونچھیوں سے
میخانے میں جہاں سے کہ ہوں اور دونوں جہان کے ہر نیامد و بد سے ترک تعلق
کر چکا۔ اگر دونوں کے دونوں جہاں کبند کی طرح سے گر پڑیں نہ کہرو کہ مجھے اس کی ایک
جو کے برابر بھی پر زانوئی جبکہ میں مست پڑا ہوتا ہوں گا۔

جانا بکرا ام دست بر خاستہ

کز طلعت غولیش ماہ را کاستہ

(۳۵۷)

خوبان جہاں بہ عید مراد آرا بند

نو عید برو سے غولیش آراستہ

کہتا ہے کہ اسے میر سے محبوب بن کر کن باتوں کا بنایا جاسیے کہ تیر سے تیر سے ملے
سائے پاند کی ہی روشنی ہی ماند پڑ گئی ہے۔ دنیا بہتر کے حسین تر جبر سے دان اپنے
منہ کا سنگ مار کر تے ہیں تو نے اپنے منہ کو عید ہی سے آراستہ کر لیا ہے یعنی جس سے
تکے دیکھ لیا اس کی عید ہو گئی۔

پیر سے ویدہ بہ خواب مستی رفتہ

و نہ کرو شعور تھانہ تن بہ نشت

(۳۵۸)

مے خور و مستی خفتہ و آشتہ

اللہ تعالیٰ بہ سبب از و رفتہ

خباہت سے کہ میں نہ کہ بے شعور و مستی سے خواب میں

سویا ہوا ہے اور عقل و شعور کی خاک اپنے جسم کے گہر سے بالکل تباہ دی ہے شہر ہائے
بدست اور پریشان حال سردل سے ٹران، دی کی وجہ سے تھیں تاکہ اللہ طبیب
بیبادہ یعنی اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

غم چہ شوی بے مسکن و کما شاد
بر غم کہ مست حاصلش افسانہ
بہمخوات بادی و تو اثر زری شمع
بر رگد ز سبیل تہ سنانی خانہ

(۳۹۸)

کہتا ہے کہ اس ناپائیدار اور چند روزہ عمر میں کہ جس کا حاصل ایک کمانی سے زیادہ
وقت نہیں رکھتا تو اپنے محل اور قلعہ پر کیا فخر و غرور کیا کرتا ہے جبکہ خود تیری اپنی عمر کو کوئی
سخکام نہیں ہے تو یہ محل کتنے دن رہیں گے۔ اگر آئندہ جیوں کے ساتھ تو سیر ہا ہے اور
کوشتش پہ ہے کہ چراغ جلا کر رکھوں اور سیلاب سے۔ ایتھ میں تیری یہ آئندہ دیکھ کہ
مکان تعمیر کرے سے زیادہ ممانعت اور کیا ہوگی۔ جو اور پانی و دروں انسان کے
غنا میں داخل ہیں آندھی و سیلاب کا اشارہ اتنی طرف ہے۔

دل دست بر طرہ طبع نادردہ

پیام سے خوشدلی پہ لب نادردہ

(۳۹۹)

افسوس بسر سیدہ روز غم

روز سے بہر اول لبیب نادردہ

اس دنیا میں انسانی زندگیوں میں طرح طرح کی طرح سے حیات میں ہر چیز
سب سے خوشی و شادی کی لذت تک کبھی میرا ہاتھ نہ پہنچا اور خوشدلی کی شہر بہ کہ میرا
کبھی ان مومنوں تک نہ آیا افسوس کہ میری تمام تر سی طرح بسر ہو گئی کہ ایک دن کو یہ
محبوب نہ ہو کہ میں اپنے دل کی مراد کے موافق بنے دن کو ختم کر کے شام کرتا۔

ترانی ز جہر و سے وقتا بہرہ

آزادی و دوستی و شہر و شاد

(۴۰۰)

ایں دشت و دہان و لکھن شاد

وایں دشت و دہان و لکھن شاد

خیاں کہتا ہے کہ نہیں معلوم بھی ہے سرد اور سوسن کی اس قدر شہرت کیوں ہو گئی ہے اور ان کی آواز کی کتاہ چاکیوں پر زبان پر ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ سوسن کے اگرچہ ایک تہہ رُوس زبانوں کو جو وہیں بہر بھی وہ خاموش رہتی ہے اور کسی کو بڑا بھلا نہیں کہتی اور سرد کے بسم میں اگرچہ ان کی نہیں تو درمیان میں کچھ بھی کہی کی پر دست دراز می و ظلم نہیں کرتا مثلاً یہ کہ اگر تم جانتے ہو کہ نہیں شہرت و عزت حاصل ہو تو سوسن کی طرح خاموش و سکین اور سرد کی دین کو تو دست بجاو۔

دنیا بہ مرا در اندہ گیر آخر چہ ؟

و میں نامہ تر خواند گیر آخر چہ ؟

(۱۳۱)

گیرم کہ بکام دل باند می صد سال

صد سال دیگر باندہ گیر آخر چہ ؟

دنیا کی بے نیامی و عیش دنیائی ناپائیداری کا خیال کر کے خیاں کہتا ہے کہ بالآخر تو نے ساری دنیا کو اپنی دہی اور اپنی مراد کے مطابق چاہ لیا پھر بھی نتیجہ کیا ہے اور نامہ عمر کو تو سنہ بالطل پر و ذال پھر بھی انجام کیا ہو گا۔ میں یہ ماننے لیتا ہوں کہ تو اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر سو برس تک زندہ رہ بھی نہیں بلکہ تو ایک سو سال اور بھی لے لے تب بھی ہو گا کیا آخر ایک روز یہاں سے جانا ہی پڑے گا۔

گر سب دیریش است و گر فیروزہ

منزور مشور بد دولت و روزہ

(۱۳۲)

از قہر فلک پست سے کے جاں نبرد

امر و ز سحر شکست و فردا کوزہ

کہتا ہے کہ اگر تو سزا میں رات کا یا نعل و جواہر کا مالک ہے تو اس سے کیا ہوتا ہے بچے اس چند روزہ دولت پر مشرور نہ رہنا چاہیے۔ اس آسمان کے قمر سے کسی کی جان سدا میں بھی آج اگر نہ رات کی ترقی سے دل گھٹے کی بات ہے۔

ماہیم بہ لطیف حق تو لا کر وہ

وز طاعت و مصیبت شہر اکروہ

(۱۳۳)

آہنجا کہ غریب تر با سحر با سحر

نا کردہ چو کردہ، کر دہ چوں نا کردہ

کہتا ہے کہ ہم نے تو خدا سے پاک کی مہربانیوں کا سہارا ڈونڈ لیا ہے و شاہ اور عبادت و اول
سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی ہے، اسے اللہ جب کسی پر تیرا کریم ہوتا ہے تو نہ کہے ہوئے کی طرح
بچاتے ہیں اور کی ہوئی برائیاں نہ کی ہوئی ہو جاتی ہیں۔

جانست دریں راہ خطر ناک شدہ

تن زیریں ز نیک و بد پاک شدہ

(۳۰۴)

بس رہگذر سے کہ بگذر و بر من و تو

ما بے خبر، ز ہر دو جہاں خاک شدہ

خیام کہتا ہے کہ جان جوتی وہ تو اسی خطر ناک راستے یعنی دنیا سے کہ رکنی۔ باہم
وہ بھی نیک اور بد کی آلائش سے پاک ہو کر زمین کے نیچے مدفون ہے۔ ہمارے قبروں کے
اوپر سے ہزاروں راستے چلنے والے گزرتے رہتے ہیں اور ہم دونوں جہاں سے بے خبر
خاک پر نیچے دبے پڑے ہوتے ہیں۔

اسے نیک نہ کردہ، بد پہا کردہ

وانگاہ چو لطف حق تو لا کردہ

(۳۰۵)

بر عفو و مکن تکیہ کہ ہرگز نہ بد

نا کردہ چو کردہ، کر دہ چوں نا کردہ

اپنے نفس کو مغائب کر کے کہتا ہے کہ اسے نفس نونے دنیا میں رہ کر رات دن گذر
کئے اور کبھی نیکی کا کوئی کام نہ کیا، وہ اب اپنی ان حرکتوں کے باوجود اللہ کی مہربانیوں
کا آسرا لگا کے بیٹھا ہے، خدا سے تقائے کے عفو و کرم پر بھروسہ سمست کر کیونکہ جو کچھ تو
کر چکا ہے وہ ان کیا نہیں ہو سکتا، اور جو کچھ تو نے نہیں کیا ہے وہ کسی شرط پر بھی کیا ہوا
نہیں ہو جائے گا۔

اے دور رہ نہ گیت یکساں کہ وہ

در ہر دو جہاں خدمت در گاہ تو بہ

(۳۰۶)

نکبت تو مستانی و سعادست تودی

یارب! تو بفضل خویش بستان و بہ

استغاثی کو مخاطب کر کے خیام کہتا ہے کہ اسے مدد تیری بندگی کی راہ میں بڑے اور
چھوٹے ہا کوئی فرق نہیں ہے۔ سب یکساں اور برابر ہیں۔ دونوں جہان ہیں تیری درگاہ کی
خدمت، اسی بہ نسبت در مشیت کے لیتا ہے اور کامیابی و سعادت دیا کرتا
ہے، اگر تیرا تین ہیں جی سے تو، سی پر تل رکھ خوب لئے جا، اور خوب دے جا۔

اذا آتش و باد و آب و خاکیم ہمہ
در عالم کون در ہلاکیم ہمہ
تا تن با ناست در چھایم ہمہ
چوں تن بر و دروان پاکیم ہمہ

کہتا ہے کہ ہم سب اگر ہائی ہوا، در خاک سے پیدا ہوئے ہیں، اور اس عالم و جود کے
اثر میں تباہی، ہلاکت میں مبتلا رہتے ہیں۔ جس وقت تک یہ مادی جسم ہمارے ساتھ
ہے اس وقت تک زمانے کی جہازوں سے سفر نہیں ہے لیکن جس دن اس جان کا
تعلق قطع ہو جائے، ان ہم پاک و صاف روح ہو جائیں گے۔

آہنگا کہ ز پیش رفتہ اندا کے ساقی
در خاک غرور خفتہ اندا کے ساقی
رو بادہ غرور و حقیقت از من بشتو
باد است ہر اشیہ گفتہ اندا کے ساقی

کہتا ہے کہ ہم سے ملے جو لوگ گذر چکے اور جو ہمارے سے ہائیں چھوڑ گئے ہیں، گویا
کہ وہ ہم سے کچھ بہت بہتر انسان تھے وہ سب غرور کی خاک میں پڑے ہوئے ہیں موت
نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بھی میں جیسے انسان تھے۔ اسے ساقی تو ان کے رعب میں نہ آ
سکتا اور دل کو دل رکھ کر شراب پی وہ بے کچ کہہ گئے ہیں اس کی کیفیت ایک انسان سے
زیادہ نہیں ہے۔ میں بتاؤں اس کیفیت سے گناہ کے دیتا ہوں۔

ہاں تا بہ ترا بات مجا زنی نائی
تا زور قلندر می نہ ساز می نائی
وہی رہ رہ مرداں نہ افزان مست
نہ ہمارہ درں کو چہ پو باز می نائی

خیام کہتا ہے کہ مجازی شراب خانوں میں جانا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ ہرگز ہرگز وہاں جانا چاہیے۔ جب تک کہ تجھ میں قلندرانہ اوصاف نہ پیدا ہو جائیں، اس وقت تک ایسے مقامات پر قدم نہ رکھنے کی جرأت کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ یہ راستہ بسے ہر بلند و صاحب مرتبہ و گوں کا راستہ ہے۔ شہر دار اس کو پے کو ہنسی کہیں بھوکوں میں قدم نہ رکھتا ورنہ ذلیل و خوار ہو گا۔

درکار گہ کو زہ گری کردم راسے
درپایہ چرخ دیدم استادہ پاسبے
می کرد سپو و گورہ را دستہ دنا سے
از کلمہ بادشاہ وز دست گدا سے

(۳۱۰)

اس دنیا کی بے ثباتی اور پیش و نیا کی ناپائیداری کو خیم نے صد ائماعات طریقوں پر بیان کیا ہے۔ جس چیز پر بھی اس کی نگاہ پڑتی تھی اس سے وہ ہی سبق حاصل کرتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ حرا حیاں بنائے دے کے کارخانے پر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے چرخ کے قریب کھڑا ہوا ہے۔ درہ اجوں کے دستے اور کھڑوں کی گردنیں بنا رکھا ہے۔ میں نے سنی سے وہ یہ چیزیں بنا رہا تھا وہ یا تو کسی بادشاہ کے جہڑوں کی خاک تھی یا کسی غمخوار کے ہاتھ کی۔

اے از حرم ذات تو عقل آگہ نے
وز معصیت و طاعت ما سستہ
ستم ز گناہ وز رجا ہشیارم
امید ز رشتت تو وارم پیٹے

(۳۱۱)

خدا سے تعالیٰ کی درگاہ میں سر نیاز جھکا کر خیاام کہتا ہے کہ اے وہ بستی کہ میں کی ذات کے حرم تک عقلمندوں کی رسائی نہیں ہے اور اے وہ ذات کہ جو ہمارے گناہوں اور ہماری بندگی سے بے پروا ہے ہی میں گناہوں کے نشے میں توجہ نہیں دیتی تیری رشتوں کی امید کی طرف سے ہشیار ہوں اس لیے یہ کاری اور گناہ گاری کے باوجود دیکھتا ہوں۔

سازندہ کار مزدور و زندہ توانی

(۳۱۲)

دائندہ این چرخ پراگندہ توئی
من گر چه بدم صاحب این بندہ توئی
کس را چه گزند که آفریننده توئی

کہتا ہے کہ سے قادر و توانا خدا سر مردہ اور ہر زندہ شخص کا کار ساز تو ہی ہے اور
اس پراگندہ آسمان کا قائم رکھنے والا تو ہی ہے۔ میں ضرور برا ہوں لیکن اس بڑے شخص کا
مالک۔ اور آقا تو ہی تو ہے ہم سے اگر قصور ہوتے ہیں تو اس میں ہمارا کیا گناہ ہے ہمارا
پیدا کرنے والا اور ہمیں بنانے والا تو تو ہی ہے۔

اسے پر خ و لم ہمیشہ غمناک کنی
پیراہن خرمی من چاک کنی
بادے کہ من رسد تو آتش کنیش
آجے کہ خورم در دہم خاک کنی

(۴۱۳)

چرخ غمناک بر داز کی بھاؤں سے تنگ آ کر خیاں کہتا ہے کہ اے آسمان تو ہمیشہ
میرے دل کو غمناک کرتا رہتا ہے اور میری خوشی و مسرت کا لباس ہمیشہ تیرے ہاتھوں
سے پارہ پارہ ہوتا رہتا ہے۔ میری طرف اگر ہوا کا کوئی جھونکا آتا ہے تو اسے آگ بنا دیتا
ہے اور میرے منہ میں اگر بانی کا کوئی ٹھونٹ جاتا ہے تو اسے تو خاک کر دیتا ہے۔

خوش باش کہ پختہ اند سودائے تو دی
ایین شدہ انداز ہمہ غوغائے تو دی
تو شاد نہی کہ بے نقاشنا سے تو دی
داوند مرا رگاہ فردائے تو دی

(۴۱۴)

کہتا ہے کہ نہ کہ فکر نہ کر اور خوش رہ کیونکہ تیرے لئے فکر کرنے والے نہ ہیں
خیر اسودا پختہ کر دیا ہے اور تیرے شور و غوغا سے وہ بہت خوف اور بے پروا ہو کر چھڑ گیا ہے
تو اپنی زندگی مسرت و شادمانی میں بسر کر کیونکہ تیرے نقاشنے کے بغیر ہی الٰہی مسرت و شادمانی
مسترد کر دی گئی ہے۔ جہاں تو آئندہ آرام کرے گا مطلب یہ ہے کہ وہ مسرت و شادمانی
کار مایہ فکر مایہ کار مایہ آزار مایہ

ابرین سے مراد استغسنتی مہربانی

(۴۱۵)

برمن در عیش را بر بستی رہی
 بر خاک فلندی سے گلگون مر
 خاکم بدین مگر تو مستی رہی
 رحمت باری تعالیٰ پر ناد کرنے والا خیام کبھی کبھی اس قدر ستارخ ہو جاتا ہے کہ
 عبد و معبود کے نازک رشتہ کو بالکل بھول جاتا ہے اور ایک عالم مستی میں غلامانہ شوخی اور
 ناز کے ساتھ کہتا ہے کہ اے اللہ تو نے میری شراب کی بوتل توڑ دی اور مجھ پر عیش و مسرت کا
 دروازہ بند کر دیا اب میں کیا چوں، تو نے میری لالہ خام شراب باری ناک بر گزادی میرے
 منہ میں خاک شاید تو مستی کے عالم میں ہے۔

گہ گشتہ تھاں روئے بہ کس تنہائی
 گہ در صورتوں و مکان پیدائی
 دیں جلوہ گری بخویشتن نبائی
 خود عین عیانی و خودی بنائی

(۳۱۵)

خیام نے تصوف کے اسرار بھی اپنی بعض رباعیوں میں بیان کئے ہیں جہاں کہتے
 کہ اے ذات واجب الوجود کبھی تو تو پوشیدہ ہو کر سب سے منہ چھپا لیتا ہے اور کبھی یہ حالت
 ہے کہ دنیا کے ہر نقش و نگار اور ہر صورت سے تیری تجلی نکل رہی ہے اور پھر تماشا ہے کہ
 اپنی یہ جلوہ گری بھی خود اپنے ہی آپ کو دکھایا کرتے ہوئے خود ہی تو عین و عیانی بالکل غائب
 ہوتا ہے اور خود ہی اپنے اس جلوہ کو دیکھتا ہے گویا خود ہی تماشا ہے اور خود ہی تماشا کر

بر سنگ ز دم دوش سبوتے کاشی
 سرست بدم کہ کردم ایں اوباشی
 بامن بزبان حال می گفت سپو
 من چوں تو بدم تو نیز چوں من باشی

(۳۱۶)

کہتا ہے کہ کل رات میں نے کاشی کی صراحی پتھر پر مار کر توڑ دی۔ میں شہ شراب
 کے بد مست ہوا اس لئے مجبوری سے یہ ہر فعل سرزد ہو گیا۔ وہ صحن زبان دل سے
 کہہ رہی تھی کہ ایک دن میں بھی تیری ہی طرح انسان بنتی، اب کسی دن تو بھی میری طرح
 ہو جائے گا یعنی تیری خاک سے صراحیاں دریا سے بجائیں گے۔

اے دل اگر غبار تن پاک شوی
تو روح بھی برا فداک شوی
عرش است یمن تو شرمست باوا
کامی و مقیم خطہ خاک شوی

(۳۱۷)

دنیا اور اس کی تمام وحشیانہ خیال کی نظریں کوئی وقت نہیں رکھتیں اور وہ
اس دنیا کو ہرگز اس قابل نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی انسان قیام کرے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ
اے دل اگر تو اس ہم کے غبار سے پاک ہو جائے تو پھر تو تو روح ہی روح ہے تو آسمانوں
پر پہنچ جائے گا تیرا مقام تو عرش بریں پر ہے۔ جسے شرم آنی چاہئے کہ تو اس تیرے خاکدان
میں آنا ہے۔ اور اگر یہیں بس جاتا ہے۔

پیشہ زہر شہوت نفسانی
این بات شریف را بھی رہجانی
آگاہ نہ کہ آفت جان تواند
آہنا کہ تو در آرزو سے ایشانی

(۳۱۸)

کہتا ہے کہ رات دن تو اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے بڑا رہتا ہے اور ان کی وجہ
سے اپنی شریف جان کو بھی تکلیف دیا کرتا ہے جسے خیر نہیں ہے کہ توجہ کی آرزو اور تمنا
ہیں سرگرداں ہے وہ سب تیری جان کے لئے آفت ہیں۔ یعنی اپنی خواہش نفس کی وجہ سے
توجہ چیزوں کی برزخ کیا کرتا ہے، یہی تمام چیزیں تیری جان کے لئے مصیبت کا باعث ہیں
تجربہ کرنے والے فاحشہ گفتا سنی

مر حنہ بدام و بگرے پابستی
گفتا شیخ میرا چہ گوئی ہستم
تو نیز چنانکہ می نمائی ہستی

(۳۱۹)

کہتا ہے کہ ایک شخص نے ایک فاحشہ بورت سے ازراہ تجربہ کہا کہ تو مست ہے
اور مر حنہ ایک نئے شخص کے جال میں چپنی رہتی ہے ایک شخص پر قناعت نہیں کرتی۔
اس نے بواب دیا کہ حضور جو کچھ آپ نے فرمایا یہ بالکل درست ہے میں خود ایسی ہی ہوں
لیکن فرمایا کہ حضور جیسا کہ آپ کو ظاہر کیا کرتے ہیں کیانی اعتقاد و باور ہے

اسے کوزہ گرا بکوش اگر ہوشیاری
تا چند کنی بر گل آدم خوار می
انگشت فریدوں و سر کے خسرو
(۴۲۰)
بر چرخ ہماوہ چہ سے ہنداری

کہتا ہے کہ اسے سراجی بنانے والے اگر تو ہشیار اور عقل مند ہے تو اس بات کا خیال کر کہ تو کب تک اس طرح انسانوں کی خاک کی نیاری اور تذلیل کئے جاتے گا۔ تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ تو نے فریدوں کی انگلی اور کینسر کا سراپہ چاک پر چڑھا رکھا ہے مطلب یہ ہے کہ بڑے سے بڑے بادشاہوں کا انجام یہی ہے کہ وہ خاک ہو کر خاک میں مل جائیں اور کہا ران کی خاک سے طرح طرح کے برتن بنائیں۔

چندانکہ نگاہ سے کتم ہر سو سے
از سیرہ بہشت است ذکر کوثر جوئے
صحرا چو بہشت است ز دوزخ کم گو
بنشین بہ بہشت با بہشتی روسے
(۴۲۱)

کہتا ہے کہ میں جس قدر بھی اپنے چاروں طرف نگاہ ڈالتا ہوں تو بھی نظر آتا ہے کہ سیرہ نے ہر جگہ کو بہشت بنا دیا ہے اور جو عن کوثر کی نہریں جا بجا بہ رہی ہیں گویا بہار کا موسم ہے اور لالہ و گل نے زمین کو باغ ارم بنا دیا ہے۔ ایسی حالت میں کہ جب جہنم بہشت بن گیا ہے تو عذاب الہی اور دوزخ کا ذکر کہاں سے بیٹھا۔ ان جہنموں کو چھوڑا اور کسی حسینہ حبیبہ کے ساتھ بیٹھ کر لطف صحبت اٹھا۔

اسے دہر بہ کردہ ہائے خود مختار نے
در خانقہ جوہر و ستم مستکفے
نعمت بہ خساں دہی و رحمت بہ کساں
نہیں ہر دو بروں غیث درے پاختر نے

زمانے کی صفہ پروری کی شکایت خیاں اس طرح کرتا ہے کہ اسے دنیا تو اپنے کرتوتوں کی سزوت ہے اور ظلم و ستم کی خانقاہ میں تو مستکف ہے گویا تو ہر فن ظلم و ستم ہی کرتی رہتی ہے بہتری یہ مدت ہے کہ کینوار کو تو نعمتیں دیتی ہے اور انفقوں، درہنہ مندوں کو

تکلیف و مصیبت میں رہتی ہے۔ اور اس دنیا میں دو ہی طرح کے انسان ہوتے ہیں یا تو وہ
موتی کی طرح اچھے اور قابل قدر ہوتے ہیں یا کوڑیوں کی طرح بے قیمت اور ناکارہ۔

زہنارکنوں کہے تو انی بار سے

بردار ز خاطر عزیزاں بار سے

(۲۳۳)

کہیں مملکت حسن مانند جاوید

از دست تو ہم بروں رو دیکھا رہے

کناہے کہ تن بیکہ تو اس قابل ہے کہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کر سکے اور ان کے

اکسی کام سے نہ دیکھ سسے جی نہ جی بلکہ عزیزوں کے دل سے بوجہ دور کر لیا کہ یہ حسن

کی مملکت یہ دوسروں کے کام آنے کی تیری اہمیت ہمیشہ نہ رہے گی اور ایک نہ ایک دن

تیرے قبضہ سے بھی نکل جائے گی۔ جس طرح اور مملکتوں اور کرداروں انسانوں کے ہاتھ

سے نکل گئی۔

برگیز خود حساب اگر باخبری

کا توکل توجہ آوردی و آخر چہ پری

(۲۳۴)

گوئی بخیر ہم باز دہ کہ سے باید مرد

می باید مرد مگر خوری یا نہ خوری

کناہے کہ اگر تو باخبر اور ہشیار ہے تو ذرا اپنا حساب کر کہ جب تو پیدا ہو تھا تو

عدم سے کیا کچھ بیکر دنیا میں آیا تھا اور جب دنیا سے رخصت ہو گا تو اسے ساتھ کیا لے کر

جائے گا۔ تو یہ کہتا رہے کہ میں اس لئے شراب نہیں پیتا کہ خدا کو جان دینی ہے اور ایک نہ ایک

دن مرنا ہے تو بہ کبھی نہ سوچ کہ اگر تو شراب نہ پئے تو کیا مرے سبب جائے گا خدا کو جان تو

بہر صورت، دینی پڑے گی چاہے نہ شراب پئے یا نہ پئے۔

برستہ دیدم بہ خانہ شمار سے

گفتیم نہ کہنی ز رفتگان اخبار سے

(۲۳۵)

گفتاںمے خور کہ بچو من بسیار سے

رفتند و کے باز بنیاد بار سے

کناہے کہ میں نے ایک بوڑھے کو شراب نہ پنے میں دیکھا تو میں نے اس سے کہا

کہ گزرے ہوئے لوگوں کی کچھ خبر کیوں نہیں بیان کرتے کہنے لگا کہ یہاں ان باتوں کو چھوڑو
اور شراب پیو کیونکہ میری طرح کے بے شمار انسان اس دنیا سے چلے گئے اور ان میں ایک
بھی کبھی لوٹ کر نہ آیا۔

بر کو زہ گرے پر پر کر دم گزرے (۴۲۶)

از خاک بھی نمود ہر دم ہترے

سن دیدم اگر ندید ہر جے بصرے

خاک پدرم بر کھٹ ہر کو زہ گرے

کہتا ہے کہ پرسوں میرا گذر ایک کھار کے گھر پر ہوا تو یہ دیکھا کہ وہاں سے برتن
بنار ہاتھا گویا جس کی وہ خاک تھی اس سے بدتر چیز وہ اس سے ہمار ہاتھا۔ کسی اور نے بصر
نے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو مگر میں نے تو یہ دیکھا کہ ہر کھار کے ہاتھ میں میرے ہی باپ دادا کی
خاک تھی۔

بر گیر پیالہ و سبوا سے دل جوے

بخرام لبوے سبزہ زار و لب جوے (۴۲۷)

کایں آہرخ کہ صورت بتان نہ روے

صد بار پیالہ کر دو صد بار سب جوے

کہتا ہے کہ اسے میرے محبوب مطلوب تو مل چکی اور گلاس اٹھالے اور نہر کے کنارے
سبزہ زار میں چل تاکہ وہاں بیٹھے کہ خوب شراب پییں اور داد عیش دیں۔ اس آسان کا تو میں
یہی کام اور رات دن کا یہی مشغلہ ہے کہ چاند سی صورت واسے حسینوں کو خاک میں ملانا
رہتا ہے اور ان کی خاک سے سیکڑوں مرتبہ پیالے بنا دیئے اور سیکڑوں مرتبہ صراحیوں

اسے آنکہ نیچے چسار و ہفتی

در ہفت و چار دانم اندر ہفتی (۴۲۸)

سے خور کہ ہزار ہا ہفت گنتی

باز آندنت نیست چو رفتی رفتی

نئی نوع انسان کو مخاطب کر کے خیام کہتا ہے کہ اسے : وہ ہستی کہ جس کی زندگی
چار عناصر اور سات آسمانوں کی گردش پر منحصر ہے تو انہی سات اور چار میں پھنسا ہوا

ہر وقت جتنا اور سدا تار ہوتا ہے ۱۰ اپنے ان لغو اور فضول خیالات کو چھوڑ کر غم سے شراب
بہنی کیونکہ میں ہزاروں مرتبہ اس سے پہلے کبھی بٹے بھٹا چکا ہوں کہ اس دنیا میں بار بار ہوش
آتا نہیں ہے۔ پس ایک مرتبہ جب وہاں سے رخصت ہو گیا تو ہو گیا۔

بکشتائے در سے کہ درکشائیدہ توئی
بکشتائے در سے کہ رہ نما پندہ توئی (۴۲۹)

من دست باریج دستگیری ندیم
کالیہاں ہمہ فانی اندو یا بندہ توئی

نشہ معرفت سے چور اور شراب عشق سے مخمور ہو کر خیام اپنے مطلوب حقیقی سے
الٹی کرتا ہے کہ سے اللہ تو ہی بہ سے لے کوئی دروازہ کھول دے کیونکہ دروازوں کا کھولنے والا
تو ہی ہے اور جسے عماد مستقیم کہہ دے کیونکہ کھولے کھٹکے لوگوں کو راہ دکھانے والا
تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔ ترے ہوتے میں کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینا اور
کسی غیر اللہ سے طالب امداد ہونا نہیں چاہتا کیونکہ وہ خواہ کتنے ہی بڑے در کیسے ہی مقرب
بارگاہ کیوں ہوں پھر بھی فانی انسان ہیں اور دستگیری کی قوت اور استغداد نہیں
رکتے بقاصرف بھی کہ ہے، میں نے تو ہی ایک ایسی ہستی ہے کہ جس کے آگے دست سوال
پھیلا یا جائے اور جس سے مدد مانگی جائے اللہ تو ہی اپنے رحم و کرم سے میری دستگیری کرے

ادبے خبر سے گزریں اگر باخبری
تا از کفستان ازل بادہ خوری (۴۳۰)
تو بے خبری باخبری کار تو نیست
ہر باخبر سے رائے سے خبری

کہتے ہیں کہ اسے نشان تو ہوشیار اور دانائے کی کوشش کیا کرتا ہے یہ تیری
غافل ہے ان خیالات اور ان افکار کو چھوڑا اگر تو عقلمند اور باخبر ہے تو جا اور خبری
خیار کرتا کہ تجھے مستان ازل کے ہاتھوں سے شراب پیے کوٹ تو بے وفات ہے تجھے
خبر نہیں ہے کہ ہوشیاری اور باخبری نیراکام نہیں ہے اور بے خبری دہوشی حسی چیز
ہے صاحب فہم اور باخبر شخص کو حاصل میں ہو کر لی یہ راہنمائی عقلمندی کا اور ہے۔

چندیں غم پیو وہ مخور مست او بدی (۴۳۱)

واندر رو پیدا تو پا داو بڑی
چوں آخر کار میں چھل مستی است
انکار کہ مستی و آزاد بڑی ۶

کہتا ہے کہ رات دن کے یہ یہودہ اور فحول رنج و غم نہ کھا اور خوشی و غمی میں
زندگی بسر کر اس ظلم و نا انصافی کی راہ میں تو کامل انصاف کی زندگی گزار۔ جبکہ تجھے معلوم ہے
کہ اس دنیا کی زندگی کا انجام مستی اور فنا ہے تو پھر فکر کس بات کی؟ تو ایسی سے یہ سمجھ لے کہ
تو نیست ہو چکا اور ہر قسم کے رنج و غم سے آزاد زندگی بسر کر۔

در باغ چربد غورہ ترش اول دے
شیریں لچہ گشت و تلخ چوں آمدے
از نیشہ چوب گر کے کرد رباب
و نہ بیشہ چہ گوئی کہ بھی رویدے

اسرار قدرت کی گونا گونی اور قدرت خداوندی کی بھون پر غور کرتے کرتے خیاں
کھا دل و فلسفیوں سے جو ذات باری تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے یہ سوال کرتا ہے کہ اچھا یہ
تو بتاؤ کہ دے دے کے مہینہ کے شروع میں جو انگور بالکل ترش اور ناقابل خورد میں تھے وہ خود
بج و شیریں اور خوش ذائقہ کیسے ہو گئے۔ اور پھر انہی شیریں انگوروں سے جب شراب کشید
گئی گئی تو اس میں تلخی کس نے پیدا کر دی اور بڑھتی کے پسولے کے ذریعہ سے رباب بنا کر اس کے
انداز سے ایسے مست کر دینے والے نغمے کون بھرا کرتا ہے، اور جنگلوں کے اندر زلسلی اور بانس
کون اگایا کرتا ہے اور اس سے بنی ہوئی بانسریوں کے اندر ایسی شریلی اور ہوش ربا آواز
کون بھر دیتا ہے۔

یارب بکشاے بر من از رزق در
بے منت مخلوق رساں ماحضرے
از بادہ چٹاں مست نگار ہرا
کز بے خبرے بنا شد بہ درد ہرے

خیام اپنے معبود حقیقی سے دعا مانگتا ہے کہ یا اللہ تو مجھ پر رزق کا دروازہ کھول دے
اور ایسی توفیق دے کہ مخلوق کی منت اور اپنے ہی جیسے انسانوں کی خوشامد اور غلامی کے بغیر

تجھے روکھی سوکھی دور وٹیاں مل جایا کریں اور اسے لہو بجے ہم وقتہ اور ہر نشہ اس ذکر سے
اور مدہوش رکھ کہ اس بیہوشی کی وجہ سے کبھی دردِ سر کا احساس ہونے پائے اور ایسا کبھی نہ ہو
کہ نشہ اترنے سے اور میں تمہارے تکلیدوں میں مبتلا ہو جاؤں۔

(۳۳۳)
گر آمدِ خمِ بچو و بڈے نا بد سے
درِ غیرِ سشدنِ بہنِ بڈے کے شد سے
پہ ز اں نہ بد سے کہ اندر میں ویرِ خراب
نے آمد سے نے شد سے نے بد سے

کہتا ہے کہ اس دنیا میں آنا نہ آنا میری بنی مرضی یہ منحصر ہوتا تو میں ہرگز نہ جاتا
اور اگر یہاں نہ ہاں جا نا ہی میرے اختیار میں ہوتا تو میں اتنا کبھی کا بھاگ گیا ہوتا
اس سے بت نہالت یہ لئے اور کوئی نہ ہو سکتی تھی کہ اس خراب آباد دنیا میں نہ میں کبھی
آتا نہ کبھی یہاں سے جاتا اور نہ کبھی یہاں رہتا۔ مگر شکل تو یہ ہے کہ آنا اپنے اختیار میں اور
نہ جانا کسی کی طاقت میں لاتی ہے چلتے ہیں اور کوئی طاقت یہاں سے پھر کشاں کشاں
کھینچے جاتی ہے جتے جاتے ہیں، ذوق نے کہا ہے کہ لائی حیات آئے قضاے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے۔

(۳۳۴)
اے دل تو بہ سترِ این معما نہ رسی
درِ نگاہِ زیرِ کانِ دانانہ رسی
ایں جازمے و جامِ بہشتی سے ساز
کا بجا کہ بہشت است یا نہ رسی

اپنے دل سے خیام کہتا ہے کہ اے دل تو اس دنیا کے متھے کو حل کرتے اور اس کا
کبھی پائے سے عاجز ہے اور جو بہشتیاں کہ تجھ سے زیادہ عقلمند اور دانایں انکے کہتے تیری
سچ میں نہیں کہتے ان فلسفوں کو ان کے حال پر بھڑور تو تو من فضول تلاش اور جس
کے بارے تو اس دنیا میں اصلی درجہ کی بہشت کی ہی سرِ بانی اور اس کے جامِ ہر وقتہ
ہو نہاں سے رکھائے رکھے کیونکہ جس جگہ کا نام بہشت ہے اندر جہاں شراب بہرے کا وعدہ ہے
وہیں خدا جاتے ہو گئے ہیں یا نہ ہو گئے۔

اے چرخِ چہ کردہ امینِ راستِ بلوکی

پیوستہ مرا نکلندہ در تباک و پوسے
تا نغم نہ وہی تانہ بری کو سنے بکوسے
آہم نہ وہی تانہ بری آب زروسے

جفائے زمانہ سے تنگ آکر اور اپنے ابنائے جس پر چرخ تابنبار کی چیرہ دستیوں
دیکھ کر خیاام پوچھتا ہے کہ آسان آخر میں نے پیر کیا بگاڑا ہے تو پرچ بتا دے تو سنے
مجھے شب و روز کی پریشانی اور دوڑ بھاگ میں کیوں مبتلا کر رکھا ہے، جب تک تو مجھے
در بدر اور کوچہ کوچہ پھرا نہیں لیتا اس وقت تک روٹی کا ایک ٹکڑا نہیں دیتا اور
جب تک میری آبرو نہیں ملے لیتا اور مجھے دلیل دے عزت نہیں کر لیتا اس وقت تک
ایک گھونٹ پانی سے بھی محروم رکھتا ہے۔

ہاں تا برستاں بہ درشتی نشوی
یا از در نیکیوان بزشستی نشوی (۳۳۶)
مے خور کہ بخوردن و بنا خوردن مے
گراست دوزخی بہشتی نشوی

خیام کہتا ہے کہ خبردار کبھی ستروں اور بادہ خواروں کے پاس ان پر سختی کرنے
کے لئے نہ جاتا اور نہ نیک لوگوں کے دروازے سے براہ کسے ساتھ گزرنا جو برا ہے
اور گناہگار ہے وہ اپنے لئے برا اور گناہگار ہے اپنے اعمال کا اپنے خدا کو خود جواب
دینگا تم اس کے ذمہ دار یا خدائی فویدار نہیں ہو۔ تم ان جھگڑوں اور قسموں میں پڑنے
کی بجائے اپنی زندگی عیش و عشرت میں گذارو اور شراب پیو کیونکہ شراب پینے یا نہ پینے
کی وجہ سے اگر تمہارے اعمال جہنم کے لائق ہیں تو بہشتی نہ ہو ماؤ گے۔

خواہی کہ پسندیدہ آ نام شوی
مقبول قبول خاصہ و عام شوی (۳۳۷)
اندر ہے مومن و جنود و ترسا
بدگوئے مباحث تانگو نام شوی

خیام کہتا ہے کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ تمام دنیا تجھے چھا سمجھنے لگے ورنہ خاص
و عام سب کی نگاہوں میں تو معزز اور مغفل ہو جاسکتا ہے۔ تمہارے چاہئے مومنوں

یہودی بہت پرست فرشتہ کسی مذہب و ملت کے آدمی کی برائیاں نہ کر اور کسی کو برا نہ کہہ
نیک نام حاصل کرنے کا سب سے ایک طریقہ ہے۔

تاسکے غم آں خورم کہ دارم پانے
وہیں عمر بہ خوشدلی گذارم پانے (۳۳۸)
پُرکن قدح پاوہ کہ معلوم ملکیت
نکائیں دم کہ فرو برم برآرم پانے

کتاب ہے کہ میں کب تک اس بات کا غم کھائے جاؤں کہ میرے پاس کچھ ہے نہیں
اور کب تک اس فکر میں مبتلا رہوں کہ ان حالات میں مجھے اپنی عمر خوشی میں گزارنی
پاسبت یا نہیں۔ یہ سب اندیشے اور یہ تمام فکریں فضول اور لالچنی ہیں، ساقی تو شراب کا
پیالہ بھر کے مجھے دے دے کیونکہ مجھے تو یہ بھی یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہے کہ جو سانس اس
وقت میرے میرے سینہ کے اندر جا رہا ہے۔ یہ واپس بھی آئیگا یا نہیں۔ جب زندگی
اس قدر ناپائیدار اور عمر اس درجہ ناقابل اعتبار ہے تو پھر اس کے متعلق فکر اور اندیشے کیسے

باورد قناعت کن و آباد بزمی
در بند فرونی مشو ز اود بزمی (۳۳۹)
منگر بہ فرونی ز خود و غصہ مخور
در کم ز خود می نگہ کن و شاد بزمی

کتاب ہے کہ جو دردِ عالم تیرے حصہ میں آیا ہے اس پر قناعت کر اور شاد و آسائش
بہ زیادہ حاصل کرنے کی فکر نہ کر اور دنیا کے غم سے بادل آ کر نہ زندگی بسر کر۔ تو ان
لوگوں کی طرف دیکھتا ہے جنہیں تجھ سے زیادہ دنیا کی دولت میرے ہی لئے تھے بچ
ہو تا ہے اور تیرے دل میں حرص پیدا ہوتی ہے تو انکی طرف نہ دیکھ بلکہ انکی حالت پر غور
کر کہ جو تجھ سے بہ تر حال میں زندگی بسر کر رہے ہیں پھر تجھے اپنی حالت شکر کے قابل اور
بہ نسبت معلوم ہوگی۔ خوشی اور غم ہی کی زندگی بسر کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

یا مہن تو ہر اسچہ گوئی از کہیں گوئی
ہو مستی مرا ملکہ و سبے و بزمی کوئی (۳۴۰)
من خود مشرم بہ اسچہ گوئی از کہیں گوئی

انصاف بدہ تزار سر کہیں گوئی

ایک زاہد شک اور ناصح مشفق کو مخاطب کر کے خیام کہتا ہے کہ تو مجھ سے جو کچھ گفتگو کرتا ہے وہ دشمنی اور عداوت کے ساتھ کرتا ہے اور ہمیشہ مجھے کافر اور بدین بناتا رہتا ہے جو کچھ تو کہتا ہے یہ سب صحیح ہے اور میں خود اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ تو کہتا ہے میں ویسا ہی ہوں لیکن ذرا انصاف کر کہ جو کچھ کہتا ہے اس کے کہنے کا بچتے حق نہ عمل ہے۔ کیا تو خود اس قدر نیک اور پیار سنا ہے کہ دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور انہیں برا بھلا کہے۔

از آمدن بہار و زرفتن دے

اوراق وجود باہمی گرد و خٹے

(۴۴۱)

مے خور مخور اندوہ کہ گفت است حکیم

نمائے جہاں چو زہر و تر یا فاش مے

کہتا ہے کہ بہار آتی ہے اور خزاں جاتی ہے اسی طرح ہمارے ہی زندگی کے ورق لٹتے چلے جاتے ہیں اور سبز سرسبز بنی جلی جاتی ہے۔ نو دنیا کا غم نہ کہا بلکہ شراب پی کر دنیا کیوں کا مقولہ ہے کہ دنیا کے غم زہر و تر یا فاش ہیں اور ہروں کی تریاق شراب ہے۔

تا در تن تست استخوان و رگ دے

از خانہ نقد پر منبر بیرہاں دے

(۴۴۲)

گردن منہ از خیمہ بود رستم زائل

مست کش اردو مست بود حاکم طے

کہتا ہے کہ جب تک تیرے جسم میں ہڈیاں اور رگ تھیں موجود ہیں یعنی تیری زندگی قائم ہے اس وقت تک تقدیر کے گھر سے قدم باہر نہ نکال یہاں تک کہ رستم جو شب بے ہرگز ہرگز اس کے آگے سر خم نہ کر اور تیرا دوست اگر غلام ملائی ہو تب بھی اس کا ہاتھ نہ قبول کر۔ دشمنوں کے آگے سر جھکانا اور دوستوں کے بارہا ان سے دہانا نہ کرنا۔ انسانیت کو کم کرتا ہے۔

گرد دے زمین بچیلہ آ بار کئی

(۴۴۳)

پند اس بود کہ خاطر سے شاہ کئی

گر بندہ کنی ہ لطف آزاد دے را
 بہتر کہ ہزار بندہ آزاد کنی
 کہتا ہے کہ اگر تمام دنیا کی زبانیں روائی مجھے حاصل ہو جائے اور تو تمام روئے
 زمین کو آباد کر دے تو وہ بھی اتنی بڑی نیکی نہیں ہے کہ جتنا ایک دل کو خوش کرنا اور
 اگر تو اپنی مہربانی اور لطف کے ذریعہ کسی ایک آزاد انسان کو اپنا غلام بناتے تو وہ اس
 سے بہتر ہے کہ ہزار غلاموں کو آزاد کر دے۔

از کبر مدار هیچ در دل ہو سے
 کز کبر بجائے نہ رسیدہ ست کے
 چوں زلف بتاں شکستگی عادت کن
 زان پیش کہ بگسلد ز تار نفی

(۴۴۴)

کہتا ہے کہ نخوت و غرور کی اپنے دل میں آرنے اور حرص نہ رکھ کیونکہ غرور کی وجہ سے
 کہیں کوئی شخص کسی فیض کو نہیں پہنچا ہے۔ اس سے پہلے کہ تیرے سانس کا تار ٹوٹ
 جائے بچے چاہئے کہ معشوقوں کی زلف کی طرح ٹوٹنے کی اور خمیدہ ہونے کی عادت ال
 دنیا نفی و من در و پاک نفی
 اندر نفی چند تو اں زد نفی
 شکرانہ آں کہ زندہ خوش بیبا شئی
 ایں عالم بے وفا ماند بہرے

(۴۴۵)

کہتا ہے کہ دنیا کا دھوا ایک دم بھرا ہے اور اس ایک دم کے اندر میں خود ایک
 دم کا مہمان ہوں۔ جبکہ اس دنیا ہی کی ہر ایک قسم ہے تو اس میں کتنے سانس لئے جا سکتے ہیں
 اس بات کے لئے خدا کا فکر ادا کر کہ تو خوش اور زندہ ہے کیونکہ یہ بوفاد دنیا کسی کا ساتھی نہیں ہے
 ناں پیش کہ از جام اجل مست شوی
 ز پر لکد حادثہ ہالست شوی
 ہر مایہ بدست آردیں رہ کا بنجا
 سو دے نہ کنی اگر تھی دست شوی

(۴۴۶)

کہتا ہے کہ اس سے پہلے کہ تو موت کی شراب کا پیالہ پیکر بدست اور بیوش ہو جائے

اور حادثات زمانہ کی لائیں تجھے مار کر گرا دیں کچھ نیکیوں کا سرمایہ جمع کرے کیونکہ اس دوسری دنیا میں اگر تو خالی ہاتھ گیا تو اس سے تجھے کچھ نفع نہ ہوگا۔

اے آنکہ خلاصہ چار ارکانی
بشنو سخن ز عالم روحانی
دیوے و دوسے و ملک انسانی
بانت ہر انچہ سے منائی آئی

کہتا ہے کہ اے انسان جو چار عناصر سے بنا ہوا ہے میں عالم روحانی کی بات تجھے سناتا ہوں اسے سن لے۔ یہ تیرے اپنے اختیار میں ہے کہ تو چاہے شیطان بن جائے یا جانور یا فرشتہ یا انسان جیسا تو اپنے عمل سے اپنے آپ کو ظاہر کرے گا دیسا ہی ہو جائیگا۔

ہر چند ز دست دہر غم کش باشی
وز جور جفا کے چرخ ناخوش باشی
ز ہمار ز دست ناکساں آب زلال
بر لب میچکاں اگر در آتش باشی

کہتا ہے کہ تو دنیا کے ہاتھوں خواہ کتنا ہی دکھ پائے اور آسمان کے مظالم تجھے کتنا ہی رنجیدہ اور ملول کر دیں پھر بھی نالائقوں اور کمینوں کے ہاتھ سے شربت لیکر اپنے بونٹوں پرست ڈال خواہ تو آگہی میں کیوں نہ جلتا ہو۔

بادر و لباز تا دوائے یابی
از درد منال تا شفا کے یابی
مے ہاش بہ وقت بنوائی شاکر
تا عاقبت الامر لو اسے یابی

کہتا ہے کہ درد و غم کے ساتھ موافقت کر لے تاکہ وہ خود دوا بن جائے اور تکلیف اور درد کی وجہ سے آہ و زاری نہ کرتا کہ تجھے ہنفا حاصل ہو جائے اپنی بے نوائی اور ناداری کے زمانہ میں خدا کا شکر ادا کر اور اس سے رنجیدہ نہ ہو تاکہ آخر کار تجھے اس دنیا کے نئے ساز و سامان حاصل کر لے۔

از دہر عمر مے کشو دم خالے

ناگاہ ز سوز سید صاحب حالے

می گفت خوش آں کسے کہ در خانہ او

اوز لیست چو ما ہے و شبے چوں سائے

کہتا ہے کہ میں اپنی عمر کے دفتر سے فال کھول رہا تھا گو یا اپنی زندگی کے حالات پر غور کر کے یہ معلوم کرتا جا ہوتا تھا کہ میری زندگی خوشی میں گزر رہی ہے یا رنج و غم میں ناگاہ میں نے سنا کہ ایک صاحب حال عارف باللہ اپنے بیٹے کے سوز سے گہرا کر گہرا رہا ہے کہ اس دنیا میں خوش صرف وہی شخص ہے جس کے گھر میں تکلیف اور مصیبت کی وجہ سے ایک دن ایک مہینے کے اور ایک ات ایک سال کے برابر گزرا

آں مایہ ز دنیا کہ خورہ می یا نوشی

معذور می اگر در طلبش می کوشی

(۳۵۱)

باقی ہمہ رائیگاں ترا ز دہشتدار

تا عمر گراں مایہ بد اں نفروشی

کہتا ہے کہ اس دنیا کے مال و متاع میں سے جتنا کہ تیری زندگی کے لئے ضروری ہے اور جسے تو کھاپی لیتا ہے اس کی طلب تے جائز ہے اور اگر تو اس کے لئے کوشش کرتا ہے تو معذور ہے لیکن اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب تیرے لئے ہے اور اگر تو عقلمند ہے تو خبردار اپنی بیش قیمت عمر اس کے حصول کی کوشش میں یا اس کی خریداری پر متائع نہ کر ظاہر ہے کہ اپنی جائز ضرورت زندگی کے علاوہ انسان جس قدر دولت رکھا کرتا ہے وہ اس کے کسی کام نہیں آتی اور اس میں اور کتنے بھروسے کوئی فرق نہیں ہے اس لئے ایسی بے قیمت چیز کے لئے عمر جیسی گرانمایہ چیز برباد کرنا کہاں کی عقلندی ہے۔

تن زن چو نہ بہ فلک بے باکی

مے نوش چو در جہاں آفت ناک

(۳۵۲)

چوں اول و آخرت بحر خاک کے نیست

انکار کہ بر خاک نمی درختا کی

کہتا ہے کہ جب تک تو اس نفع خداترس اور مہیاک آہرام کی نیچے ہے اس وقت تک متابعی کی عادت اختیار کر اور جب تک تو اس فتنوں اور مصیبتوں بھری دنیا میں ہے اس وقت تک شراب پی تاکہ رنج و غم یا نہ ہونے پائے جبکہ تیری ابتدا اور تیرا انجام خاک کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو تجھے چاہئے کہ ابھی سے یہ سمجھ لے کہ تو خاک کے اور پر نہیں بلکہ خاک کے نیچے ہے۔ ہوتو اقبل ان تموتوا۔

گر شادی خوشی ویاں میدانی
کایسودہ ولے را بہ غمے نشانی

(۳۵۳)

در ماتم عقل خویش بنشین ہمہ عمر
میدار مصیبت کہ عجب نادانی

کتاب ہے کہ اگر تو اپنی خوشی میں بھٹا ہے اور تجھے اسی سے دلی سرت حاصل ہوتی ہے کہ کسی شخص اور
پر سکون دل کو غم و الم میں مبتلا کر دے تو تجھے اپنی عقل کا مدت العمر ماتم کرنا چاہئے اور ہمیشہ مصیبت میں
مبتلا رہنا چاہئے۔ کیونکہ تو سخت پر قوت ہے۔

ہنگام سفیدہ دم خردس سحری

(۳۵۴)

وانی کہ چرا ہی کسند زوہ گری

یعنی کہ نمودند در آئینہ صبح

کز عمر شبے گذشت و تو بے خبری

کتاب ہے کہ ادا غافل انسان تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ روز صبح ہی صبح مرغ جو اذان دیا کرتا ہے یہ تجھے کیا کتاب ہے
یہ کتاب ہے کہ صبح کے آئینہ میں تجھے روزیہ کھایا جاتا ہے کہ تیری عمر میں سے ایک شات اور گزرتی لیکن تو ہے کہ تجھے کچھ پر نہیں

اے سوختہ سوختہ سوختنی

(۳۵۵)

وے آتش دوزخ از تو افرودختنی

تا کے گوئی کہ بر عہد رحمت کن

حق را تو کے بر رحمت آ سوختنی

خیام اپنے دل سے مخاطب ہو کر کتاب ہے کہ اے جلتے ہوئے اور جلانے کے لائق انسان اور اے گنگا سہی
کہ جو دوزخ کا ایندھن بننے کے قابل ہے تو کب تک یہ دعا مانگے جائیگا کہ خداوند اے تو تجھ پر رحمت کر
تو اس قابل کب سے ہو گیا کہ خدا کے تقاضے کو جو رحم الراحمین ہے رحمت کا سبق سکھائے۔

اے دل می و عشوق مکن بباقی سالوس رہا کن و مکن ز رانی

(۳۵۶)

گر پیر و احمدی خوری حامی شراب

کتاب ہے کہ اے دل تو شراب اور عشوق کو اذہار میں نہ رکھ صرف اتنا کر کہ مکرو فریب کو چھوڑ کر سچا اور

راست بلا نہ جا۔ اگر تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیرو ہے تو تو اس وحش سے شراب پیے گا

کہ جس کے ساتی علی مرتضیٰ ہوں گے۔

خشنود